

عمران سیریز

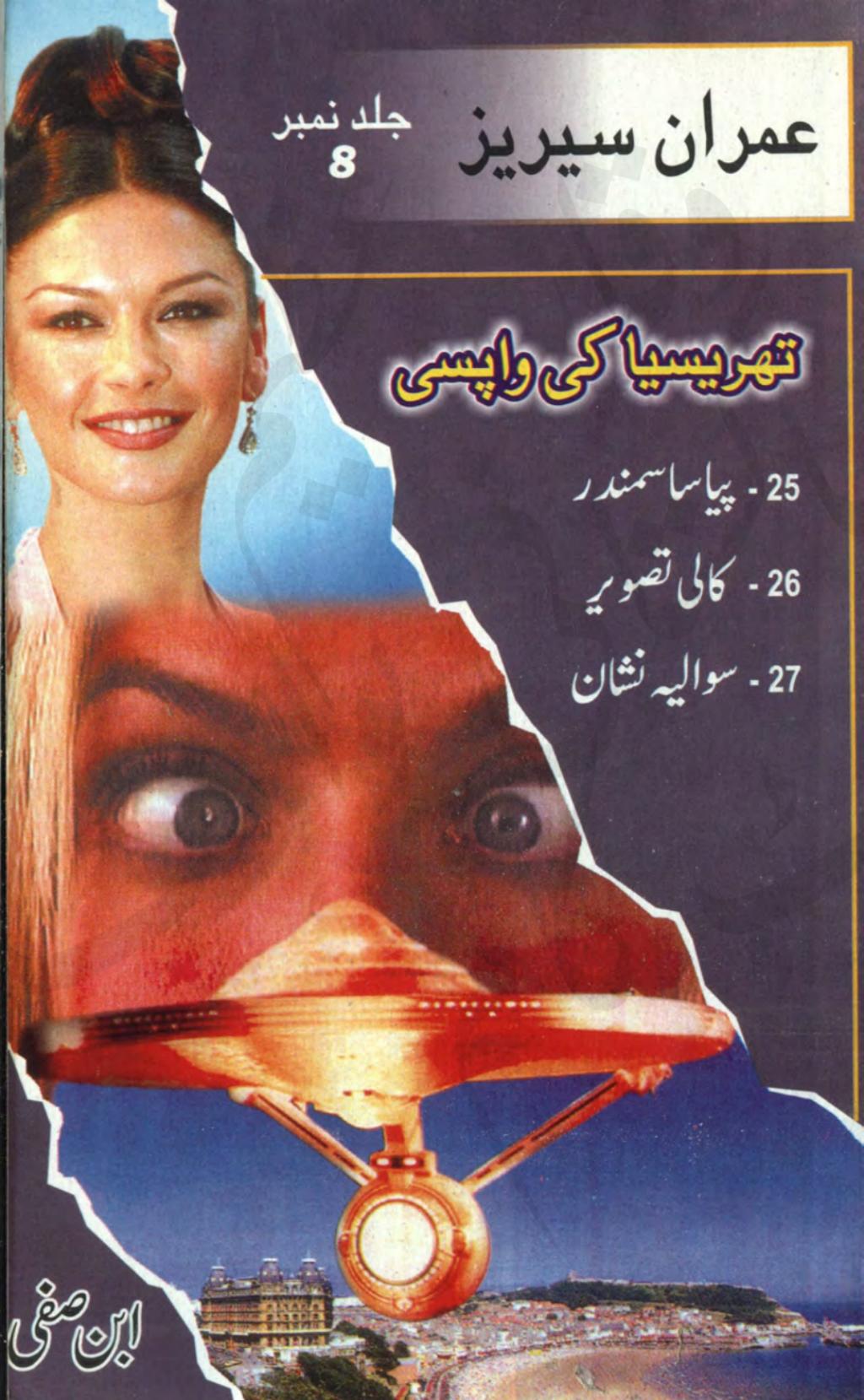
جلد نمبر  
8

## تھریسیا کی واپسی

- پیاسا سمندر 25

- کالی تصویر 26

- سوالیہ نشان 27



ابن صفحی

چھوڑے جا رہے ہوں سب کچھ ممکن ہے...؟ ویسے کہنے کا مطلب حقیقتاً یہ تھا کہ اگر کبھی کتاب پر دو ماہ کا وقت بھی مل سکتا تو آپ کو دکھاؤں گا کہ سائنس فلکشن کے کہتے ہیں۔

لیجھے میں خواہ خواہ سنجیدہ ہو گیا! ارے انسانوی لٹریچر کا مقصد آپ کی دانست میں ذہنی جمناسٹک کب ہوتا ہے آپ تو عموماً یہی چاہتے ہیں کوئی ایسی کہانی ملے جو شروع کرنے کے بعد اسی میں کھو جائیں اور کچھ دیر کے لئے ان ذہنی الجھنوں سے نجات مل جائے جن میں آپ دن بھر بتلا رہے ہیں۔ لہذا اگر کہانی میں کہیں اتنی ہی ذہنی ازرجی صرف کرنی پڑی جتنی الجھنیں چٹ کر گئی تھیں تو آپ کا ذہن اس کہانی سے بھی بھاگے گا۔ اس لئے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ اس کہانی کو اپنی خواہشات کے عین مطابق پائیں گے۔

عمران نے اس بار اپنی عکلنڈیوں اور حماقتوں میں توازن برقرار رکھا ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ بعض مقامات پر ہنستے ہنستے آپ یہی وقت سنجیدہ بھی ہو جائیں۔ عمران کو ایک بار پھر اس کے گھر یا محاول میں دیکھئے۔ رحمان صاحب سے اس کی گفتگو بے حد چسپ رہی تھی اور وہ لڑکی جو سپاریانای سیارے سے آتی تھی! اڑن طشتیوں اور مصنوعی سیاروں کا راز... اور وہ دور مار را کٹ جس کے پرچے اڑ گئے تھے... وہ دو بالشت کا بچہ آپ کو متغیر کر دے گا جو بلیک زیر داور صدر کو گدھے کہتا ہے۔ اُس پچے کا کان چھاڑ دینے والا دھماکہ...؟ بس اب کہانی شروع کیجئے اور مجھے اجازت دیجئے۔

ابن صفحہ

۱۹۵۷ نومبر ۲۵ء

## پیشہ رس

لیجھے جو ملی نمبر بھی حاضر ہے! اب یہ دیکھنا آپ کا کام ہے کہ آپ کی توقعات کہاں تک پوری ہوئی ہیں۔ ویسے میں یہ بات دیانتداری کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ اتنے تھوڑے وقت میں سائنس فلکشن پیش کرنا آسان کام نہیں ہے! پھر بھی میں نے کوشش کی ہے کہ اپنے ذہن پڑھنے والوں کو کسی حد تک مطمئن کر سکوں!.... محیر العقول اور بعید از قیاس واقعات کو بیکا کر کے کہانی کی شکل دے دینا آسان ہے لیکن ان کا جواز پیش کرنا ہی حقیقتاً اس طسلم ہو شربا کو سائنس فلکشن میں تبدیل کرنا کہلاتا ہے اور تھوڑے وقت میں یہ ایک مشکل کام ہے! اس میدان میں انگریزی کے سب سے مشہور اور کامیاب مصنف ایچ۔ جی۔ ولیزکی تصانیف میں بھی اگر منطقی اور سائنسی استعداداں کے لکھنے کا حذف کر دیئے جائیں تو وہ بھی سرتاپا طسلم ہو شربا بن کر رہ جائیں گے! ویسے یہ اور بات ہے کہ "طسلم ہو شربا" بجائے خود ایک بہت بڑی پیشین گوئی رہی ہو! مثلاً فلاں جادو گر نے ایک گولہ مارا اور پورا شہر تباہ ہو گیا! اس وقت کے سمجھدار لوگ بھی اس بندzel بازی پر ہنے ضرور ہوں گے مگر کیا آج آپ ایسے ہی گولے نہیں دیکھ رہے..... ہیر و شیما پر (اگر میری یادداشت دھوکا نہیں دے رہی) ایک ہی گولہ تو پڑا تھا! مگر آج کے ذہن کی تتفی کے لئے الکڑوں اور نیوڑوں وغیرہ کا چکر موجود ہے! آپ اگر آج ایسے گولوں کی کہانیاں بھی سیں تو آپ کو نہیں آئے گی! کیونکہ اس دور میں جب کہ فضائیں طفیلی سیارے

اُس نے فرائیںگ پین دھوکر دوبارہ انگیٹھی پر رکھ دیا.... اور اپنے بیبا کے متعلق سوچنے لگی!  
سوچنے کے لئے بیبا کے علاوہ اور تھا بھی کون.... می تو اسی وقت مرگی تھی جب وہ اپنی زبان سے  
لنزٹ "می" بھی او کرنے کے قابل نہیں تھی! بیبا ہی نے اُس کی پرورش کی تھی اور وہ اسے بے حد  
چاہتے تھے۔

مگر نہ جانے کیوں انہوں نے اس کی تعلیم و تربیت گھر ہی پر کی تھی۔ کسی اسکول یا کالج میں  
پڑھنے کے لئے کبھی نہیں بھیجا تھا! اس کی وجہ انہوں نے آج تک نہ بتائی تھی.... وہ کوئی معمولی  
آدمی بھی نہیں تھے کہ تنگ نظر یا غیر ذہین سمجھا جاسکتا.... وہ ملک کے مایہ ناز سائنسٹ ڈاکٹر  
داور تھے۔ وہ ڈاکٹر داور جو ملک کی سب سے بڑی سائنسی تجربہ گاہ کے مالک اور ایشی ریسرچ کے  
سربراہ تھے۔ حکومت سے انہیں امداد ملتی تھی.... اور یہ امداد دراصل سمندر سے ائمی تو انائی  
حاصل کرنے کے امکانات کا جائزہ لینے کے سلسلے میں ملی تھی....! ڈاکٹر داور اس سلسلے میں آئے  
دن نے تجربات کرتے رہتے تھے۔ ان کی تجربہ گاہ ساحل سمندر ہی پر واقع تھی اور اس سے  
متعلق عمارت کا پھیلا و دوڑھائی میل کے رقبے میں تھا۔

نہیں ان کی قیام گاہ بھی تھی! جہاں وہ شی اور چند نوکروں سمیت رہتے تھے۔ سادہ زندگی بس  
کرنے کے عادی تھے اس لئے رہن سہن میں ترک و احتشام نہیں تھا....! ڈاکٹر شی کو بھی یہی  
پڑایت دیا کرتے تھے کہ وہ اپنے کام خود اپنے ہی ہاتھوں سے انجام دینے کی کوشش کیا کرے۔  
گوشی نے کسی اسکول یا کالج کی شکل نہیں دیکھی تھی لیکن وہ پردے میں نہیں رہتی تھی۔  
ڈاکٹر داور اسے الگ تھلگ رکھنے کی پالیسی پر بھی عمل بیرون نہیں تھے۔

تجربہ گاہ سے تعلق رکھنے والے درجنوں افراد سے شی کا مانا جلنار ہتا تھا۔ ڈاکٹر داور نے کبھی  
اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔

اکثر وہ تھا ساحل پر شہری ہوئی دور نکل جاتی اور کافی دیر سے گھر واپس آتی۔ مگر یہ چیز بھی  
ڈاکٹر داور کے لئے تشویش کن نہیں تھی....! وہ تو دراصل اسے جیوان بنتے دیکھنا نہیں چاہتے  
تھے! اگر وہ کبھی بے تحاشاہنسا شروع کر دیتی تو یہ انہیں بے حد گراں گزرتا! اگر وہ کبھی بلند آواز میں  
گھنگو کرتی تو انہیں اپنی تربیت کے لئے مہتمم و کھائی دینے لگتے تھے۔

مگر وہ دل کھول کر قیچیہ لگانا چاہتی تھی.... بچوں کی طرح چلا نگیں مار کر دوڑنا چاہتی تھی!

شی نے فرائینگ پین کھڑکی سے باہر خالی کرتے وقت ایک ٹھنڈی سانس لی۔ آج پھر اس نے  
بے خیالی میں ایک گند انڈا توڑ دیا تھا اور اس سے پہلے توڑے ہوئے انڈے بھی خراب ہو گئے تھے!  
بے خیالی اس کے لئے نئی چیز نہیں تھی! وہ بچپن ہی سے کھوئی کھوئی سی رہتی تھی....! اور اس قسم  
کے نقصانات بھی اس کے لئے نئے نہیں تھے! آئے دن ہوتے ہی رہتے تھے۔

اس وقت اس نے فرائینگ پین خالی کرتے وقت اس لئے ٹھنڈی سانس نہیں لی تھی کہ اسے  
اس نقصان سے کوئی تکلیف پہنچی تھی.... بلکہ اس ٹھنڈی سانس کی وجہ نوکروں کے وہ میلے کپیلے  
بچے تھے، جو ایک دوسرے پر دھول اڑا کر چینتے ہوئے ادھر ادھر دوڑتے پھر رہتے تھے۔

شی جوان تھی! لیکن اسے اس قسم کا بچپن گذارنے کی حرست ہی رہ گئی تھی!

اُس کے پیانے اسے کبھی "حیوان" نہیں بننے دیا تھا! ان کا خیال تھا کہ آدمی کو کسی بھی ایش  
میں "آدمیت" کی حدود سے نہ لکھنا چاہئے۔ آدمی کا پچھے بھی اگر اچھل کو دھرم دھاڑ جائے تو پھر  
اس میں اور ایک کتے کے پلے میں فرق ہی کیا رہ گیا....! مگر جب شی کتے کے پلے والے ایش میں  
تھی تو اس کا سلیقہ بھی نہیں تھا کہ آدمی اور کتے میں کیا فرق ہوتا ہے اُسے زبردستی آدمی بنا یا  
گیا تھا۔ اس لئے آج وہ کتے کے پلے کو شور چاہتے، دوڑتے اور دھول اڑاتے دیکھ کر ٹھنڈی آیں  
بھروسی تھی۔

کے سو اگ بھی بھرتے اور شی ہستے ہستے بے حال ہو جاتی.... پھر اسے اپنی حادثت پر افسوس ہوتا.... وہ سوچتی کہ وہ بھی کتنا گھٹیا ذوق رکھتی ہے.... سو اگ بھرنے والوں کے لجر اور پوچ جملے سن کر پہنچا کم از کم اس کے شلیان شان تو نہیں....! مگر وہ کرتی بھی کیا.... وہ تو ایسے موقع پر اس بُری طرح از خود رفتہ ہوتی کہ وہ خود کو بھی اسی طبقے کی ایک فرد تصور کرنے لگتی تھی! گویا وہ جسمانی طور پر پوری طرح ان کا ساتھ نہیں دے سکتی تھی مگر اس کی روح ان کے ساتھ رقص کرتی تھی، چیختی تھی، گاتی تھی.... اور جب وہ دل کھول کر ہستے تھے تو ان کا ساتھ ضرور دیتی تھی! وہ جانتی تھی کہ کافی رات گئے واپسی ہو گی اس لئے وہ اپنی مارچ ساتھ لانا نہیں بھولی تھی۔ گھاث پر پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ جشن کی خبر غلط تھی! اسے بڑی ماہیوں ہوئی اور ایک بے نام سی خاش اس کے ذہن میں پچکے سے لگانے لگی۔

پھر انہیں اپنی کی سطح پر کشتوں کے چراغوں کے کپکپاتے ہوئے عکس دیکھتی رہی۔ ویسے اس کے تصور میں ماہی گیروں کا جشن براپا تھا۔ ادا نہیں ایک بہت بڑے الاؤ کے گرد ناچتے دیکھ رہی تھی۔ وہ گارب ہے تھے۔ نہیں رہے تھے! سو اگ بھر رہے تھے.... اور شی کھوئی ہوئی تھی.... دفعتاً ایک لانچ اس کے قریب آکر رکی اور وہ چوک ک پڑی۔ اس لانچ پر شاہد بحری پولیس کا گشتی دستہ تھا۔ اس نے سوچا کہ اب واپس چلانا چاہئے!.... اسے انہیں ہرے سے خوف نہیں معلوم ہوتا تھا! وہ ایک بذریٹکی تھی۔ حالانکہ پہنچنے ہی سے اسے آدمی بننے کے سلسلے میں جو تربیت دی گئی تھی اس کا تقاضا تو یہی تھا کہ وہ محاط اور ڈرپوک ہو جاتی گرتے جانے کیوں ایسا نہیں ہوا تھا۔

وہ اپنے بنگل کی طرف چل پڑی.... اسے اس مقام سے یقینی طور پر گذرنا پڑتا جہاں سے نرکل کی جہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہوتا تھا لیکن وہ اب تک ہزاروں بار انہیں ہرے میں اس طرف سے گزر پہنچتی اور یہ بہترے مردوں کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ وہ زیادہ رات گئے اور ہر سے گذریں! شی خیالات میں کھوئی ہوئی راستے طے کر رہی تھی! چونکہ راستہ اس کا ہزاروں بار کا دیکھا ہوا تھا اس لئے اس نے اب تک مارچ درجن کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی.... اس کے لئے حقیقتاً تاروں کی چھاؤں ہی کافی تھی!

زکلوں کی جہاڑیوں کے قریب پہنچ کر اچاک وہ رک گئی۔ اس نے کسی قسم کی غیر معمولی آواز سنی تھی، جوز زکلوں میں پیدا ہونے والی سرسر اہم سے بہت مختلف تھی....!

چیزیں کر گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اس پر کسی قسم کی بھی پابندی عائد نہ کی جائے۔ سورج مغرب میں جھک رہا تھا.... وہ اپنے بیبا کے متعلق سوچتی رہی! مگر اسے اس پر کبھی غصہ نہیں آتا تھا....! وہ ان کی نیچیں مٹھنے دل سے سنبھلی اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتی تھی.... مگر مٹھنی آہوں پر تو اسے اختیار نہیں تھا.... وہ تو نکل ہی جاتی تھی.... اس کے خواب بھی بڑے غیر معمولی تھے.... اکثر وہ دیکھتی کہ وہ ہوا میں اڑتی پھر رہی ہے!.... بالکل پرندوں کی طرح.... کبھی دیکھتی کہ اس کے سامنے صدھا میل تک ہرے بھرے جنگل پھیلے ہوئے ہیں اور وہ ہر نیوں کی طرح چلا ٹکیں لگاتی پھر رہی ہے کبھی اسے نہنے نہنے میلے کھلے بجوں کی فوج نظر آتی اور وہ ان کے درمیان کھڑی چیخ رہی ہوتی.... حلق چھاڑ پھاڑ کر گارہی ہوتی.... اور اس کا دجدو بذات خود ایک طویل قیقهہ سائبنا ہوا نظر آتا.... بعض اوقات وہ بیداری میں بھی اینے ہی خواب دیکھتی۔

وہ فرائیگ پین ایک طرف رکھ کر بے خیال میں پھر کھڑکی کے قریب آگئی۔ یہ عمارت ساحل سے قریب ایک اوپنے نیکرے پر واقع تھی! نیکرے کے نیچے زکلوں کی جہاڑیاں تھیں جن کا سلسلہ ساحل تک چلا گیا تھا۔

اسے سمندر کی سطح پر غروب ہوتے ہوئے سورج کی شو خیاں بڑی بھلی لگتی تھیں! وہ اکثر انہیں دیر تک دیکھتی رہتی.... اور اسے ایسا محسوس ہوتا ہے وہ اس مچلتی ہوئی چمکدار پگڑی پر چلا ٹکیں لگاتی، سورج کی طرف دوڑ رہی ہو....!

کچھ دیر بعد چوک کرو چکرے پہر اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گئی! اس نے کچھ اٹھے فرائی کے اور ان کے سینڈوچ بنانے لگی۔

آج ڈاکٹر داور بہت زیادہ مصروف تھے۔ اس لئے انہوں نے رات کا کھانا تجربہ گاہ ہی میں طلب کیا تھا.... اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ ان کی راتیں تجربہ گاہ ہی میں بر ہوتی تھیں! شی نے جلدی جلدی لفڑ کیری تیار کر کے ملازم کو دیا اور لباس تبدیل کر کے باہر نکل آئی۔

وہ صرف ماہی گیروں کے گھاث تک جانا چاہتی تھی۔ کیونکہ اس نے سنا تھا کہ آج وہاں ماہی گیر جشن منانے والے ہیں! اس سے پہلے بھی وہ اکثر ان کے جشن سے لطف اندازو ہو چکی تھی.... عورت مرد سب ساتھ مل کر ناچتے گاتے اور خوشیاں مناتے تھے!.... ان میں اکثر طرح

آواز پھر آئی اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں... قریب ہی کہیں کوئی دبی دبی ہی آواز میں رورہا تھا اور آواز یقین طور پر نسوانی تھی! شی نے ثارچ روشن کر لی روئے والی سامنے ہی تھی.... شی بے ساختہ اس کی طرف جبھٹی!

وہ گھنٹوں میں سردیے بیٹھی تھی اور اس کے سہرے بال نیچے ڈھلک آئے تھے! شی اسے حیرت سے دیکھتی رہی!.... اس کے جسم پر نیلے رنگ کا لبادہ تھا... اور اس پر سنبھری کشیدہ کاری تھی!.... دونوں ہاتھ شانوں مک ملنے تھے۔ شی کی حیرت کی سب سے بڑی وجہ اس کے ہاتھ ہی تھے کیونکہ ان کی رنگ بھی سنبھری ہی تھی!.... اور شی کی موجودگی سے بے خراسی طرح گھنٹوں میں سردیے سکیاں لیتی رہی!

اے.... تم کیوں.... زور ہی ہو.... میری طرف دیکھو۔“ شی نے بچکاہ انداز میں کہا اور وہ یک بیک چوکنک پڑی اور سر اٹھا کر شی کی طرف دیکھا! لیکن ثارچ کی روشنی میں اس کی آنکھیں چند ہی گئیں اور دوسرا طرف شی کے ہاتھ سے ثارچ بھی گئی کیونکہ وہ تو سونے کی عورت تھی اور اس کے ہونٹ بالکل سرخ تھے... یا قوت کی قابشوں کی طرح! اور آنکھیں زمرد کے گلینوں کی طرح جگہا رہی تھیں۔

شی کتے میں آگئی! لیکن سکیاں وہ اب بھی سن رہی تھی! اس نے چند ہی لمحوں میں بہت سچ سوچ ڈالا۔ وہ چیلوں اور بھوتوں کی قائل نہیں تھی مگر اس وقت اسے بھوتوں اور چیلوں کی وہ ساری کہانیاں یاد آنے لگیں تھیں جو اس نے بچپن میں سنی تھیں۔

مگر جب وہ صرف سکیاں ہی سنتی رہی اور اس دوران میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا تو اس نے دل کڑا کر کے پھر ثارچ اٹھائی اور اسے روشن کیا۔ سنبھری لڑکی نے پھر اپنا سر گھنٹوں پر رکھ دیا اور متوتر روئے جا رہی تھی۔

شی اس کے قریب بیٹھ گئی۔

”تم کون ہو.... ہو.... مجھے بتاؤ.... کیوں رورہی ہو۔“ اس نے کپکاپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ لڑکی نے پھر سر اٹھایا لیکن اس نے جو کچھ بھی کہا تھا شی کی سمجھ میں نہیں آسکا! ویسے اس کی آواز کیا تھی گھنٹیاں ہی نجھ اٹھیں تھیں۔ شی کے کان اس کی آواز کی لذت میں کھو گئے۔ دفعتاً لڑکی نے اپنا لبادہ اوپر سر کا کر اسے اپنی داہنی پنڈلی دکھائی جس سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ

لڑکی توسرے پیر تک سنبھری تھی!...! مگر خون سرخ ہی تھا جیسا سب کا ہوتا ہے۔  
”سنبھر دو.... سنبھر دو.... اوہ تم زخمی ہو۔“ شی نے کہا اور دوزا نو بیٹھ کر دوپتے کے آنجل سے زخم صاف کرتی ہوئی بولی۔ ”تم میرے گھر چلو میں اس کی ڈریں گے کر دوں گی۔“  
لیکن لڑکی کچھ نہ بولی....

”چلو....!“ شی نے پھر کہا۔  
لڑکی نے بھی کچھ نہ کہا! لیکن شی سمجھ نہ سکی۔ پتہ نہیں وہ کون سی زبان بول رہی تھی! شی نے سوچا کہ اگر یہی فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں بھی کوشش کی جائے یہ تینوں زبانیں وہ بخوبی بول اور سمجھ سکتی تھی۔ گواں کی تعلیم گھر ہی پر ہوئی تھی لیکن باقاعدہ طور پر ہوئی تھی۔

اس نے تینوں زبانوں میں باری اپنا مانی الصبر اُس پر واضح کرنے کی کوشش کی لیکن تاکام رہی! کیوں نکہ ازدواجی کی طرح یہ تینوں زبانیں بھی شاندی اس کے لئے نہیں تھیں۔  
آخر تھک ہاڑ کر شی نے اشاروں کا سہارا ایضاً چاہا اور اس سے کہا کہ وہ اس کے ساتھ گھر پڑے جہاں وہ اس کے زخم کی ڈریں گے۔

سنبھری لڑکی کی آنکھوں سے خوف جھانکتے لگا اور اس نے انکار میں سر ہلا دیا! آخر شی نے اپنا دوپتہ چھاڑ کر دیں زخم کی ڈریں گے شروع کر دی! جب وہ ڈریں گے کرچکی تو لڑکی نے اس کے ہاتھوں کو بوسے دیئے اور انہیں اپنے سر پر رکھ لیا۔ پھر جھانڈیوں کی طرف پچھے اس قسم کے اشدے کے جیسے کہہ رہی ہو کہ ثارچ لے کر اُدھر چلو۔

شی کا خوف رفع ہو چکا تھا اور وہ اُس لڑکی کے لئے اپنے دل کی گہرائیوں میں خلوص محسوس کرنے لگی تھی! لہذا وہ ثارچ روشن کر کے اُس کے ساتھ چلنے لگی۔ لڑکی لکھراتی ہوئی چل رہی تھی! شی نے ہمارے کے لئے اپنا دہناباڑو پیش کیا جو قبول کر لیا گیا۔

لڑکی اسے ایک ایسی جگہ لائی جہاں جھانڈیوں کے درمیان تھوڑی سی صاف جگہ تھی۔ یہاں شی کو ایک بہت بڑا گولہ نظر آیا، جو کسی دھات کا تھا اور اس کا قطر نویاد س فٹ سے کسی طرح کم نہ ہو گا۔ اس میں چاروں طرف کھڑکیاں سی نظر آرہی تھیں! لڑکی نے اشارے سے بتایا کہ وہ اسی طرح ثارچ روشن کئے کھڑی رہے! شی حیرت سے اُس گولے کو دیکھ رہی تھی! سنبھری لڑکی نے گولے پر ایک جگہ ہاتھ رکھا اور دھعنٹا ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ اس کا اوپری حصہ کھل گیا۔

پھر لڑکی نے شمی کے ہاتھ سے مارچ لے کر پیدا ہونے والی خلاء میں روشنی ڈالی۔ اس کے اندر بیٹھنا کسی قسم کی مشینری تھی۔ لڑکی کے اشارے پر اس نے مارچ اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے روشنی دکھاتی رہی اور وہ اسی خلاء میں دونوں ہاتھ ڈالے ہوئے مشین کے پروزوس کو غالباً تھیک کرتی رہی....! اوزاری سی دری میں وہ مشین ہلکی سی آواز کے ساتھ چل پڑی۔ یہ آواز اتنی ہی ہلکی تھی جتنا کسی بجلی کے سعیے کی ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد اس نے شمی کو بھیج کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پھر اسی گولے کے اندر جا بینی! شمی کی نارچ اب بھی روشن تھی۔

شمیری لڑکی اب کاغذ کے ایک ٹکلوے پر سونے کی ایک ٹپلی سی سلانخ سے کچھ لکھ رہی تھی۔ مگر وہ کیسا سوتا تھا جس کا شہر ا نقش کاغذ پر بھی اتر سکتا تھا۔ شمی کو شہری تحریر نظر آئی مگر فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ اسے پڑھ نہ سکی! شہری لڑکی نے کاغذ اس کے ہاتھ میں تمہادیا اور دور ہٹ جانے کا اشارہ کرتے ہوئے گولے کی وہ کھڑکی بند کر لی جس سے داخل ہوئی تھی۔....! شمی بڑی تیزی سے پیچھے ہٹی اور نارچ کی روشنی کا دائرہ گولے کے ساتھ ہی اپر اٹھتا چلا گیا۔....جب گولے نے زمین چھوڑ دی تھی تو ہوا کا اتنا زبردست جھونکا شمی کے جسم سے ٹکرایا تھا کہ اسے قدم سنبھالا و شوار ہو گیا تھا۔

وہ اپر دیکھتی رہی! لیکن اب اس گولے کا کہیں پڑھنہ تھا....شمی نے محوس کیا کہ اس کا جسم بُری طرح کاپ رہا ہے وہ جھاڑیوں سے نکل آئی اور گھر کی طرف چلنے لگی! مگر قدم رکھتی کہیں تھی اور وہ پڑتے کہیں تھے۔ نارچ بھی بھج چکی تھی لیکن شمی کو اندھیرے یا جالے کا کہاں ہوش تھا۔ دفعتائی سے اس کا گذرا کا خیال آیا جو شہری لڑکی نے دیا تھا اور جیسے ہی اس کی نظر اس کا گذرا پر پڑی اس کے قدم رک گئے۔ تحریر اندھیرے میں چک رہی تھی! مگر کیا وہ تحریر تھی؟ شمی اسے گھوڑتی رہی! یہ چار سطروں میں چند بے ڈھنگ سے نقوش تھے۔

وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑائے ان نقوش کو دیکھتی رہی....! پھر اگر پانی میں کسی وزنی چیز کے گرنے کی آواز سے نہ چوٹکتی تو نہ جانے کب تک اس کی یہ محیت قائم رہتی۔

اب وہ بہت تیزی سے گھر کی طرف جا رہی تھی! اگر پہنچ کر وہ سیدھی اپنی خواب گاہ میں چلی گئی.... اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے تک اس کے حواس درست نہیں ہو سکے! وہ اپنی مسہری پر پڑی

ہانپ رہی تھی اور سانس اتنی تیزی سے چل رہی تھی جیسے میلوں کا سفر یکساں رفتار سے دوڑ کر طے کیا ہو۔

آہستہ آہستہ اس کی حالت اعتدال پر آتی گئی۔ کچھ دیر بعد اس نے پھر اس کا گذرا کے ٹکلے پر نظر ڈالی مگر اب وہ بالکل صاف تھا! سنہرے نقوش غائب تھے! اس نے ٹیبل لیپ بجھادیا اس موقع پر کہ شاکنڈ فاسفورس کی طرح اندھیرے میں وہ نمیاں طور پر نظر آئیں لیکن اس بار اندھیرا بھی انہیں نہ چکا کا! کا گذرا بالکل صاف تھا۔



عمران نے بستر پر پڑے ہی پڑے ایک طویل انگڑائی لی! اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں چینا۔ ”ابے او.... سلیمان کے بچے.... اخبار....!“ سلیمان کچن میں تھا! اس نے ضروری نہیں تھا کہ وہ پہلی ہی آواز پر دوڑ آتا۔۔۔ دوسری یا تیسری آواز پر اس کے کان پر جوں رسنگی اور وہ ہاتھ جھلاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔۔۔ ”ہائیں.... ابے میں نے اخبار مانگا تھا....“ عمران آنکھیں نکال کر دھاڑا۔۔۔ ”جی ہاں.... میرا خیال ہے کہ آپ نے اخبار ہی مانگا تھا۔“

”پھر کہاں ہے۔۔۔ اخبار....!“ ”اسنوں میں تیل نہیں تھا....! کوئے سلکا نے پڑے اور کوئے خود بخود تو سلگتے نہیں ہیں!“ ”میا مطلب....!“

”اخبارات جلا کر کوئے دھکائے.... اور اب چائے تیار ہے۔“ ”ابے آج کا بھی جلا دیا؟“

”آج اوز کل سے کیا فرق پڑتا ہے۔ صاحب اخبار تو اخبار....!“ ”ہوش میں ہے یا نہیں!“ ”اس وقت تو میں ہوش میں ہوں لیکن بچھلی رات میں نے اکشا نمبر ون پی تھی اور آپ کا نیلا سوٹ پہن کر گیا تھا۔“

”ابے او انوکھے بھتیجے! میں تیری گردی رگڑوں گا۔ تجھے ابتنے پیسے کہاں سے ملے تجھے کہ اکشا

نمبر ون پی تھی!

”اللہ دیتا ہے صاحب۔ آپ کی جیب سے جالیں روپے نکالے تھے۔“

”ارے خدا غارت کرے.... میں تجھے ڈس مس کر دوں گا۔“

”سوچا تھا کہ بکال لوں اور اکشا نمبر ون پیوں.... مگر آپ کے نیلے سوت پر استری نہیں تھی! اس لئے صرف خواب دیکھ کر رہ گیا۔“

”بہت اچھا کیا تو نے!“ عمران نے یک بیک خوش ہو کر کہا۔ ”ورنہ تیرے جلق میں خراش پڑ جاتی، پینا ہی ہے تو شیپریکن پیا کر۔“

”ارے.... اخبار....!“

”آج کا اخبار.... میرا خیال ہے کہ وہ محفوظ ہے!“ سلیمان نے کچھ سوچتے ہونے کہا۔

”ابے آج کل تو شریف آدمیوں کی طرح گفتگو کیوں کرنے لگا ہے۔“

”محوری ہے جتاب اشرافت ہی کا زمانہ ہے۔“

”خبراء!“

سلیمان چلا گیا... اور عمران نے آنکھیں بند کر کے ایک جماہی لی اور پھر منہ چلانے لگا۔ اخبار آگیا! اس لئے لیٹھی ہی لیٹھے پہلے صفحہ پر نظر ڈالی اور پھر اس طرح بوکھلا کر اٹھ بیٹھا جیسے بچھوٹے ڈنگ مارا ہو۔

وہ سرخی ہی بوکھلا دینے والی تھی۔

اٹھیل جنس پیورو کے ڈائریکٹر جزل پر قاتلانہ حملہ....!

اٹھیل جنس پیورو کے ڈائریکٹر جزل خود عمران کے باپ رحمان صاحب تھے! اس نے بڑی تیری سے خبر پڑھ ڈالی۔

۱۳) اس تیرہ رات کے پچھلے حصے میں چند نامعلوم افراد رحمان صاحب کی کوئی میں داخل ہوئے! انہوں نے سب سے پہلے دونوں پہرہ داروں کو بے بس کر دیا تھا! کوئی کی کپاڈ میں دو رکھواں کے کتے تھے! پتہ نہیں کس طرح ختم کر دیا گیا کہ آس پاس والوں یا خود کوئی ہی کے لیکنیوں نے ان کا شور بھی نہ سن۔ رحمان صاحب اپنی خواب گاہ میں سور ہے تھے! اچانک ان کی آنکھ کھل گئی انہیں وہ چار نقاپ یوش نظر آئے.... ان میں سے ایک تو رحمان صاحب کی طرف

ریو اور تانے کھڑا تھا اور دوسرے کمرے کی چیزیں الٹ پلٹ کر رہے تھے۔ رحمان صاحب سے کہا گیا کہ خاموشی سے پڑے رہیں، ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا.... رحمان صاحب کچھ دیر تو ساکت و سامت پڑے رہے پھر اچانک انہوں نے خود کو سہری سے گردایا.... ان کی گرفتاری کرنے والا شاید غالباً ہو گیا تھا.... رحمان صاحب نے بڑی پھرتی سے اُسے گرا کر ریو اور چھین لیا.... اور پھر اُس کمرے میں فائزوں کی آوازیں گونجتے لگیں.... نامعلوم آدمیوں کو پہاڑ پر اپنا کیونکہ کوئی کے دوسرے افراد بھی بیدار ہو گئے تھے.... رحمان صاحب بعافیت ہیں ان کے جسم پر صرف معمولی سی خراشیں آئی ہیں! انہوں نے اخبار نویسیوں کو صرف واقعات ہی بتائے ہیں لیکن پس منظر بتانے سے انکار کر دیا ہے! ملکہ سراغرسانی کے بہترین دماغ مصروف تفتیش ہیں....!“

عمران اخبار پھینک کر کھڑا ہو گا....! پھر وہ نشست کے کمرے میں آیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ فون پر رحمان صاحب کے نمبر ڈائل کر رہا تھا! دوسری طرف سے کسی ملازم نے کال رسیو کی!

”ڈیلی کہاں ہیں!“ عمران نے پوچھا۔

”ڈیلی!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”آپ کون ہیں!“

”عمران!“

”اوہ.... چھوٹے سرکار....! اوہ آرام کر رہے ہیں!“

”سور ہے ہیں!“ عمران نے پوچھا۔

”پتہ نہیں! ٹھہر یے! دیکھ کر بتاتا ہوں۔“

عمران رسیو کاں سے لگائے رہا! تھوڑی دیر ہی بعد اُس نے رحمان صاحب کی بھرائی ہوئی آواز سنی! ان کی خواب گاہ میں بھی فون تھا....!

”ڈیلی.... میں عمران ہوں۔“

”ہاں!“

”کیا مجھے آپ تک آنے کی اجازت مل سکے گی! میں صبح کا اخبار....!“

”آجائو۔“ دوسری طرف سے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

عمران نے بڑی تیزی سے لباس تبدیل کیا۔ سلیمان ناٹھے لایا تھا لیکن وہ ہاتھ ہلاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

پکھ دیر بعد اس کی کار رحمان صاحب کی کوئی خی کی طرف جا رہی تھی۔

یہاں کوئی میں عمران کی آمد کا شہر ہو گیا تھا! وہ پورے ایک سال بعد کوئی میں قدم رکھنے والا تھا! یوں تو اکثر وہ پھانٹک ہی پر رک کر چوکیدار سے سب کی خبریت معلوم کر لیا کرتا تھا! کیونکہ رحمان صاحب کے حکم کے مطابق کماونڈ میں بھی اس کا داخلہ منوع تھا۔

مگر آج جبکہ رحمان صاحب کی طرف سے اجازت مل گئی تھی اور عمران آرہا تھا۔ اس کی پچاڑاد بہنیں پھانٹک ہی پر اس کا انتظار کر رہی تھیں! ان میں اس کی سگی بین لڑاکی شریا بھی تھی اور اس نے کچھ دیر پہلے ہی سے اپنے تیور میں تیکھاپن پیدا کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کی چچا زاد بہنیں اسے سمجھا رہی تھیں کہ وہ آج کوئی جھگڑے والی بات نہ نکالے۔

ویسے اس وقت تدریتی طور پر کوئی خی کی فضائیہ سکون ہی ہونی چاہئے تھی۔ کیونکہ بچپنی رات رحمان صاحب پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا اور وہ بال بال بچے تھے۔ مگر وہ شہرے عمران کے والد..... یعنی عمران انہیں کا بیٹا تھا جس کی نظر میں زندگی اور موت کی کوئی وقت ہی نہیں تھی! ان کے سخت ترین احکامات تھے کہ کوئی کی فضا پر ما تمی کیفیت نہ طاری ہونے پائے۔ اگر کسی کے بھی چہرے پر تنفس کے آثار دیکھے گئے تو اس کی اچھی طرح خبری جائے گی۔ بھی وجہ تھی کہ وہ سب اگر منزدروں نہیں تھے تب بھی یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ انہیں رحمان صاحب کی اس خواہش کا احترام کرنا گراں نہیں گذرے۔

جیسے ہی عمران کی کار پھانٹک پر پہنچی اس کی بہنیں سامنے آگئیں اور عمران کے چہرے پر ہوا یہاں اڑنے لگیں کیونکہ ان میں کوئی بھی معموم یا مشوش نہیں نظر آرہی تھی۔ شریا کے چہرے پر وہی پرانا تیکھاپن نظر آیا جو اس کے لئے مخصوص تھا۔

چچا زاد بہنوں نے اسے نیچے سے اوپر تک نہ لٹک دیکھ رہی ہوں کہ ٹوٹ پھوٹ کر تو واپس نہیں آیا۔

”اے... اے نہیں لائے... اپنی دوغلی جورو کو...!“ شریا نے چھٹتے ہوئے لجھ میں پوچھا۔

”جو غلی دورو...!“ عمران نے احمقانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ کر دہرا لیا۔

”ہاں... وہی سفید پر کی...!“ شریا آنکھیں چکا کر یوں۔ ”جو اس بی کے سینے پر موگ دلے گی؟“

”اے... وہ سفید... پر کئی نہیں ہے... اڑکتی ہے... اشیر ازی کی مادہ...!“

”روشنی کا نہ کرہے بھائی جان....“ اس کی چچا زاد بہن فرزانہ اس کی نائی کی گردہ درست کرتی ہوئی یوں۔

”ہمیں! اس کا نہ کرہے ہے.... مگر.... وکھوں میں ابھی تم لوگوں سے گفتگو کروں گا پہلے مجھے ذیڈی کے پاس جانے دو۔“

”آپ وہاں نہیں جا سکتے۔“ شریا آنکھیں نکال کر یوں۔ ”اس سے پہلے آپ کو اس بی کی جوتیاں کھانی پڑیں گی۔“

”اوہ....!“ عمران ایک طویل سانس لے کر پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ ”اچھا ہی ہوا کہ ناشستہ کر کے نہیں آیا.... مگر شریا! تم ابھی تک بوزخمی نہیں ہو گئی مجھے حیرت ہے۔“

اس کی چچا زاد بہنیں ہنسنے لگیں! اور وہ انہیں ہٹاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس بی برآمدے میں موجود تھیں۔

”کیوں رے.... کم.... بخت.... کیوں آیا ہے....!“ وہ پھوٹ پڑیں! ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور زبان سے جلی کی باتیں نکل رہی تھیں۔

عمران ان کے پیروں کے پاس دوڑا ہو گیا.... اور ان کی جوتیاں پیروں سے نکال کر اپنے سر پر رکھ لیں۔

”اس بی.... میں کیسے آتا.... آج بھی ذیڈی کی اجازت حاصل کئے بغیر نہیں آیا۔“

”تم دونوں یکساں ہو!“ اس بی یوں۔ ”دونوں ٹنڈل میرے ہی حصے میں آئے تھے۔“

اسی طرح وہ دل کا غبار نکالتی رہیں اور عمران گڑگڑا تارہا! شریا کو شاہد اس کی چچا زاد بہنوں نے کپاونڈ میں روک لیا تھا ورنہ یہ سلسلہ شاہد نامعلوم مدت کے لئے جاری ہو جاتا۔

کسی نہ کسی طرح عمران رحمان صاحب تک پہنچا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں ٹہل رہے تھے اور ان کے چہرے پر تشویش کے آثار قطعی نہیں تھے! البتہ وہ کسی گھری سوچ میں تھے! عمران کو دیکھ کر رک گئے اور پھر شریا کی طرح ان کے چہرے پر بھی درشتی کے آثار نظر آنے لگے۔

”تم کیوں.... آئے ہو....!“ انہوں نے غر اکر پوچھا۔

”میں.... میں.... آپ کی اجازت....!“

”ٹھیک ہے.... مگر کیوں آئے ہو۔“

میں اب دوبارہ بیہاں نہ آؤں! تاون فیکٹری وضاحتانہ کریں! ان کی اجازت برقرار رہے گی۔“  
وہ اماں بی کو سکتنا ہوا چھوڑ کر... پھانک کی طرف بڑھ گیا۔



دوسری رات بھی ڈاکٹر داور کو تجربہ گاہ ہی میں گزارنی تھی... شی دن ہی میں ان سے مل آئی تھی! لیکن اس نے اس سہری لڑکی کا تذکرہ ان سے نہیں کیا تھا... اگر اس کا غذر پر وہ روشن لکیریں موجود ہوتیں تو وہ ضرور بالضرور اس واقعہ کا تذکرہ پیاسے کرتی...!

اب چونکہ اسکے پاس کوئی ثبوت نہیں رہا تھا اس لئے وہ پر اسراز واقعہ کا تذکرہ کر کے اپنا معنکھ نہیں اڑوانا چاہتی تھی۔ کسی کو یقین نہ آتا! کیونکہ سبھی اسے ”ایک خواب دیکھنے والی لڑکی“ کہتے تھے۔  
اس وقت رات کے آٹھ بجے تھے اور شی اب بھی پکن ہی میں موجود تھی کیونکہ بیہاں کی کھڑکی سے وہ جگہ صاف نظر آتی تھی جہاں پچھلی رات اس نے اس سہری لڑکی کو بیٹھے دیکھا تھا۔  
اس کا وہ گرم جوش اور طویل یوسدہ اسے اب بھی یاد تھا اور جب بھی وہ اس کا تصور کرتی اُس کی پیشائی گرم ہو جاتی! اُس نے اُسے کتنے پیار سے بھیپنا تھا! مگر وہ کون تھی کہاں سے آئی تھی اور اُن طشتہ یوں کے نمونے بھی اس کی نظروں سے گزرے تھے! لیکن اسے ابھی تک علم نہیں تھا کہ اُنے والی میشیوں میں کسی ثی ایجاد کا بھی اضافہ ہوا ہے.... مگر وہ لڑکی... وہ اس سے کتنی مختلف تھی! اُس کے جسم کی رنگت کتنی غیر معمولی تھی.... اگر اس کے بازو پر ڈینے بھی موجود ہوتے تو وہ بے چون وچر اُسے کوئی پری تسلیم کر لیتی! اور یہی سوچتی کہ وہ اندر سمجھا کی کہانیوں کی کوئی سہری پری ہے۔ نیلم پری یا قوت پری اور زمرہ پری کی طرح!  
پھر اُسے سیاروں کا خیال آیا۔ اُس میں سے بعض آیا بھی تو ہیں۔ تو کیا وہ کسی دوسرے سیارے سے آئی تھی۔ وہ کھڑکی پر کھڑی اُس کے متعلق سوچتی رہی! اسے توقع تھی کہ شاندروہ آج پھر وہاں نظر آئے۔

اور اس کی توقع بھی پوری ہو گئی۔ اسے ٹھیک اُسی جگہ ایک متحرک ساسایہ نظر آیا جہاں ہس نے اُسے پچھلی رات کو دیکھا تھا۔  
مگر ممکن ہے وہ کوئی اور رہا ہو.... اس نے ایک بار کھڑکی سے ٹھاچا چاپھر رک گئی۔ یہ بھی

”میں نے صحیح کا اخبار دیکھا تھا۔“

”ضرور دیکھا ہو گا... پھر...!“

”وہ... آپ پر حملہ...!“

”ہاں... مجھ پر حملہ ہوا تھا...؟ مگر میں زندہ ہوں...!“

”میں آپ کو مبارک باد دینے آیا ہوں!“ عمران جل کر بولا۔

”نہیں! تم اس لئے آئے ہو کہ حملے کی وجہ معلوم کرو! ورنہ تمہیں مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں ہے!“

”آپ میں اس معاملے میں تو بالکل مجبور ہوں ڈیڑی۔ کیونکہ میری رگوں میں بھی آپ ہی کا خون ہے۔“

”بس جاؤ...!“ رحمان صاحب ہاتھ ہلا کر بولے۔

”میں وجہ معلوم کئے بغیر نہیں جاؤں گا... ڈیڑی۔“

رحمان صاحب نے گھنٹی کی طرف ہاتھ ہلا کیا۔

”شہر یے!“ عمران جلدی سے بولا۔ ”میں جا رہا ہوں لیکن وجہ معلوم کرلوں گا۔“

رحمان صاحب کچھ نہ بولے.... عمران باہر آگیا۔ اماں بی اب بھی اس کے انتظار میں برآمدے میں موجود تھیں۔

”ارے.... بس.... کیا واپس جا رہا ہے۔“

”ہاں.... اماں بی.... انہوں نے مجھے صرف ذلیل کرنے کے لئے بلایا تھا۔“

”تو مجھے بھی اپنے ساتھ لے چل میں اب بیہاں نہیں رہوں گی۔“

”میں گلے میں پسند اکا کر مر جاؤں گی، اماں بی اگر آپ ان کے ساتھ گئیں۔“ شریا بول پڑی۔

”ارے کم بختو تو پھر مجھے ہی زہر دے دو...!“

”اماں بی....!“ عمران ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”آپ بالکل فکر نہ کیجئے! میں اس

شریا کی بچی کو بھی اپنے ساتھ لے چلوں گا۔“

”ارے.... زبان سنبھال کر...!“ شریا چڑ کر بولی۔

”بس اماں بی.... اب اجازت دیجئے! میں آب آتار ہوں گا کیونکہ ڈیڑی نے یہ نہیں کہا کہ

تھی لہذا اشارے سے اُسے سمجھا نہ لگی کہ وہ کچھ دیر اس میں بیٹھیں گی اور وہ اُسے کہیں لے نہ جائے گی۔

شی پچھاہٹ کے ساتھ گولے میں داخل ہوئی۔ لیکن اسے یہ دیکھ کر بڑی حرمت ہوئی اس کا اندر ولی حصہ چوکر تھا۔ اور اس میں دو صونے پڑے ہوئے تھے! اُس کی اوپری سطح اتنی اوپری تھی کہ ٹھی کو اس سے مگر اجانے کے خوف سے جھلنا نہیں پڑا تھا! وہ اُس کے سر سے تقریباً دو فٹ اوپری تھی! ایک جانب دیوار میں ایک روشنی کی لیکر نظر آرہی تھی اور اسی لیکر کی تیز مگر ٹھنڈی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

اب یہ ایک بہت براکعب نامصدقہ معلوم ہو رہا تھا۔

مگر شی نے اس میں ذرہ برابر بھی گھٹن نہیں محسوس کی...! اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ایک کشادہ اور ہوادار کمرے میں بیٹھی ہوئی ہو۔

سنہری لڑکی اسے پیار بھری نظریوں سے دیکھ رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر ایک خواب آلو دی مسکراہٹ تھی... دفعتاً اُس نے ایک چڑی تھیلے سے کچھ چیزیں نکالیں۔

یہ دونوں یاں تھیں جن کی رنگت بخشی تھی... ایک چھوٹا سا ذہب تھا جس پر ایک چھوٹا سا بلب لگا ہوا تھا! اُس نے ایک ٹوپی اپنے سر پر منڈھ لی اور دوسری شی کے سر پر منڈھنے لگی... شی کا دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا اور بازار اپنے لشک ہوتے ہوئے بوس پر زبان پھیر رہی تھی.... ٹوپی اس کے سر پر منڈھ دی گئی اور اس کے کافوں میں عجیب قسم کی آواز گونجئی لگیں۔ ٹوپی کے دونوں طرف دو گونئے لٹکے ہوئے تھے، جو اُس کے دونوں کافوں پر منڈھ گئے تھے... ایک تار اس کی اور سنہری لڑکی کی ٹوپیوں کو ایک دوسرے سے ملاتا تھا اور اس کے وسط سے ایک دوسرے اس ذبے سے جملاتا تھا جس پر ایک چھوٹا سا برتنی قفقہ نصب تھا۔ قفقہ دوسرے ہی لمحہ میں روشن ہو گیا اور شی بڑی بڑی۔ ”پختہ نہیں تم کیا کرنے جارہی ہو۔“

”اس طرح ہم ایک دوسرے کو سمجھ سکیں گے۔“ لڑکی نے جواب دیا اور شی کا منہ حرمت سے کھل گیا۔ کیونکہ یہ جواب اردو ہی میں تھا! البتہ آواز اسی تھی جیسے کوئی مرغ گکروں کوں کی بجائے اردو بولنے لگا ہو۔

آواز میں وہ لوچ اور مٹھاں ہرگز نہیں تھی، جو شی نے پچھلی رات محسوس کیا تھا۔

ایک امتحانہ خیال تھا کہ وہ کل والی سنہری لڑکی ہو گی۔

دفعتاً اس سائے کے گرد بھلی سی روشنی پھیل گئی اور اسے اس کا نیلا الباڈ صاف نظر آگیا۔ وہ ویس کھڑی تھی جہاں اُس نے اسے پچھلی رات روئے دیکھا تھا۔

شی دروازے کی طرف بھاگی... اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے پیروں میں پر لگ گئے ہوں اور وہ اب کبھی زمین پر نہ پیس گے.... وہ بے تحاشہ دوڑتی ہوئی بنگلے سے نکلی اور ملکرے کی طرف مڑ گئی! یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ کسی ملازم نے اُسے اس طرح دوڑتے نہیں دیکھا۔ ورنہ سارے ہی نوکر اُس کے پیچے بھاگنے لگتے۔

وہ ملکرے سے نشیب میں اترنی چل گئی۔ سایہ قریب ہوتا جا رہا تھا اس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔

پھر اُس نے خود کو اس کی گرفت میں پایا وہ اُسے بھیجن بھیچ کر پیار کر رہی تھی۔

شی کہہ رہی تھی۔ ”میں تمہیں دوبارہ پا کر کتنی خوش ہوئی ہوں۔ میں آج سارا دن تمہارے متعلق سوچتی رہی تھی اور اس وقت پکن کی کھڑکی میں شائد تمہاری ہی منتظر تھی۔ تم بہت اچھی ہو! تمہارے پیار میں بڑی مٹھاں ہوتی ہے۔ مجھے آج تک کسی نے اس طرح پیار نہیں کیا۔“

پھر وہ بھی اُسی والہان انداز میں اسے پیار کرنے لگی۔

کچھ دیر بعد سنہری لڑکی اس کا ہاتھ تھا اسے جھاڑیوں کی طرف لے جا رہی تھی۔ شی اس کی دامنی ہتھیلی سے ایک عجیب قسم کی روشنی پھوٹتے دیکھ رہی تھی۔

مہیں مدھم سی روشنی اس کے گرد پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں وہ راستہ طے کر رہی تھی.... شی کی سمجھ میں نہ آسکا کہ اُس روشنی کی رنگت کیسی تھی!

اس نے ایک بار پھر خود کو اُسی اڑانے والے گولے کے قریب پیلا جس کا تجربہ اُسے پچھلی رات کو ہو چکا تھا۔

یہاں سنہری لڑکی کی ہتھیلی سے پھوٹنے والی روشنی پہلے کی بہ نسبت کچھ تیز ہو گئی۔ لڑکی نے گولے کی ایک کھڑکی کھوئی اور شی کو اندر چلنے کا اشارہ کیا۔

”کیوں نہیں! میں تمہارے ساتھ کہیں جانے سکوں گی! میرے پیلا پریشان ہوں گے۔“

لڑکی شائد اُس کے چہرے کے بدلتے ہوئے آثار کی بناء پر اُس کی مانی افسوس سے آگاہ ہو گئی۔

"تمہیں حیرت ہے۔" سہری لڑکی بھر بولی۔ "میں تمہاری زبان نہیں بول سکتی تھی... لیکن یہ آرے مجھے نہ صرف تمہارے خیالات سے آگاہ کرتا ہے بلکہ میرے خیالات تمہاری ہی زبان میں تمہارے کافوں تک پہنچاتا ہے۔" "میں نہیں سمجھی....!"

"تم جو کچھ بھی کہہ رہی ہو وہ اس آلے کے ذریعہ میری زبان میں بھرے کافوں تک پہنچ رہا ہے اور جو کچھ میں اپنی زبان میں کہہ رہی ہوں... وہ تمہاری زبان میں تم تک پہنچ رہا ہے... یعنی تم جو کچھ سوچتی ہو اسے میں بھی لیتی ہوں اور جو کچھ میں سوچتی ہوں اُس سے تم آگاہ ہو جاتی ہو۔" "تب تو یہ جادو ہے۔" شمی بولی۔

"نہیں یہ سائنس ہے.... ہم پارسیا کے باشندے بہت ترقی یافتے ہیں.... مگر یہ تو تاؤ کہ یہ کوئی سایارہ ہے....!"

"زمین؟" شمی نے کہا! اُس کا دل پھر دھڑکنے لگا۔ "زمین....!" سہری لڑکی نے حیرت سے دھر لیا۔ "میں یہ نام پہلی بار سن رہی ہوں... میں تو سمجھی تھی کہ میں ریاضی پر پہنچ گئی ہوں۔"

"اوہ... یہ ریاضی کوئی سایارہ ہے۔" شمی نے بھی حیرت ظاہر کی۔ "میں بھی یہ نام پہلی بار سن رہی ہوں۔ ہمارے نظام شمسی میں اس نام کا کوئی سایارہ نہیں ہے۔"

"ٹھہرو.... میں بتاتی ہوں کہ ہمارا سایارہ پارسیا کون ہے؟" اُس نے سونچ بورڈ کے ایک بٹن پر انگلی اور گولے کی چھت کھل گئی! شمی کو تاروں بھرا آسمان نظر آنے لگا۔

"وہ دیکھو!" سہری لڑکی نے ایک طرف انگلی اٹھائی۔ "وہ سب سے روشن سایارہ! اس سے بڑا سایارہ... وہی سایار سیاہ ہے۔"

"ارے وہ تو زبرد ہے.... اسے یونانی نہیں دیکھتے ہیں۔" "بالکل یونانی جو میں نے کبھی نہیں سناؤ۔ ہم پارسیا ہے ابھی لڑکی... میں وہیں سے آئی ہوں!" "اچھا چلو اس پارسیا ہی سکی۔" شمی نے فس کر کہا۔ "مگر وہ تو ویران ہے! اس میں زندگی کے آثار نہیں پائے جاتے۔"

"تب یقیناً تم لوگ ہم سے کم از کم پانچ سو سال پہچھے ہو! پارسیا کے سائندان پانچ سو سال پہلے یہی کہتے تھے کہ ریاضی یعنی تمہارا سایارہ غیر آباد ہے لیکن اب... اب یہی دیکھ لو کہ میں ریاضی میں موجود ہوں۔ تمہاری دوڑ میں ناقص ہے۔ ہمارا سایارہ تو لاکھوں برس سے آباد ہے۔" زہرہ کے متعلق یہ بالکل نئی دریافت تھی۔ شمی نے سوچا کہ اب وہ پیاکی معلومات کا منسلکہ اڑا سکے گی۔

"مجھے سخت حیرت ہے۔!" شمی بولی۔

"نہیں تمہیں تحریر نہ ہونا چاہئے! کیا تم نے کبھی کسی سایارے کا سفر کیا ہے۔"

"ابھی ہم ایسے راکٹ نہیں بنائے جن کے ذریعہ کوئی ایسا سفر ممکن ہو جائے کہ!"

"بس تو تم پارسیا سے تقریباً ایک ہزار سال پہچھے ہو۔ ایک ہزار سال پہلے پارسیا میں بھی ایسے ہی نے گراز بنانے کا مسئلہ دی پیش تھا، جو دوسرے سیاروں تک جا سکیں۔"

"فے گراز کیا؟"

"یہی جس میں ہم اس وقت بیٹھے ہیں۔"

"اوہ... تو یہ اڑنے والی مشین تمہارے پارسیا میں فے گراز کھلاتی ہے۔"

"ہاں ہم اسے فے گراز کہتے ہیں.... اب سے پانچ سو سال پہلے اس کی شکل مختلف تھی اس وقت یہ فپوف کھلاتی تھی۔"

"مگر اس دور میں یہ صرف پارسیا کی نظمائی پرواز کر سکتی تھی.... اس میں اتنی قوت نہیں تھی کہ یہ پارسیا کی قوت کش کی حدود سے نکل سکتی۔ اب ہم اسے اس مقام تک لے جاسکتے ہیں جہاں سے دوسرے سیاروں کی قوت کش کا اڑاں پر پڑ سکتا ہے.... مگر میرا فے گراز....!"

سہری لڑکی کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"کیوں کیا بات ہے....!" شمی نے پوچھا۔

"میں یہ سوچ رہی ہوں کہ میرے فے گراز میں یہ خرابی کیسے واقع ہوئی؟" "کیسی خرابی۔"

"یہ ریاضی کی قوت کش کی حدود میں کیونکردا خالی ہوا جب کہ یہ خصوصیت سے ڈولیدو... کیلئے بیالا گیا تھا۔ میں اس فے گراز سے سیکڑوں بار ڈولیدو تک سفر کر چکی ہوں.... لیکن اب ایسا

ہوتا ہے کہ سپارسیاکی قوت کشش کی حدود سے نکتے ہی اُس کا رخ ریایی کی طرف ہو جاتا ہے۔

”ڈولیڈو... کیا چیز ہے!“

”یہ سپارسیا سے قریب ترین سیارہ ہے... پتے نہیں تم لوگ اُسے کیا کہتے ہو۔“

”شی کچھ سوچنے لگی پھر اُس نے پوچھا۔“ تمہارا نام کیا ہے...“

”نام.... نام سے تمہاری کیا مراد ہے۔“

”تمہیں کیا کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے۔“

”اوہ.... میں سمجھی۔ لوگ مجھے پانچ لاکھ پچھنی ہزار تین سو سو لے کہتے ہیں۔“

”یہ تو نمبر ہوا۔“ شی نے جیرت سے کہا۔

”ہاں.... یہ نمبر ہی ہے!.... میں سمجھ گئی.... نام سے تمہاری کیا مراد ہے۔ ہاں دیکھو آج

سے ایک ہزار سال پہلے طرز حیات دوسرا تھا۔ اس وقت نام رنگے جاتے تھے... اس میں ایک

جمجمت تھی یعنی فلاں ابن فلاں۔ اب اس کا سوال ہی نہیں رہ گیا....! اس طرح ایک ہی نام کے

درجنوں باب اور بیٹیں بیک وقت مل جاتے ہیں لہذا اس دشواری کی بناء پر انتظامی امور میں خلل بھی

پڑتا تھا! اس زمانے میں سپارسیا کی سماجی زندگی پابندیوں سے بھرپور تھی.... یعنی ایک مرد اور ایک

عورت زندگی بھر کیلئے ایک دوسرے کے پابند ہوتے تھے۔ اس لئے وہ اپنی اولادوں کو صرف اپنے

ہی لئے مخصوص کرنے کی غرض سے انہیں خاص قسم کے نام دے دیتے تھے تاکہ والدین کی نسبت

سے بیچانے جاسکیں....! مگر اب اس کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔ شادی بیاہ کی رسم اب سپارسیا

میں نہیں پائی جاتی اس لئے ناموں کی بجائے نمبر چل رہے ہیں۔ یہ طریقہ زیادہ سائنسیک ہے!“

”باعث شرم و تنگ ہے!“ شی نے غصیل آواز میں کہا۔

”بہت پسندیدہ معلوم ہوتی ہوا!“ شہری لڑکی نہیں پڑی۔ ”سپارسیا میں اب سے ایک ہزار سال

پہلے اسی قسم کے لغو نظریات پائے جاتے تھے۔ جب تک سپارسیا میں شادی بیاہ کی دیناںوںی رسمات

چلتی رہیں سپارسیاتیق کے میدان میں آگے نہیں بڑھ سکا....!“

”بھلا شادی بیاہ کی رسمات کا سائنسی ترقی سے کیا تعلق۔“ شی نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”اف فو! مجھے تم سے خواہ خواہ محبت ہو گئی ہے... ورنہ تمہاری ذہنی سطح میری ذہنی سطح

سے بہت پیچی ہے!“

”ہونہہ... تم بڑی ذہین ہو...!“ شی چڑھی۔

”تم سے ہزار گناہ زیادہ... پیاری لڑکی!“

”میرے پیاہ بہت بڑے سائنسٹ ہیں میں انہیں کی لڑکی ہوں۔“

”سائنسٹ... بہت بڑے... ہاہا!“ شہری لڑکی مصلحتہ اڑانے والے انداز میں نہ پڑی۔

”تم مجھے خواہ خواہ غصہ دلاری ہو۔“

”اچھا بہت دلاوں گی۔“ شہری لڑکی یک بیک سنجیدہ ہو گئی۔ ”تم مجھے بہت پیاری کی گڑیا

لگتی ہوا اور پچھلی رات تم نے مجھ پر احسان کیا تھا۔“

”نہیں اس خیال سے خاموش نہ ہو جاؤ... ثابت کرو کہ تم مجھ سے زیادہ ذہین ہو۔“

”جس طرح کہو ثابت کر دوں۔“

”یہی سمجھا دو کہ شادی بیاہ کی رسم سائنسی ترقی میں کیسے حارج ہوتی ہے...!“

”اس طرح بہترین دماغ نہیں پیدا ہو سکتے۔ پیاری لڑکی....! خیر مجھے یہ جملہ پوری بحث کے

بعد کہنا چاہئے تھا۔“

”ہاں ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اپنے دونوں کانوں میں جھوپیں سی کیوں لٹکا کھی ہیں۔“

”ارے یہ آویزے ہیں۔“

”کیا یہ تمہارے سیارے میں عام طور پر لٹکائے جاتے ہیں؟“

”ہاں بھی تمہیں اس پر حیرت کیوں ہے! کیا تمہارے سیارے میں نبیور نہیں پہنچے جاتے؟“

”نہیں! خیر یہ بتاؤ کہ سارے آویزے ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے تم لٹکاتی ہو!“

”نہیں یہ صد بھا قسم کے ڈیزاپنوں میں ملتے ہیں۔“

”مگر تم نے خصوصیت سے اسی قسم کے کیوں لٹکائے ہیں۔“

”آہا... ارے مجھے یہی پسند ہیں۔“

”تم ان سے مطمئن ہو...!“

”مطمئن نہ ہوتی تو خریدتی کیوں...!“

”اچھا اگر ایسے آویزے تمہارے کان میں لٹکادیے جائیں جو تمہارے اپنے معیار مطابق

بد صورت ہوں تو۔“

”میں انہیں انتار پھینکوں گی۔“

”آخر کیوں؟“

”اُس لئے کہ وہ میری پسند کے مطابق نہ ہوں گے۔“

”تو اس سے تمہارا نقضان کیا ہو گا۔“

”ہو گا کیوں نہیں! میں ان کے متعلق خلش میں بتلار ہوں گی....! شاید ان کی وجہ سے کسی دوسرے کے مقابلے میں مجھے احساس کتری بھی ہونے لگے۔“

”اس احساس کتری ہی سے تمہارا کیا نقضان ہو گا۔“

”بہت بڑا نقضان.... احساس کتری شخصیت کے لئے تم قاتل سے کم نہیں ہوتا۔“

”ٹھیک ہے.... اگر تمہاری شخصیت بر باد ہو چکی ہے تو تمہاری اولادیں کیسی ہوں گی۔“

”ختم کرو....!“ شی جھینپ کر بولی۔ ”میں پچھے نہیں سننا چاہتی! اگر تم اس قسم کی باتیں کرو گی تو میں اٹھ جاؤں گی۔“

”سنہری لڑکی پہننے لگی.... اور پھر بولی۔ ”اگر تم اپنے شوہر کے معاملے میں کسی قسم کی خلش میں بتلا ہو تو یقین رکھو کہ اُس خلش یا اس ذہنی گردہ کی پرچھائیں تمہاری اولاد کی شخصیت پر ضرور پڑے گی.... اگر تم ایک دوسرے سے مطمئن نہیں ہو تو تمہارے پچھے غیر متوازن شخصیتوں کے حامل ہوں گے۔ اس طرح سائنس کی ترقی رک سکتی ہے۔“

”پھر وہی میں کہتی ہوں خاموش رہو!“ شی شرم سے سرخ ہو گئی تھی۔

”تم مجھ سے ہزارہا سال پہچھے ہو!“ سنہری لڑکی مسکرائی۔ ”خیر اب ہم اس تذکرے کو ترک کر دیں تو بہتر ہے ورنہ ممکن ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے متفہر ہو جائیں!“

”تمہاری رنگت سنہری کیوں ہے....!“ شی نے موضوع بدلنے میں مدد دی۔

”بس ہم ایسے ہی ہوتے ہیں! اہا! دیکھو! میں نے اپنے سیارے میں کسی سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا کہ میرا فے گراز مجھ کو ڈولیڈو کی بجائے ریائی میں لے جاتا ہے.... تم بھی میرا تذکرہ کسی سے نہ کرنا!“

”واہ....!“ شی بولی۔ ”میں تو تمہیں اپنے پیاس سے ملانا چاہتی تھی!“

”ہرگز نہیں.... ہرگز نہیں! اس پر مجھے کبھی مجبور نہ کرنا ورنہ ہماری دوستی قطعی ختم

”ہو جائے گی.... اور اگر میں نے سپارسیا میں کسی سے اس کا تذکرہ کر دیا تو مجھے اپنے فگراز سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔“

”کیوں....؟“

”اس پر حکومت قبضہ کر لے گی اور یہ معلوم کرنے کے لئے اس کے پرچے اڑاویے جائیں گے کہ یہ ڈولیڈو کی بجائے ریائی کیوں پہنچ جاتا ہے۔“

”ہاں.... مجھے بھی بتاؤ کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔“

”میں نہیں جانتی۔“

”اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم آج بھی ٹھیک اسی جگہ کیسے پہنچ گئیں جہاں کل پہنچی تھیں! ظاہر ہے کہ اپنے سیارے کی قوت کشش کے دائرة اڑ سے نکل آنے کے بعد تمہاری فے گراز تمہارے قابو سے باہر ہو جاتا ہو گا! یعنی اس کی رفتار اس کے مشینی نظم کی رہیں منت نہ رہ جاتی ہو گی.... لہذا ایسی صورت میں تم نے اسے ٹھیک اسی جگہ کیسے اٹا را۔“

”یہ اتنا حیرت انگیز نہیں ہے.... پیاری لڑکی جتنا کہ اس کا ڈولیڈو کی بجائے ریائی آپنچتا۔ کل میں وقت دیکھ کر چل تھی۔ ہمیشہ اسی طرح روانہ ہونا پڑتا ہے.... لہذا آج بھی ٹھیک اسی وقت روانہ ہوئی جس وقت کل روانہ ہوئی تھی! اس طرح میں ٹھیک اسی جگہ آپنچی، جہاں کل اسی وقت پہنچی تھی!“

”مگر کیا یہ ضروری ہے کہ آج بھی تمہیں یہاں تک پہنچنے میں اتنا ہی وقت صرف ہوا ہو! چو خیر میں اسے بھی تسلیم کے لیتی ہوں کہ دونوں سیارے یکساں رفتار سے اپنے محوروں پر گردش کرتے ہوں، لیکن کیا ان کی سورج کے گرد والی گردش روائی اور پہنچنے کے مقامات میں تبدیلی کا باعث نہیں ہو سکتی!“

”یہی تو میں بھی بوجتی ہوں لیکن یہ مسئلہ میں ابھی تک نہیں حل کر سکی.... اچھی لڑکی.... اگر میں اپنی اس اتفاقیہ دریافت کا اعلان سپارسیا میں کر دوں تو جانتی ہو میرا کیا مقام ہو!“

”تمہارا اشمازوہاں کی بہت بڑی ہستیوں میں ہونے لگے۔“

”مگر میں ایسا نہیں کروں گی۔“

”کیوں؟“

خراب ہو گئی تھی....! اس مارچ کے گلوبازم ٹھنڈے پر گئے تھے اور میں اندر ہیرے میں ٹھوکر کھا کر گر پڑی تھی.... اگر تم نہ ہوتی تو مجھے یہیں خود کشی کر لینی پڑتی.... کیونکہ کسی شریر ہستی کی نظر مجھ پر پڑ جاتی تو پھر میں کیا کرتی۔ تم خود سوچوں میں یہ فگراز اس کے ہاتھ لگتے دیتی اور نہ وہ مجھ پر ہی قابو پاسکتا....!

”مگر تم اسے کیسے برباد کر تیں!

”اس میں چار توپیں بھی موجود ہیں اور کافی میگزین ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اگرچہ توپیں دوسرے مقصد کے لئے ہیں لیکن انہیں سے اسے بنا بھی کیا جاسکتا ہے۔ صرف طریقہ استعمال میں تھوڑی سی تبدیلی کرنی پڑے گی اس کے بعد اس فے گراز کا ایک نکلا بھی کسی کے ہاتھ نہ آسکے گا۔“

”اب دو باتیں اور بتاؤ.... اول تو یہ کہ گلوبازم کیا بلہ ہے.... تم نے ابھی مارچ کے سلسلے میں اس کا تذکرہ کیا تھا۔“

”اب پہ نہیں تم لوگ ان چکدار ذرات کو کیا کہتے ہو۔ ہم سپارسیا والوں نے انہیں گلوبازم کا نام دیا ہے یہ گندھک اور پارے سے بنائے جاتے ہیں پھر انہیں ریڈیم سے مارچ کیا جاتا ہے.... چلو دوسری بات جلدی کرو....! مجھے تھیک ساتویں منٹ پر یہاں سے روانہ ہونا چاہئے!“

”فے گراز میں توپوں کی موجودگی کا مقصود.... کیا تم انہیں کسی کے خلاف استعمال کرتی ہو۔“

”نہیں! یہ جنگ و جدل کے کام میں نہیں آتیں بلکہ ان پر ہی کامیابی سفر کا درود دار ہوتا ہے.... اکثر ہمارے فے گراز ایسے مرحلوں پر ہوتے ہیں جہاں مختلف سیاروں کی قوت کشش کی سرحدیں ملتی ہیں.... اواہاں فے گراز خلاء میں محل ہو کر رہ جاتے ہیں انہ آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ پیچھے لوٹ سکتے ہیں....! اس وقت یہ توپیں استعمال کی جاتی ہیں ادھماکوں کے دھچکے فے گراز کو آگے بڑھاتے ہیں۔ پھر جیسے ہی فے گراز مختلف کششوں کے اس متوازن حلقہ اڑسے نکلتا ہے.... کسی ایک سیارے کی قوت کشش اس پر غالب آجائی ہے اور وہ اُسی طرف کھپاپلا جاتا ہے۔“

”اچھا بس.... میں پھر آؤں گی۔ تمہارے لئے میں بھی بے چینی محسوس کرتی ہوں تم بہت پیاری ہو.... کاش سپارسیا میں ہو تیں۔“

”سہری لڑکی نے اپنے سر سے رنگین چڑے کا خود انداز دیا اور پھر شی کے سر سے بھی انداز۔

”محض تمہاری وجہ سے مجھے ریایی کے باشندوں سے ہمدردی ہو گئی ہے۔ اگر سپارسیا والوں کو اس کا علم ہو جائے تو وہ ڈولیڈھی کی طرح ریایی کو بھی جاہ کر دیں! تم لوگ سپارسیا والوں کا مقابلہ نہیں کر سکو گے! سپارسیا کے صرف دس آدمی اور ایک فے گراز پورے ریایی کو تدبیہ والا کر دینے کے لئے کافی ہوں گے! اور تم میں سے جو زندہ بچپن گے وہ سپارسیا والوں کے غلام کھلانیں گے!“

”اوہ....!“ شی کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔“

”اور اگر تم نے یہاں کسی سے میرا تذکرہ کر دیا تھا بھی میرا فے گراز خطرے میں پر جائے گا اور پھر شام کیں کبھی سپارسیا بھی واپس نہ جا سکوں۔“

”ہاں تم مصیبت میں پر ڈسکتی ہو۔“ شی تشویش کن لہجے میں بولی۔

”بلیں.... اگر تم یہ چاہتی ہو کہ ہم ایک دوسرے سے ملنے پر ہیں تو میرے متعلق کسی کو بھی نہ بتانا! حتیٰ کہ اپنے بیبا کو بھی اس سے لاعلم ہی رکھنا! تم نے ابھی بتایا کہ وہ سائنسیت ہیں! لہذا وہ بھی میرے فے گراز کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ دیکھو.... میں پھر کہتی ہوں اگر تم نے کسی سے بھی تذکرہ کیا تو میری موت کی تم ہی ذمہ دار ہو گی۔“

”نہیں میں کسی سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کروں گی....! چلو میرے ساتھ میرے گھر چلو۔“

”پھر کبھی! اب مجھے واپس جانا چاہئے۔ ورنہ میں سپارسیا کے کسی دیران حصے میں جاپڑوں گی اور پھر مجھے بہت دیر تک ادھر اور ڈھنڈنا پڑے گا۔“

”اچھا مجھے اس روشنی کے متعلق بھی بتاؤ جو تمہارے ہاتھ سے نکلتی ہے!“

”ہاتھ سے نہیں نکلتی! بلکہ یہ ایک قسم کی مارچ ہے جو سپارسیا کے ہوا باز استعمال کرتے ہیں! یہ دیکھو....!“ سہری لڑکی نے داہمی ہتھیلی شی کے سامنے کر دی اور اب شی نے دیکھا کہ

اس کے ہاتھ نگے نہیں تھے، بلکہ ان پر چڑیے کے دستانے تھے اور ان دستانوں کی رنگت بھی سہری ہی تھی! مگر ہتھیلی کے برابر گولائی میں گہر ایسیز رنگ نظر آ رہا تھا.... وفتا لڑکی نے فے

گراز کے اندر کی روشنی مگل کر دی.... اور شی نے دیکھا کہ اس کی داہمی ہتھیلی کے بزر دائرے سے روشنی پھوٹنے لگی ہے! آہستہ آہستہ فے گراز میں اتنی ہی تیز روشنی پھیل گئی جتنی کچھ دیر پہلے خود

فے گراز کا برقی نظام پھیلانا تھا۔

”کل مجھ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے تھے!“ سہری لڑکی نے کہا۔ ”فے گراز کی مشینزی

دوسرے ہی لمحے میں وہ اُسے پھر بھیجنے کی پیار کر رہی تھی! اس بارٹی نے بھی اتنی ہی گرجوٹی کا اظہار کیا۔

پھرٹی نے گراز سے باہر آگئی! اور چھپلی ہی رات کی طرح ایک بار پھر اسے ہوا کے زور وار جھوکے کا تجربہ ہوا..... نے گراز فضائیں بلند ہو چکا تھا۔



عمران نے جولیا کے نمبر ڈائل کئے! لیکن دوسری طرف سے جواب نہیں ملا۔ اُس نے سر کو اس طرح خفیف سی جبٹی دی جیسے وہ اس پر مطمئن ہو!

پھر دوسرے ہی لمحے میں پرائیوریٹ فون کی گھنٹی بجی اور وہ سونے کے کمرے کی طرف پکا۔ اس فون پر دوسری طرف سے بولنے والا! بلیک زیر و تھا!

”جی ہاں.... رحمان صاحب! آفس سے نکلے تھے۔“ بلیک زیر و کہہ رہا تھا۔ ”لیکن ان کی گاڑی خراب ہو گئی....! اس لئے انہیں گھروابیں جانے کے لئے جگی منگوانی پڑی! کیپٹن خاور اس نیکی کا تعاقب کر رہا ہے اور اس سے ٹرانسیسیٹر پر برابر خبریں مل رہی ہیں! نیکی بہت تیز رفتاری سے چھپم رود پر جارہی ہے.... یعنی آپ سمجھتے ہی ہیں۔“

”خادر سے کہو کہ اب وہ تحری فائیو کے سیٹ پر اطلاع دے.... پانچ منٹ بعد... جلدی کرو! غالباً وہ اپنی ہی گاڑی میں ہو گا۔“

”جی ہاں....!“

”تب تو تحری فائیو کے سیٹ پر بھی اطلاع دے سکے گا اچھا.... ہری آپ....!“

عمران نے سلسلہ مقطوع کر کے.... بڑی تیزی سے بس تبدیل کیا! اور فلیٹ سے باہر آکر کار میں بیٹھا.... ڈلیش بورڈ پر بائیس جانب ایک سونچ دلانے سے ایک چھوٹا سا خانہ نمایاں ہو گیا جس کے اوپری حصے پر جالی لگی ہوئی تھی اور نچلا حصہ مانگر و فون کے ہارن سے مشابہ تھا! کار چل پڑی! عمران کی نظر گھٹری پر تھی! ٹھیک پانچ منٹ بعد ڈلیش بورڈ پر ظاہر ہونے والے خانے سے آواز آئی۔ ”ہیلو.... ہیلو!.... تحری فائیو پر کون ہے؟“

”علی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ ایچ۔ ڈی۔ آکسن....!“

دوسری طرف سے قبیلے کے ساتھ کہا گیا۔ ”آپ ہیں! کیوں جناب کیا آپ کے والد صاحب بھی بالکل آپ ہی کی طرح ہیں!“

”اگر وہ میری طرح ہو گئے ہیں تو مجھے خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔“

”وہ خود ہی موت کے منہ میں جائیٹھے ہیں عمران صاحب!“

”اس وقت نیکی کہاں ہے۔“

”چھپم رود پر.... اب میں نے اپنی گاڑی اس سے آگے نکال لی ہے اور عقب نما آئینے میں اُسے دیکھ رہا ہوں۔“

”یہ بہت اچھا طریقہ ہے! تعاقب کا شہر نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ہوشیاری کی ضرورت ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ یہ سفر شہر کے باہر ہی ختم ہو گا۔“

”پرواہ نہ کرو....! میں بھی چھپم رود پر چکنچتی ہی والا ہوں مگر تم کس سمت جا رہے ہو۔“

”مشرق کی طرف....!“

”میں سمجھ گیا....! ابے فکر رہو۔“

”لیکن یہ کیا قصہ ہے عمران صاحب! ایسی صورت میں جب کہ پہلی رات رحمان صاحب پر حملہ ہو چکا تھا انہوں نے اس وقت ایسی بداعتیا طی کیوں برتنی! غالباً آپ کو ایکس ٹونے حالات سے آگاہ کر دیا ہو گا اپکھد دیر پہلے میں اُسی کو اطلاعات دیتا رہا ہوں!“

”ہاں مجھے علم ہے کہ ان کی کار خراب ہو گئی تھی اس لئے انہوں نے نیکی منگوائی! مگر یہ ضروری نہیں کہ انہیں اس وقت گھر ہی جاتا رہا ہو! ہو سکتا ہے کہ تم نے محض شے کی بناء پر تعاقب شروع کر دیا ہو!“

”رحمان صاحب کا تعاقب تو میں ایکس ٹونے کے حکم کے مطابق صبح ہی سے کر رہا ہوں۔ گھر سے آفس تک بھی میں نے ان پر نظر رکھی تھی اور میں نے وہ گفتگو بھی سنی تھی جو انہوں نے ڈرائیور سے کی تھی اس لئے شے کا سوال ہی نہیں یہیدا ہوتا اور یہی شے کا نام ہی نہ لینا چاہئے کیونکہ میں نے تو اس موقع پر تعاقب شروع کیا تھا کہ وہ نیکی انہیں گھر ہی لے جائے گی۔“

”تب تو نیک ہے...! اب میں بھی چھپم رود پر پہنچ کا ہوں اور میرا خ مشرق کی جانب ہے۔“

”چلے آئیے....! ابھی تک پہلی کار سید ہی آرہی ہے اور ہم شاہک شہر سے دس میل باہر“

آپکے ہیں۔ اگر آپ تیز رفتاری سے آئیں تو بہتر ہے!“  
”بے فکر رہو۔“

عمران کی کار کی رفتار پہلے ہی سے کافی تیز تھی! وہ سوچ رہا تھا کہ آخر یک بیک وہ کیا کھیل شروع ہو گیا ہے۔

ڈینی پر حملہ کیوں ہوا تھا اور حملہ آوروں کو کس چیز کی تلاش تھی؟ کیا وہ کوئی مکمل جاتی راز تھا جس کی بناء پر رحمان صاحب نے اس میں شریک کرنے سے انکار کر دیا تھا....! وہ سوچتا رہا اور کار تیزی سے راستے پر کرتی رہی۔ آخر کار وہ شہر کی حدود سے نکل آیا۔

اچاک خاور کی آواز پھر آئی۔ ”یہی داہمی جانب ایک کچے راستے پر چڑھی ہے۔“

”اب کیا کرو گے؟“ عمران نے پوچھا۔

”اب کیا کرنا چاہئے۔“

”اپنی گاڑی اسی جگہ روک کر.... پیدل اور جاؤ جہاں سے یہی مڑی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں! ممکن ہے اس طرح کوئی صورت نکل آئے میں بہت تیزی سے آرہا ہوں!“ خاور کی آواز پھر نہیں آئی۔ سورج کی آخری کرنیں اوپنے درختوں کی چوٹیوں پر نارنجی رنگ بکھیر رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد عمران کو خاور نظر آیا وہ سڑک کے کنارے کھڑا نماں کی جانب دیکھ رہا تھا۔ عمران نے کار اسی کے قریب روک دی۔

”اوھر....!“ خاور نے شمالی جانب ایک کچے راستے کی طرف اشارہ کیا۔ جو تقریباً آدھے فرلانگ کے بعد داہمی طرف مر گیا تھا۔

عمران نے سر ہلا کر چاروں طرف نظر دوڑا۔.... سڑک کے دونوں جانب جنگلوں کے سلسلے بکھرے ہوئے تھے۔

”اس کچے راستے پر ناٹروں کے نشانات ہماری راہنمائی کر سکتے ہیں۔“ خاور نے کہا۔ ”اور اسی اطمینان پر میں نے مکہلی شہر نا مناسب سمجھا تھا ورنہ کوئی دوسرا راہ نکالتا۔“

”ایکس ٹوکی پارٹی کے بعض افراد حقیقتاً ہیں ہیں۔“ عمران نے ایک طویل سانس کے ساتھ کہا۔

رحمان صاحب تو اس وقت چونکے جب یہی گرینگ اسٹریٹ سے چیتم روز پر مڑی!  
”اوھر کہاں؟“ انہوں نے پوچھا۔

”صاحب.... اوھر سڑک بند ہے.... فلم سینی والے شوہنگ کر رہے ہیں! آگے سے مغل اسٹریٹ میں موڑ کر نکال لے چلوں گا۔“

رحمان صاحب پھر مطمئن ہو گئے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ روز روشن میں ان کے خلاف کسی قسم کی سازش کی جاسکے گی۔ انہوں نے نیویارک نامنز کا ویکلی ایڈیشن کھول لیا جو آج کی ڈاک سے موصول ہوا تھا۔.... پھر وہ اس پر اس طرح کھو گئے کہ وقت کا بھی احساس نہ رہا۔.... مگر جب اندر ہیرا پھیل گیا تو انہیں ہوش آیا۔.... اور اس اندر ہیرے کی نوعیت کا علم ہوتے ہی انہیں اپنی غلطی کا احسان ہوا۔.... وہ رات کا اندر ہیرا نہیں تھا بلکہ اب یہی کا پچھلا حصہ ایک ایسے صندوق میں تبدیل ہو گیا تھا جس سے شائد ان کی آواز بھی باہر نہ جاسکتی تھی۔.... ان کے اور ڈرامیور کے درمیان ایک دیوار کی حائل ہو گئی اور کھڑکیوں کے شیشے بھی تاریک ہو گئے تھے۔.... رحمان صاحب نے شیشوں ہی پر کے برنسانا شروع کر دیا مگر وہ شیشے تو تھے نہیں کہ چور چور ہو جاتے۔.... ان کا داہنا باتھ بُری طرح دکھنے لگا تھا۔.... لیکن اندر کی ہتاریکی جوں کی توں رہی!.... دراصل کھڑکیوں پر بھی کسی وحات کی پلیٹیں ہی چڑھ گئی تھیں! اور یہ تبدیلی کسی قسم کے مکنزر میں کی رہیں ملت ہو سکتی تھی۔

کچھ دیر بعد تک جدو جدد کرتے رہے پھر تھک ہادر کر سیٹ پر گر گئے۔ اگر ان کی کلامی پر ریڈیم ڈائل کی گھٹری نہ ہوتی تو انہیں وقت کا اندازہ بھی نہ ہوتا۔

کچھ دیر جب دھچکے لگنے لگے تو وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ شائد اب یہی کسی کچے راستے پر چل رہی تھی۔

پندرہ منٹ بعد یہی رک گئی۔....! وہ دھپکار کئے ہی کا تھا! اور اسی دھپکے کے ساتھ ہی یہی کا پچھلا حصہ پھر اپنی پچھلی حالت پر آگیا تھا۔ چاروں طرف اٹھی ہوئی دیواریں نیچے سر کر گئیں۔

ہو گئی تھیں! رحمان صاحب نے ڈرائیور کی طرف دیکھا جو تمخر آمیز انداز میں ان پر ہنس رہا تھا... نیچے دو آدمی نظر آئے جن کے ہاتھوں میں رانفلسی تھیں۔

"اتریے... جتاب!" ڈرائیور نے کہا۔ "چچلی رات تو آپ نے بڑی پھرتی دکھائی تھی۔"

رحمان صاحب اسے قہر آکونڈا ہوں سے گھورتے ہوئے نیچے اتر گئے۔

دونوں رانفلسی ان کی پشت سے آگئیں اور انہیں ایک سمت پلنے پر مجبور کیا جانے لگا۔

"تم لوگ بہت برا جرم کر رہے ہو!" انہوں نے غصیل آواز میں کہا۔

"یقیناً! اگر ہم پکڑ لے گئے تو یہ ایک بہت برا جرم ہو گا۔" نیکی ڈرائیور نے ہنس کر کہا۔

رحمان صاحب چلتے رہے... ایک پتلی گلڈنڈی تھی اس پر یہک وقت صرف ایک آدمی چل سکتا تھا۔ دونوں طرف سرکندوں کی گھنی جھاڑیاں تھیں۔ بعض مقامات پر تو انہیں سامنے سے ہٹائے بغیر بڑھنا ہی ناممکن ہو جاتا تھا۔

رحمان صاحب کے آگے ڈرائیور پل رہا تھا... اور پیچھے دوسرا آدمی تھا جس کی رانفل کی تال رحمان صاحب کی پشت سے لگی ہوئی تھی۔



ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا اور اتنا اجالا تو تھا ہی کہ عمران اور خاور جھاڑیوں کے درمیان اس مسلح آدمی کو دیکھ لیتے، جو نیکی کے قریب کھڑا سگریٹ سلاکر رہا تھا۔ اس نے اپنی رانفل نیکی سے ٹکا کر کھڑی کر دی تھی۔ ابھی اس نے جلی ہوئی دیساں ای بھی نہیں چھینکی تھی کہ خاور نے اس پر چھلاگ لگائی۔

اس وقت عمران اور خاور دونوں کے چہروں پر نقاہیں تھیں۔

وہ آدمی چوکہ بے خرب تھا اس لئے سنبل نہ سکا... خاور نے دو ہی تین روپوں میں اس کے کس مل نکال دیے! وہ بالکل خاموش تھا اور ان دونوں نقاب پوشوں کو اس طرح آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر دیکھ رہا تھا جیسے وہ آسمان سے ٹپک ہوں۔

"جان سے مار دوں گا....!" خاور غرابیا۔

"ارے نہیں.... اس کی ضرورت ہی کیا ہے! اگر یہ زبان کھولنے میں جلدی کرے۔"

عمران نے کہا۔

"یہ نہیں بتائے گا... ہم خود ہی تلاش کر لیں گے۔" خاور نے کہا اور اس کا گلا گھوٹنے لگا۔

"میٹ... ٹھہرہا!" وہ بھرا تی ہوئی آواز میں بولا۔

گردن پر خاور کی گرفت ڈھیل ہو گئی۔ لیکن وہ اسے اپنے پیروں پر بدستور جکڑے رہا۔

"تم کیا چاہتے ہو۔"

"ڈاٹریکٹر صاحب کو کہا ہے گئے گئے ہیں!" خاور نے پوچھا۔

"تم کون ہو۔"

"ارے... میرے سوال کا جواب...!" خاور نے پھر گردن پر زور دیا۔

"اڈھر...!" اس نے داہنی جانب گردن گھما کر کہا۔ "جھاڑیوں میں پکڑنے کے اور آگے

لکڑی کا مکان... ہے...!"

اتھی دیر میں عمران اپنی نائی سے اس کے دونوں پیروں پر باندھ چکا تھا۔ پھر اس نے خاور کی نائی

بھی کھوئی اور مغلوب کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دیئے۔ جب انہوں نے اس کے منہ

میں روپاں ٹھونے کا قصد کیا تو اس نے گھکھایا کر کہا۔ "میں قطعی شور نہیں چاہوں گا۔" اور اپنا منہ

جھٹی سے ہند کر لیا۔ پھر اس کا منہ کھلوانے کے سلسلے میں خاور کو تھوڑا انتہاد بھی کرنا پڑا۔

بہر حال تھوڑی ہی دیر بعد وہ اس کے منہ میں روپاں ٹھونس کر ایک طرف جھاڑیوں میں

ڈال آئے۔

پکڑنے کی جھاڑیوں کی وجہ سے دشوار گذار ہو گئی تھی۔ اگر ان کے چہرے بھی

نقاہوں میں پوشیدہ نہ ہوتے تو پیروں پر ہی لاعداد خراشیں آئی ہوتیں! ہاتھ میں دستانے تو

انہوں نے پہلے ہی سے بین رکھتے تھے۔ سیکڑ سروں والوں کا اصول تھا کہ اپنی مہمات میں

دستانے ضرور استعمال کرتے تھے۔

"وہ چلتے رہے...؟ پکڑنے کی طرف مڑی نہیں تھی۔ اب تاریکی پھیلنے لگی

تھی.... اور جھینگروں کی جھائیں جھائیں سے ان کے کانوں میں سنناہت سی ہونے لگی تھی....

شام نبتابزادہ خنک تھی.... پکڑنے کے اختتام ہی پر انہیں وہ لکڑی کا مکان نظر آگیا جس کی

چھتیں سرکندوں کی جھاڑیوں سے زیادہ اوپنی نہیں تھیں.... یہاں جھاڑیاں بلند زمین پر تھیں اس

لئے وہ مکان ہر طرح سے محفوظ تھا۔ درمیان میں ٹھوڑی سی جگہ شاکد آمد و رفت کے لئے صاف کر لی گئی تھی۔... ورنہ نشیب میں بھی مکان کے گرد جھائیاں ہی جھائیاں بکھری ہوئی تھیں۔

عمران نے خادر کے شانے پر با تھر کر دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ اس نے مڑ کر آہستہ سے کہا۔

اور وہ دونوں زمین پر لیٹ کر بہ آہنگی مکان کی طرف سکتے گے۔



کمرے میں رحمان صاحب سمیت چھ آدمی تھے۔ ان میں سے تین نے اپنے چہرے نقابوں سے چھپا کر تھے اور دو تو رحمان صاحب کے ساتھ ہی آئے تھے! ٹیکسی ڈرائیور کے متعلق اب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ وہ میک اپ میں ہے۔ دوسرا آدمی جس کے ہاتھ میں راکفل تھی کچھ پریشان سانظر آ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ معاملات کی نوعیت سے کسی حد تک واقف تو ہے لیکن اس غیر قانونی حرکت کی تائید دل سے نہیں کر رہا۔ ٹیکسی ڈرائیور کی حیثیت یقینہ چاروں سے متاز معلوم ہوتی تھی کیونکہ ان سے گفتگو کرتے وقت اس کا الجھہ تھامناہ ہوتا تھا۔

”ہاں رحمان صاحب! اب کیا رادہ ہے۔“ اس نے خنک لبھ میں پوچھا۔

”میں تمہاری کسی بکواس کا جواب نہیں دوں گا۔“ رحمان غرائے۔ وہ خوفزدہ نہیں معلوم ہوتے تھے.... اس کے بر عکس ان کی آنکھوں سے قبر جماں ک رہا تھا۔

”کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں سے بخیر و عافیت رخصت ہو جائیں گے؟“ ٹیکسی ڈرائیور نے ہس کر کہا۔

”تم کچھ شروع کرو! پھر دیکھی ہی لو گے۔“

”مجھے معلوم ہے مسٹر رحمان کہ آپ اپنی بہترین ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کی بناء پر اک عہدے تک پہنچے ہیں! لیکن اب بوڑھے ہو چکے ہیں! آپ کو غصہ زیادہ آتا ہے اور آپ کا ذہن کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہ جاتا! آپ اب اسی وقت یہاں سے جاسکیں گے جب اس سر پیکٹ کے متعلق ہمیں بتا دیں!“

”میں کہہ چکا ہوں کہ تم جیسے گدوں سے گفتگو کرتا ہیں اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔“

”تو اچھار رحمان صاحب، اب آپ کو ہم گدوں کی لاتین ضرور سمجھی پڑیں گی۔“

رحمان صاحب کھڑے ہو گئے اور ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ اس ٹیکسی ڈرائیور سے پٹھی ہی پڑیں گے۔

آن کو نقاب پوشوں نے پکڑ کر پھر کسی میں دھکیل دیا۔

ٹیکسی ڈرائیور ہنس رہا تھا۔ دفتہ اس نے کہا۔ ”ٹیکسی ٹھی میں کوئی دھکاؤ! میں محکمہ سرا غرسانی کے ڈائریکٹر جزل صاحب کی چربی نکالوں گا۔“

رحمان صاحب کچھ نہ بولے ان کے ہونٹ سمجھنے ہوئے تھے! ٹیکسی ٹھی میں کوئی دھکیلے ہی سے دکھ رہے تھے اور اس میں لو ہے کی ایک سلاخ بھی پڑی ہوئی تپ رہی تھی۔ شاند انہوں نے پہلے ہی سے اذیت دینے کا سامان مہیا کر لیا تھا۔ کیونکہ رحمان صاحب تو اپنی ضدی طبیعت کے لئے دور دور تک مشہور تھے.... مگر یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ سرخ لو ہے سے داغے جانے کی دھمکی انہیں فرم ہی کر دیتی! وہ بڑے کمرے پہنچا تھے اور انہیں اس پر برا فخر تھا کہ چلگیز خان سے لے کر ان تک نلی یک رنگی ہر حال میں برقرار رہی تھی! کسی دوسری نسل کے خون کی آمیزش نہ ہونے پائی تھی۔

ٹیکسی ٹھی ان کے قریب لائی گئی! مقصود شاکد بھی تھا کہ وہ پتی ہوئی سلاخ دیکھ سکیں۔

”یہ....!“ رحمان صاحب نے حقارت سے کہا۔ ”چوبی ضرور نکال لے گی! لیکن شاکد زبان تک اس کی رسائی نہ ہو سکے۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو.... چلو! اخواہ سلاخ میں دیکھوں گا کہ یہ میرے گوشت پر ٹھنڈی ہونے میں کتنا وقت لیتی ہے.... چلو.... اخواہ.... میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔“ ٹیکسی ڈرائیور پلکیں جھپکانے لگا.... رحمان صاحب اسے قہر آلوں نظر وں سے گھور رہے تھے!

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ان پانچوں پر چھائے ہوئے نظر آرہے تھے۔

چونکہ وہ روزوشن میں اس قسم کی کسی حرکت کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے ورنہ اس وقت ان کے جیب میں زیوں اور ضرور موجود ہوتا.... اور پھر شاکد یہاں اس نکڑی کے مکان تک آنے کی نوبت ہی نہ آتی! رحمان صاحب کچھ اسی قسم کے آدمی تھے! بڑھاپے میں بھی ان کے قوی اتنے مضھل نہیں ہوئے تھے جتنے عام طور پر ضعیف آدمیوں کے ہو جاتے ہیں۔ وہ غصہ ور بھی تھے!

”خاموش رہو بد تیز!“  
 ”مجھے ایسی باتوں پر غصہ نہیں آتا...!“ عمران نے کہا۔ ”کیونکہ مجھ تک چنگیز خان کا خون  
 کافی ٹھنڈا ہو کر پہنچا ہے۔“  
 رحمان صاحب صرف دانت پیس کر رہ گئے!

عمران کہتا رہا۔ ”میں نے ان دونوں کو جان سے نہیں مارا... ایک کا ہاتھ زخمی ہوا ہے اور  
 دوسرے کا پیر، یہ شاید بیویوں ہو گئے! لیکن اگر بر بھی گئے تو میر اکیا بگزے گا۔“  
 ”میں تمہیں عدالت میں پہنچوں گا۔“ رحمان صاحب گرجے ”میری موجودگی میں تالوانی  
 شکنی ہوئی ہے!“

”آپ میرے خلاف کچھ بھی ثابت نہ کر سکیں گے...! میں جتنا مضمون ایک سال کی عمر  
 میں تھا تاہی آج بھی ہوں! لہذا ابراہ کرم عدالت کی دھمکی نہ دیجئے...!“  
 ”خاموش رہو....!“

”ہاں یہ ممکن ہے!“ عمران نے کہا اور خاموش ہو گیا! اتنی دیر میں خاور نے ان تینوں کو اُسی  
 رسی سے باندھ دیا تو شاہزاد رحمان صاحب کے لئے مہیا کی گئی تھی۔

اب انہوں نے ریو الور کو کھڑکی سے غائب ہوتے دیکھا اور تھوڑی ہی دیر بعد کمرے میں  
 انہیں دوسرا نقاب پوش نظر آیا۔

”کیا آپ میکسی ڈرائیور کر سکیں گے۔“ عمران نے رحمان صاحب سے پوچھا۔  
 ”کیوں....!“

”ہاں.... میکسی کے قریب جھاڑیوں میں بھی ایک آدمی موجود ہے... کل پانچ آدمی  
 زندہ یا مردہ آپ کے ساتھ جا سکیں گے! چھوٹا مجھے پسند آگئا ہے۔“  
 عمران میکسی ڈرائیور کی طرف دیکھنے لگا۔

”تم دونوں کو بھی میرے ساتھ ہی چلانا پڑے گا اور تم باقاعدہ طور پر اپنی بیان دو گے!“  
 ”میں بیانات کا سرے سے قائل ہی نہیں ہوں خواہ وہ باقاعدہ ہوں، خواہ بے قاعدہ۔“  
 ”تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہیں اس سلسلے میں آنا پڑے گا۔“  
 عمران کچھ نہ بولا... دفعتہ رحمان صاحب خاور کی طرف مڑے۔

لیکن غصے میں ان کی عقل اپنی جگہ پر ہی برقرار رہتی تھی۔  
 دفعتہ میکسی ڈرائیور نے مڑ کر کہا۔ ”واغدو....!“  
 ایک نقاب پوش نے سلاخ اٹھائی جو انگارہ ہو رہی تھی.... رحمان صاحب نے اپنا ہاتھ آگے  
 بڑھادیا۔

لیکن تھیک اسی وقت ایک فائر ہوا اور وہ نقاب پوش سلاخ سمیت اچھل کر دور جا پڑا گولی  
 اس کے ہاتھ پر ہی پڑی تھی۔

بقیہ لوگ بے ساختہ اچھل پڑے۔ لیکن ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی کھڑکی کے دونوں پٹ  
 کھل گئے اور وہ ہاتھ نظر آئے جن میں ریوال رہتے۔

”تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ....“ گوئیں جیلی آواز میں کہا گیا اور یک بیک رحمان صاحب کا  
 چہرہ کھل اٹھا۔ کیا بہ عمران کی آواز بھی نہ پہچان سکتے!

آن لوگوں کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ پھر دروازہ کھلا اور انہوں نے ایک نقاب پوش کو کمرے  
 میں داخل ہوتے دیکھا۔ یہ خالی ہاتھ تھا اور اس نے آتے ہی ان پانچوں کی مرمت شروع  
 کر دی۔ ہی کھڑکی میں دریوال اور اب بھی نظر آرہے تھے۔ ان میں سے ایک نے اپنی جیب میں  
 ہاتھ ڈالنا ہی چاہا تھا کہ اسے بھی چیز کرڈھیر ہو جانا پڑا۔ کھڑکی سے فائر ہوا تھا۔

”یہ تم کیا کر رہے ہو!“ رحمان صاحب نے گرج کر کہا۔ ”اگر یہ آسانی سے قابو آسکیں تو  
 قانوناً تم ان پر فائز نہیں کر سکتے۔“

”قانون کی باتیں تم مت سنوا دو سو!“ کھڑکی سے کہا گیا۔ عمران نے خاور کو مخاطب کیا تھا۔  
 خاور نے ان کی تلاشیاں لے کر پانچ ریوالوں برآمد کے اور انہیں اپنے قبضے میں کر لیا۔ پھر  
 پانچوں ریوالوں را نکل اس نے کھڑکی سے باہر پھینک دیئے۔

اب وہ پھر بقیہ تین پر پل پڑا تھا۔ گونے... لاتیں... تھپڑ... حسب توفیق ان پر پڑتے رہے۔  
 وہ تینوں خاموشی سے پتے رہے کیونکہ دو کا حشر وہ پہلے ہی دیکھے تھے اور یہ بھی جانتے تھے  
 کہ دونوں ریوال اور اب بھی کھڑکی میں موجود ہیں!

”اب ختم کرو! یہ طوفان بد تیزی!“ رحمان صاحب نے ڈپٹ کر کہا۔  
 ”قانون اگر خاموش ہی رہے تو تھہر ہے...!“ عمران نے کھڑکی سے کہا۔

ہو سکتا ہے کہ کل صبح تک تم ہھکڑیوں میں میرے سامنے لائے جاؤ۔“

”ہھکڑتوں کا جو کچھ بھی مقدر میں ہے۔“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

خاور و اپس آگیا تھا اور اب دوسرا سے بیہو ش آدمی کو اپنی کمرپر لادر ہاتھا۔ اس کے باہر جاتے ہی رحمان صاحب پھر بولے۔ ”اچھا تو پھر یہ سب میرے ساتھ جائیں گے اور تم سے میں بعد میں سمجھوں گا۔“

”میں آپ سے پہلے ہی عرض کرچکا ہوں کہ یہ میرا شکار ہے۔“ عمران نے ڈرائیور کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”لیکن اس کا تیجہ سوچ لو!“ رحمان صاحب نے کہا۔

”میں کے تیل کے لیپ کی بقی میں گل آگیا تھا۔ عمران نے اُسے ٹھیک کیا اور ان تینوں آدمیوں کو الگ الگ باندھنے لگا جنہیں خاور ایک ہی ری سے جکڑ گیا تھا۔

اُس نے تیکی ڈرائیور کے پیر بندھے رہنے دیے! لیکن یقینہ دو آدمیوں کے پیروں سے ری نکال دی تھی تاکہ وہ اپنے پیروں سے چل کر تیکی تک جا سکیں۔ البتہ ان کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے تھے۔

”میں پھر کہتا ہوں کہ تم سے حماقت سرزد ہو رہی ہے۔“ رحمان صاحب نے نرم لمحہ میں اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔

”پیدائش سے اب تک مجھ سے کوئی عقائدی نہیں سرزد ہوئی! آپ جانتے ہیں!“

اس پر رحمان صاحب پھر اُنل پڑے اور تھوڑی دریکٹ بحث جاری رہی۔ پھر خاور و اپس آگیا۔

”آپ ان دونوں کو لے جائیے!“ عمران نے رحمان صاحب سے کہا۔

”اوہ براہ کرم میرے معاملات میں دخل اندازی نہ فرمائیے! اور نہ جس طرح آپ قانون کو پیش کر دیتے ہیں اُسی طرح مجبوراً مجھے بھی اپنے اختیارات کا مظاہرہ کرنا پڑے گا! کیا آپ کو علم نہیں ہے کہ مجھے وزارتِ داخلہ سے اس قسم کے حقوق حاصل ہوئے ہیں....!“

”خاموش رہو.... سب کو اس ہے! وہ اجازت نامہ مستقل نہیں تھا جو تمہیں کبھی سر سلطان کی وساطت سے ملا تھا۔“

”میں خاموش ہوں....! لیکن مجھے اس بات کا تلقن ہے کہ آپ نے ابھی تک شام کی جائے

”تم اپنا چہرہ دکھاؤ۔“

”باس کی اجازت کے بغیر نا ممکن ہے جناب!“ خاور نے عمران کے طرف اشارہ کر کے کہا۔

”آپ اسی باتوں کی فرمائش نہ کیجھ جو میرے بس سے باہر ہوں!“ عمران نے مودبانہ لمحہ میں کہا۔

پھر عمران اور خاور الگ باکر آہستہ آہستہ گفتگو کرنے لگے۔

رحمان صاحب انہیں گھور رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد خاور بیہو ش آدمیوں کی طرف متوجہ ہو گیا وہ ان میں سے ایک کو اپنی کمرپر لادر ہاتھا۔

عمران نے دروازہ کھولا اور بیہو ش آدمی کو کمرپر لادے ہوئے باہر نکل آیا۔

”یہ کیا کر رہے ہو تم....!“ رحمان صاحب نے بھرائی ہوئی آواز میں آہستہ سے کہا۔ لمحہ میں اب پہلی بھتی باتی نہیں تھی۔

”آپ کی واپسی کا انتظام!“ عمران نے جواب دیا۔ ”مجھے افسوس ہے کہ میں دیر سے پہنچا! ورنہ آپ پہاں نہ آسکتے۔“

”مگر اب تم جو کچھ بھی کر رہے ہو! میں اسے پسند نہیں کرتا! میں تمہیں قانون کی حدود سے نکلنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ بہتری اسی میں ہے کہ میرے ساتھ چلو اور باقاعدہ طور پر اپنا بیان پولیس کو دو!“

”مجھے افسوس ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکوں گا۔ آخر میرے بھی تو کچھ فرائض ہیں!“

”میں نہیں سمجھا!“

”ذکر ہے.... آپ جانتے ہیں کہ میں اکثر سر سلطان کے لئے کام کر تاہت ہوں۔ اس سلسلے میں بھی انہیں کے لئے کام کر رہا ہوں۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ ایک ذمہ دار آدمی ہیں!“

”میں سب کچھ جانتا ہوں، لیکن سر سلطان کو اس معاملے سے کیا چیز پکی ہو سکتی ہے۔“

”سر سلطان ہی ٹھہرے!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”انہیں تو اس کی فکر بھی پڑی رہتی ہے کہ ان کے پڑوی کے یہاں روزانہ موگ کی دال کیوں پکائی جاتی ہے!“

”بکومنت....! تمہیں میرے ساتھ چلانا پڑے گا۔“ رحمان صاحب کو پھر غصہ آگیا۔ ”ورنہ

نہ پی ہو گی۔"

"خاموش رہو سوبر میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔" رحمان صاحب دانت پیس کر بولے۔

"تو آپ....!" یک بیک عمران کا موڈ بھی خراب ہو گیا! اُس نے خاور سے کہا۔ "ڈائریکٹر جزل صاحب کو نیکی سک پہنچا کرو اپنی آجائو....!"

رحمان صاحب تھوڑی دیر تک اُسے گھورتے رہے پھر دروازے کی طرف مڑ گئے! اس سے آگے وہ خود تھے اُنکے پیچے دونوں قیدی اور خادر ان سب کے پیچھے ریو اور لئے ہوئے چل رہا تھا۔



اندھیرا پھیلتے ہی شمی کا اضطراب بڑھنے لگا۔ آج اُس نے تہیہ کیا تھا کہ شہری لڑکی کو گھر ضرور لائے گی! پیلا آج بھی تجربہ گاہ ہی میں رات بسر کرنے والے تھے! ان کا کھانا پہنچا کر شمی سوچنے لگی تھی کہ کس طرح اس بوڑھے نوکر کو بھی اس کے کوارٹر ہی میں بھیج دیا جائے جو رات کو بنگلے میں سوتا تھا!

وہ اُسے بھی بنگلے سے ٹال دینے میں کامیاب ہو گئی تھی! اور اب اُسے شہری لڑکی کا انتظار تھا اس لئے وہ اندھیرا پھیلتے ہی پکن کی کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی تھی....! اور اس کا دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا....! وہ خود کو روئے زمین کی پیلی لڑکی تصور کرتی تھی جس کا کسی دوسرے سیارے کی لڑکی سے ربط مضبوط ہو گیا ہو! اُنکی عجیب بات تھی کتنی عجیب.... وہ سوچتی ہی رہ جاتی! سپارسیا یا زہرہ والے کتنے ترقی یافتے تھے! انہوں نے ایسی مشین بھی ایجاد کر لی تھی جو خیالات کی ترجیحی اسی زبان میں کر سکیں جس زبان سے وہ خیالات متعلق ہوں! اُس مشین نے اُسے مجھ حیرت میں ڈال دیا تھا۔

ویسے اُسے پچھلی رات شہری لڑکی کی آواز بالکل ساٹ اور ہر قسم کے جذبات سے عاری معلوم ہوئی تھی۔ مگر ہو سکتا ہے وہ اُس کی آواز ہی نہ رہی ہو!

ہاں ٹھیک تو ہے وہ تو محض خیالات کی ترجیحی ہو سکتا ہے کہ وہ آواز بھی مشین ہی کی پیداوار رہی ہو!

ا وہ سوچتی رہی اور پھر اُسے یہ بھی یاد آگی کار لڑکی کی آواز نہ صرف ساٹ بلکہ اُس کی اصل آواز سے مختلف بھی تھی! انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے کوئی انگریز اردو بولنے کی کوشش کرے!

وہ نہ جانے کب تک کھڑکی میں کھڑی رہی پھر نرکل کی جھاڑیوں کے قریب روشنی دیکھ کر چوک پڑی اور دوسرے ہی لئے میں وہ خود نہیں دوڑ رہی تھی بلکہ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی قوت اسے اڑائے جا رہی ہو۔

ترکلوں کی جھاڑیوں کے قریب شہری لڑکی موجود تھی اور شی کو وہ اتنی عجیب لگی کہ اُس نے بوکھلا کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ وہ سر سے پیٹ تک سفید تھی! جسم کی رنگت ہی سفید تھی...! مگر وہ کسی لباس میں نہیں تھی۔ عجیب بات یہ تھی کہ اسے برہنگی بھی نہیں کہہ سکتے تھے! اور یہ وہ پہلی نظر میں برهنہ ہی معلوم ہوتی تھی! اُس نے آگے بڑھ کر شی کو بھیجن لیا اور اسے پیدا کرنے لگی۔

"ست.... تمہیں.... شرم نہیں آتی....!" شی ہکلائی۔ مگر لڑکی شاید سمجھی ہی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہی ہے! پھر وہ اُسے زرکل کی جھاڑیوں کی طرف کھینچ لگی۔

اور تھوڑی دیر بعد وہ پچھلی ہی رات کی طرح فے گراز میں بیٹھی ہوئی تھیں! شمی اُس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ خواہ وہ کسی قسم کا لباس ہی رہا ہو۔ لیکن شمی کے لئے آنکھیں اٹھانا دو بھر ہو رہا تھا....!

شہری لڑکی نے اُس کے سر پر چڑنے کا خود رکھ دیا اور شی کے کافلوں میں پھر وہی پچھلی رات کا سنا ٹاگو بنجئے لگا....! دفتاً اُس سے کہا گیا۔

"کیا آج تم مجھ سے پکھ خفا ہو۔"

"نہیں تو.... مگر تم....!"

"ہاں بولو خاموش کیوں ہو گئیں!"

"مجھے تمہاری طرف دیکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ تم سر سے پاؤں تک نگی معلوم ہوتی ہو۔"

"اوہ....!" شہری لڑکی نہیں پڑی پھر بولی۔ "ارے میں کپڑوں میں ہوں!"

"اتھے چست کپڑے کے برهنہ معلوم ہوتی ہو....! ہم لوگ اسے اچھا نہیں سمجھتے۔"

"میں پہلے ہی کہہ پکھی ہوں کہ تم سپارسیا کے باشندوں سے ایک ہزار سال پیچھے ہو! ارے یہ تو سپارسیا کی لڑکوں کا جدید ترین لباس ہے۔ مگر صرف اعلیٰ طبقے کی لڑکیاں اس فیشن کو اپنا کی ہیں

تھے اور تاروں کے اختام پر جھوٹے جھوٹے ہیڈ فون لگے ہوئے تھے! اُس نے ایک مشتمل اٹھا کر شی کی ناک کی جسے اس طرح لگایا کہ اس کے ہونٹ چھپ گئے اور مشتمل کا تیرا گوشہ جس پر تار نہیں تھا تھوڑی پر لکھتا رہا! ہیڈ فون میں بگ لگے ہوئے تھے، جو کافی نوں میں پھنسادیے گئے! اس طرح شی کے دونوں کان اور دہانہ بند ہو گئے! لیکن وہ آسانی اپنے ہونٹوں کو جبش دے سکتی تھی۔ سنہری لڑکی نے اسی طرح ہیڈ فون اپنے کافیوں سے لگائے اور اس کا دہانہ بھی چکدار مشتمل کے پیچھے چھپ گیا۔

”میا تم میری آواز سن رہی ہو۔“ دفعتاً سنہری لڑکی نے پوچھا۔

”ہاں سن رہی ہوں!“ شی کے لمحے میں حیرت تھی! کیونکہ دونوں کے درمیان کسی قسم کا تعلق باقی نہیں رہا تھا! یعنی یہ دونوں مشتمل کی تار کے ذریعہ ایک دوسرے سے نہیں ملائے گئے تھے! پہلے جو آلہ سنہری لڑکی نے استعمال کیا تھا اُس کے ساتھ ایک منحصر سا بر قی خزانہ بھی تھا! اور چہرے کے خود ایک تار کے ذریعہ ایک دوسرے سے ملا دیئے گئے تھے مگر ان مشتملوں کے درمیان کسی قسم کا تعلق نہیں تھا۔

”یہ اُس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے!“ شی نے کہا۔

”یقیناً تمہارے لئے حیرت انگیز ہو گا مگر ہم لوگ جو آئے دن ڈولیڈ و کاسٹر کرتے رہتے ہیں، اسے اسی طرح استعمال کرتے ہیں جیسے ضرور تاروں والیاں کنگھی استعمال کرتے ہیں!“

”کیوں ڈولیڈ و سے اس کا کیا تعلق....؟“

”آج سے دو سال پہلے ڈولیڈ و تک پہنچنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا! لیکن اُس کی بھی ضرورت تھی کہ ہم ڈولیڈ و کے باشندوں کے خیالات سے آگاہ ہو سکیں اور جو کچھ خود سوچیں اسے ان کے ذہن نہیں کرا سکیں۔ لہذا ایک طرف تو ایسے فے پوف بنانے کی کوشش کی جاتی رہی، جو ڈولیڈ و تک پہنچا سکیں اور دوسری طرف خیالات کی ترجمانی کرنے والے کپل بیگاڑ کی ایجاد پر زور دیا جاتا رہا... معنوی فے پوف جو صرف سپارسیاں کی فنا میں پرواز کر سکتے تھے آج سے پانچ سو سال پہلے ہی ایجاد ہو گئے تھے اس لئے ان میں مزید ترمیمات کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی! ایسے فے پوف بن گئے جن کی پرواز سپارسیا کی فضا سے آگے ہو...! اور کپل بیگاڑ بھی تیار ہو گئے! اب فے پوف فے گراز کہلانے لگا ہے...! لیکن کپل بیگاڑ کا نام نہیں تبدیل ہوا۔“

کیونکہ اس کی قیمت زیادہ ہے! تم اس کپڑے کو چھو کر دیکھو یہ تمہیں میری کھال ہی کی طرح نرم اور گرم معلوم ہو گا۔“

”نہیں.... تم نہ پہن کرو ایسا بس جو جسم سے چپک کر رہا جائے... میں تم سے بے حد محبت کرتی ہوں۔ اس لئے کہہ رہی ہوں ورنہ مجھے کیا۔“

”اچھا بھی میں تمہارے سامنے نہیں آؤں گی اس لباس میں!“ نہر وہ میں ابھی اپنالا بادہ پہنے لیتی ہوں۔“

اُس نے فے گراز کی ایک چھوٹی سی الماری سے اپنالیل رنگ کا لباس نکال کر پہن لی۔ پھر بولی۔

”اب تو دیکھو... میری طرف...!“

”اب دیکھوں گی...!“ شی مسکرائی۔ ”ہاں ٹھیک ہے! تم مجھے اس بادے میں بہت اچھی لگتی ہو۔“

”یہ تو اب سے پانچ ہزار سال پہلے کا لباس ہے! جو نکہ مجھے قدامت میں تھوڑی سی رومنیت نظر آتی ہے اس لئے میں کبھی کبھی تفریج اقدیم لباس استعمال کرتی ہوں! اگر سپارسیا میں کوئی مجھے اس بادے میں دیکھ لے تو شائد پاگل سمجھے یا بھوت سمجھ کر چیخنا شروع کر دے.... وہ سہی سمجھے کہ میں کسی پانچ ہزار سال پہلے مقبرے سے نکل آئی ہوں۔“

”شی ہنئے گی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کس موضوع پر گفتگو کرے۔ وہ تو یہ بھی بھول گئی تھی کہ اُس نے آج اُسے بنگلے میں لے جانے کا تھیہ کیا تھا۔“

”دفعتاً اس نے چہرے کے خود کی طرف اشارہ کر کے کہا۔“ تمہاری یہ مشین بڑی حیرت انگیز ہے! آج میں دن بھر اسی کے متعلق سوچتی رہی تھی!“

”اوہ.... یہ کپل بیگاڑ.... یہ تو ہماری دو سال پرانی ایجاد ہے۔ اور اس کا موڈل تو بہت پرانا ہے! اب تو ہم نے ایسے کپل بیگاڑ بنائے ہیں جن میں تاروں یا بر قی خزانوں کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی... آج میں دیساہی ایک سیٹ لائی ہوں... یہ تو کل جلدی میں اٹھالائی تھی اور یہ یہیں فے گراز ہی میں پڑا رہ گیا تھا! اچھا بھی اس ٹوپی کو اتار دو! میں تمہیں جدید ترین کپل بیگاڑ کا تجربہ کراؤں گی۔“

”شی نے خود اتار دیا! سنہری لڑکی پہلے ہی اتار چکی تھی۔ اب اُس نے الماری سے ایک چھوٹا سا بیک نکالا! یہ بیک بھی سونے ہی کا معلوم ہوتا تھا۔ اُس نے اُسے کھول کر اُس میں سے دو مشتمل نما تنقیاں سی نکالیں یہ بھی کسی چکدار دھنات ہی کی تھیں.... ان مشتملوں کے دوسروں پر پہلے پتے تار

”نہیں میں تو تمہیں ہر حال میں لے چلوں گی...!“  
 ”ضد نہ کرو پیاری لڑکی... پتہ نہیں کیسے حالات ہوں۔“  
 ”مجھ پر اعتناد کرو! کوئی تمہارا بال بھی بیکانہ کر سکے گا۔“  
 ”اچھا...!“ سنہری لڑکی نے ایک طویل سانس لی... ”مگر آج نہیں! مجھے جلد ہی واپس جانا پڑے گا۔ کل پر رکھو... کل میں فوراً ہی تمہارے ساتھ چلوں گی... مجھے بھی بے حد شوق ہے کہ میں ریایی کے باشندوں کے رہن سہن کے متعلق معلومات حاصل کروں...!“  
 ”اچھا پیاری لڑکی... اب مجھے اجازت دو۔“  
 شی کو بڑی بایوسی ہوئی اور پھر اسے خود پر غصہ آنے لگا کہ اُس نے پہلے ہی یہ تجویز اس کے سامنے کیوں نہیں پیش کی تھی۔  
 تقریباً تین منٹ تک اور وہ فے گراز میں رہی پھر باہر نکل آئی!  
 تھوڑی دری بعد ہی فے گراز فضا میں بلند ہو گیا۔



”کیوں دوست!“ عمران نے ٹیکسی ڈرائیور کو مخاطب کیا۔ ”اس کھلیل کا کیا مقصد تھا۔“  
 ”تم کون ہو!“ ٹیکسی ڈرائیور نے لاپرواں سے پوچھا۔  
 ”میں کیوں بتاؤں کہ میں.... لااحول شامد میں بتانے ہی جارہا تھا یا اتنی عقل تو تم میں ہوں ہی چاہئے کہ اگر یہی بتانا ہوتا تو میں اپنے چہرے پر نقاب کیوں لگاتا۔“  
 ”نہ بتاؤ...!“ ٹیکسی ڈرائیور نے پھر لاپرواں کا مظاہرہ کیا۔  
 ”میں جانتا ہوں کہ تم اڑانے کی کوشش ضرور کرو گے.... اور مجھے تم پر وہی حرجه استعمال کرنا پڑے گا جو تم مسٹر رحمان کے لئے رکھتے تھے... یہاں کہیں اور بھی کوئی ہوں گے۔ جن سے انگلیٹھی کا پیٹ بھرا جاسکے گا.... اور یہ سلاخ... کیا سمجھے!“  
 ٹیکسی ڈرائیور کچھ نہ یوں۔ وہ انگلیٹھی کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ عمران کو اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار نظر آئے۔  
 ”بولا... میرا خیال ہے کہ تم دیر کر رہے ہو۔“ عمران نے کہا۔

”تو.... ڈولیڈو.... کے باشندوں سے تم لوگوں نے رابطہ قائم کر لیا ہے!“ ٹھی نے پوچھا۔  
 ”ہاں قطعی.... اب تو ہم ان کی کوئی زبانیں بھی بول سکتے ہیں۔ سو سال پہلے ہمیں زیادہ تر کپل بیگزار استعمال کرنے پڑتے تھے! لیکن اب تو ڈولیڈو پر سپارسیا کے باشندوں کی حکومت ہے! یہ اور بات ہے کہ اس کے بعض حصوں میں ہم اب بھی کپل بیگزار استعمال کرتے ہوں۔“  
 ”کیوں...!“

”ان حصوں کے باشندوں کی زبانیں ہم آج تک نہیں سیکھ سکے اور زبانیں عجیب ہیں! میرا خیال ہے کہ ان کا کوئی خاص اصول نہیں ہے، بلکہ وہ آوازوں کے اشارے ہیں جن کے ذریعے وہ لوگ ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں۔ مثلاً اگر انہیں یہ بتانا ہو گا کہ کتا گوشت کھا گیا تو وہ کتنے کی طرح بھوک کر اور گوشت کھا کر بتائیں گے.... اسی طرح بہترے ایسے اشارے ہیں، جو ہمارے لئے بالکل نئے ہوتے ہیں، لہذا ہم ان کا مطلب سمجھنے کے لئے کپل بیگزار استعمال کرتے ہیں!“  
 ”کیا ڈولیڈو والے بھی تمہاری ہی طرح ترقی یافتہ ہیں!“

”بن اسی حد تک ترقی یافتہ ہیں کہ ننگے نہیں رہتے! انہیں کپڑا بننا آتا ہے لیکن سینا نہیں جانے! بغیر سلے ہوئے کپڑوں سے تن پوشی کرتے ہیں!“  
 ”تب تو یقیناً ان پر تمہاری حکومت ہو گی۔“

”حکومت تو تم لوگوں پر بھی ہو سکتی ہے! مگر میں محض تمہاری وجہ سے اسے پسند نہیں کروں گی۔“

”اوہ... ٹھیک یاد آگیا!“ ٹھیک یک چونک کر بیوی۔  
 ”آج میں تمہیں اپنے گھر لے جاؤں گی۔“  
 ”نہیں... پیاری لڑکی! مجھے اس پر مجبور نہ کرو!“  
 ”کیوں...؟“

”اگر کسی دوسرے کی نظر مجھ پر پڑگئی تو میں زندہ واپس نہ جاسکوں گی۔“  
 ”تم ڈرتی کیوں ہو... میرے بیٹے میں اس وقت میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہو گا۔ میا اپنی تحریک گاہ میں ہیں اور میں نے نوکروں کو اون کے کوارٹروں میں بھیج دیا ہے۔“  
 ”اس کے لئے ضد نہ کرو...! میں نہیں چاہتی کہ تم بھی کسی مصیبت میں پڑ جاؤ۔“

”آپ خود سوچئے کہ دس ہزار تھوڑے نہیں ہوتے جب کہ اس سے بھی معنوی رقمات کے لئے لوگ اپنی جانوں پر کھیل جاتے ہیں۔“

”تم بھی اپنی جان پر کھیل گئے....!“ عمران نہیں پڑا.... لیکن پھر یک بیک خونخوار بھیڑیے کی طرح غرایا۔ ”اگر میں تمہارے چہرے پر کلویڈ ایمونیاک کے چھینٹوں دوں تو کیسی رہے گی!-!

”مم.... میں.... مطلب نہیں سمجھا....!“ ٹیکسی ڈرائیور ہر کلامیا۔

”مطلب اسی وقت سمجھ میں آئے گا جب میں یہ کر گزروں گا فلیکر....!“

ٹیکسی ڈرائیور کے ملٹ سے عجیب سی آواز نکلی جو خوف ہی کا نتیجہ کہنا جاسکتی تھی۔

”ہونہے.... تم جیسے کیڑے اگر مجھے دھوکا دے سکیں تو میں اسے اپنی انتہائی بد نسبی سمجھوں گا مشری جیسیں فلیکر.... تم میک اپ ضرور آچھا کر لیتے ہو۔ لیکن اپنی آنکھیں نہیں چھا سکتے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اکثر تم غیر ملکی جاؤسوں کا آلہ کار بنتے رہتے ہو....! پولیس اس سلسلے میں تم پر نظر بھی رکھتی ہے۔ لیکن ابھی تک تمہارا معاملہ شہباد کی حدود سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا.... کیا ب یہ بھی بتا دوں کہ تم تیر ہویں شاہراہ پر ایک چھوٹا سا کینے چلا رہے ہوں۔“

”مم.... میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔“ ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔ ”میں خود ہی آپ کو اپنے متعلق سب کچھ بتا دیتا۔ مگر آپ نے اس کی مہلت ہی کب دی تھی اور یقین کیجھ کہ میں ان لوگوں سے قطعی واقف نہیں ہوں جنہوں نے یہ کام میرے سپرد کیا تھا۔“

”ختم کروانہ تم مجھے یقین دلا سکتے ہو اور نہ میں تمہیں آزاد کر سکتا ہوں لہذا زبان تھکانے سے کیا فائدہ۔“

”میں وہ پانچ ہزار آپ کی خدمت میں پیش کر کے کہیں اور جلا جاؤں گا۔“

”نہیں تم وہ پانچ ہزار میری خدمت میں پیش کئے بغیر ہی کہیں اور پڑے جاؤ گے۔“

باہر سے قدموں کی آوازیں آئیں اور خاور اندر داخل ہوا۔... وہ نہیں رہا تھا۔

”کیوں کیا ہوا....!“

”رحمان صاحب بہت غصے میں تھے....!“ خاور نے کہا۔

”کوئی نئی بات نہیں ہے!“ عمران نے لاپرواں سے کہا۔

”ان کے پاس روپاں اور نہیں تھا۔ خاور بولا۔“ میں نے انہیں اپناریوں اور دیا جسے انہوں نے

”کیا پوچھنا چاہئے ہو۔“

”آئی سرخ پیکٹ کے متعلق جو تم رحمان صاحب سے وصول کرنے کی فکر میں ہو!“

”تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ ایک پرانا جھگڑا تھا۔ رحمان صاحب نے ایک آدمی کے کچھ کاغذات دبار کھے ہیں! میں نہیں جانتا کہ انہوں نے یہ حرکت کس کے اشارے پر کی ہے۔“

”وہ آدمی کون ہے.... اور کاغذات کیسے ہیں!“ عمران نے پوچھا۔

”یہ میں کیا جانوں کہ کاغذات کیسے ہیں۔ میں تو ایک آدمی کے لئے کام کر رہا ہوں۔“

”کس آدمی کے لئے۔“

”جس کے کاغذات رحمان صاحب نے دبار کھے ہیں۔“

”اُس آدمی کا پتہ بتاؤ۔“

”پتہ.... پتہ تو مجھے معلوم نہیں ہے! البتہ وہ اکثر ادھر ادھر ملارہتا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ خود بھی ایک دولت مند آدمی ہے! ابھی شے عمدہ تم کی کاروں میں نظر آتا ہے! اشانکاں کے پاس کئی کاریں ہیں۔ اس نے مجھے ایک معقول معاوضے کی پیش کش کی ہے! اسی لئے میں کوشش کر رہا ہوں کہ رحمان صاحب وہ کاغذات میرے حوالے کر دیں! میں تو صرف دھمکا رہا تھا۔ ایسی حرکت مجھ سے سرزد نہ ہوتی۔“ وہ بھتی ہوئی انگلیٹھی کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

”مجھے تمہارے اس بیان پر یقین نہیں آتا۔“ عمران نے لاپرواں سے کہا۔

”تو پھر مجھے مارڈالو.... اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔“

”رحمان صاحب کی نقل نہ کرو۔“ عمران نے خٹک لجھ میں کہا۔ ”تم اس سے خمارتے ہی میں رہو گے۔“

”میں کسی کی نقل نہیں کر رہا.... حقیقت عرض کر رہا ہوں.... کیونکہ میرے فرشتے بھی یہ نہ بتا سکیں گے اس سرخ پیکٹ میں کیا ہے.... اور مجھے یہ کام کن لوگوں نے سونپا تھا۔“

”اوہ.... تم انہیں نہیں پہچانتے۔“

”جی نہیں! وہ نقابوں میں تھے اور انہوں نے مجھے اس کام کے سلسلے میں پانچ ہزار دیے تھے اور کام ہو جانے پر مزید پانچ ہزار کا وعدہ تھا۔“

”اور تم نے اسے منظور کر لیا تھا....!“

بڑی احتیاط سے ہاتھ میں ردمال لپیٹ کر پکڑا تھا! مگر میں نے فوراً ہی انہیں یاد دلا یا کہ میرے ہاتھوں میں بھی دستانے موجود ہیں۔ انہیں ریو الور پر میری انگلیوں کے نشانات نہیں مل سکیں گے! اس پر وہ اور زیادہ خفا ہوئے تھے۔

”ختم کرو۔“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”کیا تم اس آدمی کو بیچا رہتے ہو۔“  
”نہیں!“

”مسٹر جیس فلیکر سے ملو! تیر ہوں شاہراہ کا مشہور جیس جوانٹ آپ ہی کی ملکیت ہے۔“  
”نہیں!“ خاور کے لجھ میں حیرت تھی۔

”ہاں یہ دہی جیس فلیکر ہے جس کے متعلق تم لوگوں کا گرد گھنال اکثر الجھنوں کا شکار رہا ہے۔“  
”پھر اب اس کے لئے کیا کیا جائے...!“ خاور نے تشویش کن لجھ میں کہا۔  
”میں جانتا ہوں کہ یہ فی الحال اپنی زبان بند رکھے گا... لہذا تم اسے بند رکھو... غالباً میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے... ہیڈ کوارٹر کا ساؤنڈ پروف کر رہا اس کام کے لئے مناسب رہے گا... لیکن اس سے پہلے وہاں کاسماں ہٹانا پڑے گا اور تم اس کی آنکھوں پر پینی باندھ کر اسے وہاں لے جاؤ گے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے... مگر...!“

”ہا... میں جانتا ہوں کہ تم لوگ گرد گھنال کی اجازت کے بغیر اس عمارت میں قدم بھی نہیں رکھ سکتے! لیکن فی الحال تمہیں مجھ پر اعتماد کرنا چاہئے۔ تمہارا گرد گھنال اگر اس سلسلے میں تم سے جواب طلب کرے تو تم نہایت آسانی سے میرا حوالہ دے سکتے ہو! میں یہ اقدام اپنی ذمہ داری پر کر رہا ہوں۔“

لیکنی ڈرائیور بالکل خاموش ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب وہ خود کو لا پرواہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہو! اس وقت بھی نہیں بولا جب خاور نے اسے گربان سے پکڑ کر اٹھایا تھا۔ اس کے ہاتھ بھی پشت پر باندھ ہے گئے تھے۔ لیکن بیکر کی رسی کھول دی گئی تھی تاکہ اسے کار تک لے جانے میں دشواری نہ ہو۔

”چلئے...!“ خاور نے عمران سے کہا۔

”میں کچھ دیر یہاں ٹھہر دوں گا۔ تم اسے لے جاؤ! مگر دیکھو تمہیں اس وقت تک وہاں مٹھرنا

پڑے گا جب تک کہ مجھے تمہارے گرد گھنال کی طرف سے اسکے متعلق احکامات نہ موصول ہوں!“  
خادر نیکی ڈرائیور کو دھکے دیتا ہوا کرے سے نکال لے گیا... عمران نے اسے داش میز  
لے جانے کا مشورہ دیا تھا... داش میز سردوں کے ہیڈ کوارٹر کی حیثیت رکھتی تھی اور  
یہ بھی حقیقت تھی کہ سیکرٹ سردوں کا کوئی مبراء کیس ٹوکی اجازت کے بغیر اس کی کمپانی میں بھی  
قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔

عمران تھوڑی دیر تک اُس لکڑی کے مکان کی تلاشی لیتا رہا۔ پھر باہر نکل آیا! اس تلاشی کے دوزان میں وہاں سے کوئی ایسی چیز نہیں برآمد ہوئی تھی جو اس کیس میں عمران کی رہنمائی کر سکتی۔  
پس پدرہ منٹ بندوں اپنی کار کے قریب کھڑا اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ رہا تھا...! اب اسے اس کی فکر تھی کہ کسی طرح جلد از جلد شہر پہنچ سکے۔ وہ چاہتا تھا کہ رحمان صاحب اپنی دھمکی کو بروئے کار لانے میں کامیاب نہ ہو سکیں! اگر انہیں اس کا موقع مل جاتا تو عمران کے سامنے چند نئی دشواریاں آکھڑی ہوتیں اور وہ سکون کے ساتھ کام نہ کر سکتا! ایسے وہ اپنی حیثیت تو کسی پر بھی نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا! لیکن اگر رحمان صاحب اس کی راہ میں روڑے انکا ناشروع کر دیتے تو پہ  
بھی ممکن تھا کہ ایکس ٹوکار از طشت از بام ہو جاتا۔

اس سلسلہ میں جیس فلیکر کی دریافت بالکل اتفاقیہ تھی اور اس کیس میں جیس فلیکر کی موجودگی یہی ظاہر کرتی تھی کہ وہ ہر حال میں سیکرٹ سردوں کی کیس ہو گا۔

”اس پوری شیoen جیس فلیکر کی کہانی کافی طویل تھی! مگر کہانی کیوں؟... ایک کہانی کا کیا ذکر... وہاں تو درجنوں تھیں! لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ یہیں کا شہری تھا!  
عمران کی معلومات کے مطابق دوسرا جنگ عظیم میں وہ اتحادیوں کے شانہ بشانہ جاپان سے لڑا تھا اور کیپٹن کے عہدے سے تک پہنچتے پہنچتے جنگ ہی ختم ہو گئی تھی، ورنہ شاہد وہ اس سے بھی آگے جاتا!  
جنگ ختم ہونے پر اس کا یوں تھی بھی ٹوٹ گیا اور اس نے تیر ہوں شاہراہ پر جیس جوانٹ کے نام سے ایک چھوٹا سا کینے کھول لیا! پھر کچھ ہی دنوں بعد پولیس اس کے چکر میں پڑ گئی! پولیس کو شہر تھا کہ وہ کسی غیر ملک کے جاؤں کے لئے کام کرنے لگا ہے... لیکن اسے ثابت کرنا برا مشکل تھا کیونکہ فلیکر انہیانی پالاک اور بار سونخ آدمی تھا۔

عمران اس کے متعلق سوچتا رہا اور کار بڑی تیرفری سے سنان سڑک پر دوڑتی رہی۔

”یہ تم تے بہت اچھا کیا کہ فلکر کو مہلت نہیں دی۔“

”کیسے دے سکتا تھا....!“ عمران بولا۔

”اچھا شہب صحیر....!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسہ منقطع کر دیا گیا۔

عمران بوحہ سے باہر آیا وہ سوچ رہا تھا کہ اسے رات کا کھانا جیسے جو انتہی ہی میں کھانا چاہئے.... اس کی کار دیر ہوئیں شاہراہ پر مرٹر گئی۔

جیسے جو انتہی ایک چھوٹی سی مگر صاف ستری جگہ تھی.... اور یہاں سب کچھ مل جاتا تھا.... یہاں کسی وقت بھی کوئی میز خالی نہیں نظر آتی تھی! اکثر تو ایسا بھی ہوتا کہ بہترے گاہک کاؤنٹر ہی پر کھڑے کھڑے ناشتہ تک کر لیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ دراصل یہ تھی کہ یہاں تین خوبصورت تناسب الاعضاء یوریشین لیکیاں سرو دکرتی تھیں۔

عمران کو بھی کوئی میز خالی نہیں ملی اس لئے وہ سیدھا کاؤنٹر کی طرف چلا گیا.... ایک سرو کرنے والی لڑکی نے اسے خوش آمدید کیا تھی.... اور اس طرح متذکر ہو کر چاروں طرف نظر دوڑائی تھی جیسے اس معزز مہماں کے لئے کوئی خالی میز نہ ہونے پر اسے افسوس ہوا ہو۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر عمران نے انہوں کے سینڈوچ منگوائے اور انہیں کافی کے گھونٹوں کے ساتھ حلق سے اتارنے لگا۔

ایک لڑکی قریب ہی کھڑی اس سے کہہ رہی تھی۔ ”بے حد افسوس ہے جناب کہ آپ کے لئے کوئی میز خالی نہیں ہے.... اب ہم عنقریب کسی بڑی جگہ پر منتقل ہو جائیں گے! کچھ دن اور تکلیف اٹھا لیجئے!“

”اووم.... اووم....“ عمران منہ چلاتا ہوا بولا۔ ”کوئی بات نہیں.... ہر حال میں قدم.... اسی طرف اٹھتے ہیں....!“

”کاؤنٹر کے پیچے تین آدمی مختلف کاموں میں مشغول نظر آ رہے تھے ان میں سے ایک یوریشین بھی تھا.... کھانے کی رفتارست تھی۔ شائد عمران یہاں کچھ وقت صرف کرنا چاہتا تھا! لڑکیاں ہمہ تن اخلاق بنی ہو سکیں ایک میز سے دوسری کی طرف جا رہی تھیں۔ کبھی کبھی ان کے بر لیے قہقہے چھوٹے سے ہال میں گوختے.... دفعتاً کاؤنٹر پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی اور یوریشین نے رہمیور اٹھا لیا.... دوسرے ہی لمحہ وہ ماڈ تھے تیس میں کہہ رہا تھا۔ ”نہیں ابھی تک

دس نئے پچھے تھے! مطلع ابر آلود نہیں تھا اس لئے شہم کی وجہ سے خنکی بڑھ گئی تھی۔

شہر پہنچ کر اس نے سب سے پہلے ایک ٹیلی فون بوحہ سے سر سلطان کو فون کیا! وہ گھر ہی پتھے اور ابھی جاگ رہے تھے۔

”کیا بات ہے.... عمران....!“ انہوں نے پوچھا۔ ”میرا خیال ہے کہ تم مسٹر رحمان کے معاملے میں اچھے ہوئے ہو۔“

”قدرتی بات ہے جناب!“ عمران نے جواب دیا۔ ”لیکن اب وہ شاید میرے مکھے کا کیس بن جائے! آپ جیسے فلکر سے تواافت یہی ہوں گے!“

”کیوں نہیں! وہ تو ہمارے لئے ایک مستقل دردسر بن گیا ہے۔“

”بس اس معاملے میں اسی کا ہاتھ ثابت ہوا ہے۔“

”کیا تم نے لفظ ثابت اس کے صحیح مفہوم کے ساتھ ادا کیا ہے!“

”جی ہاں....!“ سر سلطان کے لمحے میں حیرت تھی۔

اس پر عمران نے پوری کہانی ذہراتے ہوئے کہا۔ ”اب اس معاملے کو آپ ہی سنبھالنے ورنہ ڈیڈی میرا بیٹا پا کر دیں گے۔“

”نہیں....!“ سر سلطان نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔ ”وہ ایسا نہیں کر سکیں گے تم مطمئن رہو! میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا۔ مگر عمران یہ ضروری نہیں ہے کہ میں اس سرخ پیکٹ کے متعلق بھی کچھ معلوم کر سکوں۔“

”یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیجیے! میں تو صرف اتنا چاہتا ہوں کہ ڈیڈی میرے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہ کرنے پائیں۔“

”اس کا میں خیال رکھوں گا!“ سر سلطان نے جواب دیا۔

”بات دراصل یہ ہے کہ کیپن فیاض وغیرہ پر تو اپنی دھانڈی بھی چل جاتی ہے! لیکن ڈیڈی کا معاملہ دراصل ہے۔“

”خیر.... تم اس کی فکر نہ کرو.... اور کچھ؟“

”نہیں شکر یہ! میں اتنا ہی!“

باس واپس نہیں آئے.... جی ہاں.... وہ دو بجے سے یہاں نہیں ہیں! بہت بہتر.... ہاں کیا! ایک سیکنڈ ٹھہریے.... میں نوٹ کرلوں۔“

اس نے ریسیور کو باہمیں ہاتھ سے پکڑا اور دائبے ہاتھ میں پسل لے کر ایک کتاب کے کور پر پانچ کا ہندسہ لکھا۔

”جی ہاں.... پانچ....!“ اُس نے ماڈل چھپ پیس میں کہا۔ ”اوہ.... چھ تین آٹھ سات.... شکریہ۔ جیسے ہی وہ آئیں گے میں انہیں رنگ کرنے کو کہوں گا۔“

اس نے ریسیور کریڈیل میں رکھ دیا اور کتاب وہیں پڑی رہنے دی۔ اب وہ پھر میز پر رکھے ہوئے رجڑ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ عمران نے کتاب کے کور پر لکھے ہوئے نمبر اچھی طرح ذہن نشین کرنے۔

وہاں لوگوں کا بنظر غائر جائزہ لے رہا تھا جو کاؤنٹر کے پیچے بیٹھے کام کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد پھر فون کی گھنٹی بجی۔... اُسی پوری شیشن نے پھر کال ریسیوکی!

”جی ہاں!“ وہ کہہ رہا تھا۔ ”باس موجود نہیں ہیں! جی....؟ جی ہاں تقریباً دو بجے سے وہ یہاں نہیں آئے۔ پانچ چھ تین آٹھ سات.... اور ریسیور کریڈیل میں پختا ہوا بڑا ہے۔“ کیا یہ سورج مجھے چڑا رہا ہے۔ ”نمبر وہی تھے جو وہ اس سے پہلے نوٹ کر چکا تھا۔ عمران نے ایک طویل سانس لی۔... سینڈوچ کھا چکنے کے بعد اس نے دوائیک اور کچھ پائیاں طلب کیں اور اس وقت اپنا معدہ خراب کرنے پر تمل گیا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ یا تو حقیقت اس کاؤنٹر کفر کو کوئی چڑا رہا تھا یا پھر وہ مختلف آدمیوں نے ایک ہی نمبر بتائے تھے! گویا ان دونوں کا تعلق اسی نمبر کے فون سے تھا! یہ دوسری بات ہے کہ اس وقت دونوں آدمیوں نے مختلف مقامات سے جیس فلیکر کے لئے فون کیا ہوا اور نمبر وہ بتائے ہوں جو دونوں کے لئے مشترک رہے ہوں۔

عمران خیالات میں کھویا ہوا پائیاں لفڑا رہا۔ یہ حقیقت تھی کہ اب اس کا معدہ جواب دیتا جائے تھا۔ مگر کاؤنٹر پر کھڑے رہنے کا بھی تو کچھ جواز ہوتا چاہئے تھا۔

فون کی گھنٹی بجی اور پوری شیشن نے ریسیور اٹھایا۔

”جی نہیں۔“ وہ ماڈل چھپ پیس میں بولا۔ ”باس موجود نہیں ہیں! وہ تقریباً دو بجے سے گئے

بنچے۔ اس کے بعد سے نہیں آئے۔... جی....!“

اُس کی آنکھوں میں غصہ جھاٹکنے لگا اور اس نے غرا کر کہا۔ ”کیا آپ مجھے چارہ ہے ہیں.... جی ہاں شاید آپ کا مشغله یہی ہے کہ خواہ تجواد و سروں کو پریشان کیا کریں! میں دوبار پہلے بھی یہی نمبر نوٹ کر چکا ہوں۔ جی ہاں....!“ اس نے ریسیور کریڈیل پر چڑ کر کسی نامعلوم آدمی کو گالیاں دیں اور پھر رجڑ پر جھک پڑا۔

عمران آہستہ آہستہ اپنا سر کھجرا رہا تھا۔... پائیاں اور دوائیک ختم کر کے اس نے بل او کیا اور ویس کو میٹھی نظروں سے دیکھ کر مسکرا تاہماً ہوا صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ویس نے بھی اس مسکراہٹ کا جواب کافی گرم جوشی کے ساتھ دیا تھا۔



جو یا نافٹر والٹ نے ایکس ٹو کے نمبر ڈائل کے اور زاٹ ٹھ پیس میں بولی۔ ”جو لیا اس۔“

”چھا.... ہاں.... کیا رہا....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”وہ فون نبر ایک جرمن کے ہیں.... مسٹر ہف ڈریک.... یہ ڈریک ڈاؤنگ کمپنی کا مینیٹنگ پارٹنر ہے! ذی عزت اور بار سونغ غیر ملکیوں میں اس کا شمار ہے.... اس کا دوسرے پارٹنر سپل ڈاؤنگ سینیک کا باشندہ ایک دیسی عیسائی ہے! دونوں نے ایک لمبیڈ فرم قائم کر رکھی ہے۔“

”ہوں.... اور یہ ہف ڈریک یہاں کا شہری نہیں ہے!“

”نہیں جناب.... یہ جزل نیجر کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔“

”اچھا.... اس پر تمہیں نظر رکھنی ہے.... معلوم کرو کہ اس کے ساتھ کتنے آدمی رہتے ہیں! اگر تم نے ابھی تک اس کا پتہ نہیں تباہا!“

”اٹھارہ کو نہیں روڑ.... یہ ایک بڑی شاندار عمارت ہے۔“

”بس اب یہ معلوم کرو کہ اس عمارت میں کتنے آدمی رہتے ہیں.... اور ان کی حیثیت کیا ہے۔“

”یعنی مجھے ملازمین کے متعلق بھی معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔“

”قطعی....!“

”اگر یہ بہت ہی اہم معاملہ ہو تو میں مسٹر ہف ڈریک سے قریب ہونے کی کوشش کروں۔“

”اس وقت میں کوئی کام نہ کر سکوں گا....!“ تنویر غریاب۔  
 ”تم جانو....!“ جولیا نے لاپرواٹی سے کہا۔ کام تو میں تمہیں ضرور بتاؤں گی۔ کرنے د  
 کرنے کا اختیار تمہیں ہے؟ اور تم ہی ایکس ٹو کو جواب دہ ہو گے! کام یہ ہے کہ آج رات کو عمران  
 سونے نہ پائے! جس طرح بھی ممکن ہو یہ ضرور ہونا چاہئے....!“

”میں نہیں سمجھا۔“

”سیا تم یہ نہیں سمجھے کہ کسی وجہ سے ایکس ٹو عمران کو زوج کرنا چاہتا ہے۔“

”مگر کیک بیک یہ سو جھی کی ایکس ٹو کو؟“

”پتہ نہیں، مجھے خود بھی حیرت ہے۔“

”اچھی بات ہے! میں آج رات اُسے نہ سونے دوں گا....! مگر وہ ہے کہاں....!“

”ایک منٹ ٹھہر اور سیور رکھ دو....! میں ابھی بتاتی ہوں!“ جولیا نے سلسلہ منقطع کر کے  
 عمران کے فون کے نمبر ڈائیل کئے۔

”بیلو....!“ دوسرا طرف سے آواز آئی جولیا نے عمران کی آواز پہچان کر کچھ کہے بغیر  
 سلسلہ منقطع کر دیا اور پھر بڑی تیزی سے تنویر کے نمبر ڈائیل کر کے ماڈ تھہ پیس میں بوٹی۔  
 ”بیلو.... تنویر ہاں.... وہ اپنے فلیٹ میں موجود ہے۔“

”اچھی بات ہے.... میں اس سے سمجھ لوں گا اس لئے نہیں کہ ایکس ٹو کا حکم ہے بلکہ اس  
 لئے کہ تم کہہ رہی ہو....! اگر خود ایکس ٹو نے براہ راست مجھے مخاطب کیا ہوتا تو....!  
 ”تم صاف انکار دیتے....!“ جولیا نے طنزی سی ٹھنڈی کے ساتھ کہا۔

”نہیں.... بہانہ کر دیتا.... کہہ دیتا مجھے بخار ہو گیا ہے.... یا.... ہیضہ.... بہر حال اس  
 وقت بستر سے نہ اٹھتا۔“

جو لیا نے شرات آمیز مسکراہٹ کیسا تھا اپنے سر کو خفیہ سی جنبش دے کر سلسلہ منقطع کر دیا۔



کلاک نے ایک بھیجا.... عمران ابھی تک جاگ رہا تھا.... اُسے جولیا کی کال کا انتظار تھا۔  
 اچاٹک سامنے والی کھڑکی کا شیشہ ثوٹ کر چھپھٹانا ہوا فرش پر آرہا اور کوئی وزنی کی چیز سامنے والی

”وہ کس طرح جو لیا۔“

”آج ہی میں نے ڈریک ڈاؤنٹک کپنی میں ایک اسٹینوکی آسامی کا اشتہار دیکھا تھا۔“

”مگر....! مجھے بے حد خوشی ہو گئی اگر تم یہ جگہ حاصل کر سکو۔“

”کل ہی جناب! میں انتہائی کوشش کروں گی۔“

”مگر.... اُس عمارت کے دوسرے مکینوں کی تعداد مجھے اسی وقت معلوم ہونی چاہئے۔“

”بہت بہتر جناب....!“ جولیا نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کے بعد اس نے صدر کے فون نمبر ڈائیل کئے.... اور اس تک ایکس ٹو کی ملی ہوئی  
 ہدایات پہنچانے کے بعد بوٹی۔ ”تم دو گھنٹے کے اندر اندر مجھے مطلع کر دو....!“

”کوشش کروں گا....! یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ ساری معلومات دو گھنٹے کے اندر اندر ہی  
 حاصل ہو جائیں۔ اس وقت بارہ نج رہے ہیں۔ معلومات کے لئے آدمی درکار ہوتے ہیں اور  
 ہمارے علاوہ شاکنہ ہی کوئی آدمی اس وقت جاگ رہا ہوا۔“

”ایکس ٹو جلا ہونے سے پہلے ہی معلوم کرنا چاہتا ہے...! اس لئے مجبوری ہے!“ جولیا نے کہا۔  
 اس نے سلسلہ منقطع کر دیا اور تھکے تھکے سے انداز میں ایک ہلکی سی کراہ کیسا تھہ بستر پر گر گئی۔

ایکس ٹو.... وہ آج بھی اسی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ سوچتی ہی رہتی تھی۔ ایکس ٹو کے  
 متعلق سوچنا اس کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی! مگر ایکس ٹو کے ساتھ ہی ساتھ اس کے ذہن  
 میں عمران کا تصور بھی ابھر تا تھا! حالانکہ ویسے اب اُسے یقین آگیا تھا کہ عمران ایکس ٹو نہیں  
 ہو سکتا اور اس لیقین دہانی کے سلسلے میں خود عمران ہی کو کافی پاپڑیلیے پڑے تھے۔

یک بیک جولیا اٹھ بیٹھی کیونکہ فون کی گھنٹی پھر گنگانائی تھی۔

”بیلو....!“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔ ”میں تنویر ہوں۔“

”سیا تم نے رنگ کرنے سے پہلے گھر دیکھی تھی۔“ جولیا نے بُر اسامنہ بنا کر غصیل آواز میں کہا۔  
 ”پھر بتاؤ.... میں کیا کروں.... نیند نہیں آ رہی....!“ تنویر کی آواز دردناک تھی۔

جو لیا دانت پینے لگی۔ لیکن پھر فو رہی، نہ کر بولی۔ ”اوہ ہو! میں خود ہی تمہیں فون کر دیا تھا!“

”کیوں؟“ تنویر نے لہک کر پوچھا۔

”ایکس ٹو نے ایک کام تمہارے پر دیکھا ہے....!“

”تم بہاں میری موجودگی پر اعتراض کر سکتے ہو اور نہ اس پر کہ میرے ہاتھ میں پتھر تھا۔“

”آج سردی بڑھ گئی ہے!“ عمران نے جماں لے کر کہا۔ اُس نے اس انداز میں موضوع گفتگو بدلنے کی کوشش کی تھی کہ تنویر بھی پچکار گیا تھا۔

تو نویر پکھنہ بولا۔ لیکن جیسے ہی وہاں سے جانے کے لئے مرا عمران نے اُس کا بازو پکڑ کر کہا۔

”اوے کیا یو نبی چلے جاؤ گے۔ میرے ساتھ ایک کپ کافی بھی نہ پہنچے گے۔“

تنویر اتنی دیر سے گلی میں کھڑے کھڑے کافی ٹھنڈا ہو گیا تھا اس لئے کافی کے نام پر اس کا زہن اسے دھوکا دے گیا۔

”واہ.... یاہ.... نیکی اور پوچھ پوچھ....!“ تنویر نے نہس کر کہا۔

”میں دراصل ادھر سے گذرتے وقت ہمیشہ ہاتھ میں پتھر ضرور لے لیتا ہوں کیونکہ ایک بار یہیں ایک خونخوار کتاب مچھ پر حملہ کر چکا ہے۔“

”مگر اتنی رات گئے تم کہاں بھکٹے پھر رہے ہو۔“

”یہ نہ پوچھو! میں تو اس ملازمت سے تنگ آ گیا ہوں۔“

”کیوں....؟“  
”میں ٹھیک کہہ رہا ہوں اگر ہمارا چیف آفیسر نہ تبدیل کیا گیا تو ہم سب استعفی دے دیں گے۔“

”خیال تو بڑا چھا ہے.... خیر آؤ....!“

”تنویر اس کے ساتھ چلنے لگا! ساتھ ہی وہ بڑا بھی رہا تھا۔ اب یہی دیکھ لو کہ شاہزاد اس وقت ڈیڑھ نج رہے ہوں گے مگر میں سز کیس ناپتا پھر رہا ہوں۔ حکم ہوا ہے کہ شہر میں ایک ایسا بندر علاش کروں جس کی دم نیلے رنگ سے رنگی ہوئی ہو!“

”واہ.... کیا کہنے....! مجھے پکڑ لے چلو۔“ عمران نے خوش ہو کر کہا۔

”کیا تمہیں ایکس ٹوکھ معاوضہ بھی دیتا ہے۔“ تنویر نے پوچھا۔

”یہ شگل وصول کئے بغیر میں کسی کام میں ہاتھ ہی نہیں لگاتا۔“

”مہت اچھا اصول ہے۔“

وہ فلیٹ میں پہنچ گئے اور عمران نے کہا۔ ”تم بیٹھو! میں کافی لاتا ہوں۔ رات گئے میں نوکر کو

دیوار سے نکرانی.... یہ ایک بڑا سا پتھر تھا جو فرش پر گر کر دور تک پھسلتا چلا گیا! عمران نے الودن کی طرح اپنے دیدے نچائے اور کھڑکی کے سامنے سے صدر دروازہ کی طرف کری کھڑکا لایا۔  
وہ اتنا احتیف بھی نہیں تھا کہ کھڑکی کے سامنے جا کر باہر دیکھتا۔

پھر ایک اور پتھر اسی طرح اندر آیا! عمران خاموش بیٹھا رہا....! تیرے پتھر پر وہ اٹھا اور بڑی تیزی سے اس کرے میں چلا آیا جہاں پر آیوبیٹ فون رہتا تھا۔ شاید اس کا ارادہ تھا کہ بحیثیت ایکس ٹو اپنے کسی ماتحت کو فون پر مخاطب کرے.... اس کا ہاتھ بھی فون کی طرف بڑھا.... لیکن پھر وہ ایڑیوں پر گھوم کر کرے سے نکل آیا۔

اس نے چوتھے پتھر کے گرنے کی آواز سنی۔ دوسرے لمحے میں وہ اور کوٹ پہن رہا تھا۔ پھر فلک ہیٹ سر پر جما کر اس کا لگا گوشہ نیچے بھکایا اور اور کوٹ کا کالر کانوں تک اٹھا دیا۔

اس کے بعد وہ عقبی زینے طے کر کے عمارت کی پشت والی گلی میں آگیا۔ گلی سنان پڑی تھی۔ گلی سے نکل کر وہ اس سڑک پر آیا جس پر سے پتھر پھینکنے جانے کے امکانات تھے.... مگر وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے پتھر پھینکنے والا کسی عمارت میں چھپا بیٹھا ہو! بہر حال وہ چلتا ہی رہا یہ اور بات ہے کہ چال میں لنگراہٹ رہی ہو! جس کا مقصد اس کے علاوہ اور پکھ نہیں تھا کہ وہ چلنے کے انداز سے پچانہ جا سکے۔

اس کے فلک یہ کھڑکی کے سامنے ہی دوسری جانب ایک پتی ہی گلی تھی۔... عمران لنگڑا تا ہوا اس میں داخل ہوا.... اور دوسرے ہی لمحے میں اُس نے ایک طویل سانس! اُس کے سامنے تنویر موجود تھا اور اس کے ہاتھ میں پتھر دیکھتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... تنویر اچانک اُسے دیکھ کر نہنگ کیا تھا.... لیکن پتھر تو اس وقت اُس کے ہاتھ سے گرا جب عمران نے فلک ہیٹ کا گوشہ اوپر اٹھایا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے دوست....!“ عمران نے زم لجھ میں پوچھا۔

”تم سے مطلب....!“ تنویر غریباً۔

”تم میرے فلک میں پتھر کیوں پھینک رہے تھے....!“

”ہوش کی دو اکرو۔“

”پھر بہاں موجودگی کا مطلب... تمہارے ہاتھ میں پتھر بھی تھا۔“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

جگنا اچھا نہیں سمجھتا۔“

”اوہ! کیا دیر لگے گی؟“

”قطی نہیں! کافی تو بالکل تیار ہے! میں گیا اور لاایا۔ عمران اُسے نشست کے کرے میں بھا کر کچن میں آیا اور باسی کافی ہیز پر رکھ دی۔

کافی گرم ہوئے پر دیر نہیں لگی۔ لیکن عمران سب سے پہلے اس کرے میں آیا جسمیں پر ایجیٹ فون رہتا تھا۔ یہاں اس نے ایک الماری سے کسی قسم کا سفوف نکلا اور اس کی اچھی خاصی مقدار کافی کے کپ میں ڈال دی۔ پھر کافی کا ایک کپ لئے ہوئے وہ نشست کے کرے میں داخل ہوا۔ ”تم نہیں پیو گے....!“ تنویر نے اس کے ہاتھ میں ایک ہی کپ دیکھ کر کہا۔

”میں تو بس پی کر ہی باہر نکلا تھا۔“

تنویر نے.... بڑے پیارے سے عمران کی طرف دیکھا.... اور پھر نہیں پڑا کیونکہ عمران کی شکل کی نادار یوہ کی سی نکل آئی تھی۔ تنویر نے کافی کا ایک گھونٹ لے کر سگریٹ سلاکیا اور آرام کری پر نیم دراز ہو کر اس کا دھواد ناک سے نکالتا ہوا بولا۔ ”یار عمران.... اکثر تم سے جھگڑا بھی ہوا ہے لیکن اس کے باوجود بھی تم سے دشمنی رکھنے کو دل نہیں چاہتا۔ پتہ نہیں کیوں.... آہا میں سمجھا تھا.... شاائد تم نے مذاقا پھر چینے کا تذکرہ کیا تھا.... مگر یہ کیا....!“ وہ تحریر ان انداز میں کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشوں اور فرش پر ڈپے ہوئے پھروں کی طرف دیکھنے لگا۔

عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر منہ چلا کر رہ گیا۔

”اب سوچتا ہوں!“ تنویر نے کہا۔ ”کہیں تمہیں یقین نہ آگیا ہو کہ پھر میں نے ہی پھینکے تھے کیونکہ اُس وقت میرے ہاتھ میں ایک پھر ہی تھا۔ لیکن میں نے تمہیں سچی بات بتائی تھی۔ میرے خدا تقاضات.... اُف فہ! کمال ہے یعنی اسی وقت یہ ضروری تھا کہ میں تمہیں اس گلی میں ملوں اور میرے ہاتھ میں پھر ہو!“

”مجھے یقین ہے.... پیارے.... کہ تم نے غلط بات نہ کی ہوگی! میں بھی تم سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں کہ میں تمہارے غم میں جل مرنا گوارا کر لیا مگر اس کافی لڑکی سے شادی نہ کی جس نے میرے لئے رو د کر اپنی دوسری آنکھ کا یہڑہ بھی غرق کر لیا تھا۔“

”ہلا....!“ تنویر شرایبوں کے سے انداز میں پشا! اُس کی پلکیں بوجمل سی نظر آنے لگی تھیں

اور کافی کا پیالہ ابھی آدمیاں خالی ہوا تھا۔

”تم نہ رہے ہو پیداے! میں نے ایک وردناک بات کہی تھی۔“ عمران معموم بھج میں بولا۔

”اُس کافی لڑکی کا ہاتھ جو لیانا فنٹر وائز تو نہیں ہے!“ تنویر بدستور نہستار ہے۔

”اگر وہ کافی ہو جائے تو میں اپنا فیصلہ تبدیل بھی کر سکتا ہوں۔“

”یعنی تم اس سے شادی کر لو گے....!“ یک بیک تنویر نے غصیلے بھج میں کہا۔ کیونکہ اب

سفوف اپنا اڑو کھانے لگا تھا اور تنویر کی زبان میں لڑکھرا ہٹ بھی بیدا ہو چلی تھی۔

”ہاں اگر وہ کافی ہو جائے تو میں اس سے شادی کر لوں گا۔“

”تمہاری ایسی کی تیسی“ تنویر کافی کا کپ ٹھیک کر کھڑا ہو گیا۔

”ارے ہاں!“ عمران آنکھیں چھاڑ کر بولا۔ ”ابھی تو تم پیدا کی باتیں کر رہے تھے!“

”میں پوچھتا ہوں اس کافی میں کیا تھا۔“ تنویر نے حلک پھاڑ کر پیش کی کوشش کی مگر آواز

حلک میں پھنس کر رہ گئی۔

”نمک تھا... پیارے.... کیا تم کافی میں نمک نہیں پیتے....!“ عمر و عیار کی زبان میں اسے

سر کاری نمک کہتے ہیں۔“

”کہیں....!“ تنویر گھونسہ تان کر عمران پر چھپا۔ مگر عمران باسیں جانب کھک کیا اور تنویر

میز پر جا رہا۔ پھر اُس نے میز پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کی۔ ... لیکن اس کے ہاتھ بڑی طرح

کاپ رہے تھے۔ آخر وہ ایک لمبی کراہ کے ساتھ جس میں اوٹ پنگ قسم کی گالیاں بھی شامل

تھیں فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

تنویر بیہوں ہو چکا تھا۔ دوسری طرف عمران کے ”ایکس ٹو“ والے فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔



سود و بچے جو لیانا فنٹر وائز نے صدر کی کال رسیو کی! وہ کہہ رہا تھا۔ ”بیلو جولیا۔ یہ تم نے کس

چکر میں پھنسا دیا تھا.... وہ عمارت تو بھوتون کا مسکن معلوم ہوتا ہے! اس کے متعلق میں نے

تمہیں جو بچپن اطلاعات دی تھیں اب مجھے ان پر شبہ ہے! ممکن ہے وہ غلط رہی ہوں۔“

”آخر کیوں!“

ملا۔ حالانکہ ان دونوں میرے سخت ترین آرڈرز ہیں کہ کوئی بھی مجھے اطلاع دیئے بغیر گھر سے نہ نکلے! کیا اس نے تمہیں اطلاع دی تھی۔“  
”نہ... تمہیں جناب! جو لیا ہے کلائی۔“

”جو لیا....!“ ایکس ٹوکی گو خیلی آواز نے اُس پر رعشہ طاری کر دیا۔ اور اُسے اپنے ذہن پر بھی قابو پانا مشکل ہو گیا۔ اس لئے زبان کو کچی ہی بات اُٹھنی پڑی۔  
”مم.... میں مجبور تھی جناب۔ نجک آگئی ہوں۔“

”میرے پاس وقت نہیں ہے! اُکم سے کم الفاظ میں بتاؤ۔“ اُس نے ایکس ٹوکی غراہت سنی۔  
”وہ اکثر سونے نہیں دیتا! دو بجے ہیں تو.... تین بجے ہیں تو.... خواہ خواہ رنگ کرتا ہے.... اور کہتا ہے کہ اسے نیند نہیں آ رہی.... میں معافی چاہتی ہوں جناب۔“

”کیا تم پاگل ہو گئی ہو۔ وہ تمہیں جگادیتا ہے.... اور تم مجھ سے معافی چاہتی ہو۔“

”سس... سننے تو کہی جناب! مجھ سے آج ایک زبردست غلطی ہوئی ہے میں نے آپ کی آڑ میں....!“

”جو لیا....!“

”لیں سر....!“ جو لیا کی سانس رک گئی۔ اس بار ایکس ٹوکا الجھ پہلے سے بھی زیادہ خونخوار تھا۔

”تو تم نے اس سے یہ کہا تھا کہ وہ ایکس ٹوکے حکم کے مطابق عمران کے فلیٹ پر پھراؤ کرے۔“

”پپ.... پھراؤ.... ارے جناب.... مم.... میں!“

”یقیناً تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے! اچھا میں تمہیں صرف ایک منٹ کی مہلت دیتا ہوں اپنے حواس درست کرلو۔ پھر گفتگو کرنا۔ اگر اس بار بھی تم نے ہکلا کر گفتگو کیا ہے جوڑ اور مہمل جملے ادا کئے تو تمہارا حشر اچھا نہیں ہو گا۔“

جو لیا بڑی طرح ہاتپ رہی تھی۔ جسم کا رعشہ پہلے سے زیادہ ہو گیا تھا۔ یک بیک اس نے آواز سے رونا شروع کر دیا۔ اور روٹی ہوئی بولی۔ وہ مجھے بے حد پریشان.... پریشان کرتا ہے.... جناب لیکن میں نے اس سے یہ نہیں کہا۔.... چھ.... تھا.... چھ.... کہ وہ عمران کے فلیٹ پر.... چھ پھراؤ کرے.... چھ چھ چھ....!“

”تم پہلے رونا بند کرو.... پھر بات کرنا....!“ اس بار بھی ایکس ٹوکے لمحے میں جو لیا نے

”پوری عمارت ویران پڑی ہے۔ کبھی ان کی کھڑکیوں میں روشنی کے جھماکے سے نظر آتے ہیں اور کبھی چمگا دڑوں کی چیخیں سنائی دیتی ہیں اور کبھی الودوں کی!“  
”تو تم ڈر گئے ہو....!“

”تمہیں یہ بات نہیں ہے....! ظاہر ہے کہ میں ویسے بھی اس عمارت میں نہ گھس سکتا! اس کے متعلق مجھے ساری معلومات باہر ہی سے فراہم کرنی پڑتیں۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جاتا تو بہتر تھا کہ ہم کس سلسلے میں یہ ساری معلومات فراہم کر رہے ہیں! اس طرح میں کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنے کی کوشش کرتا۔.... یعنی کہ غالباً مجھے ہی گئی ہو گی۔“

”تم کہاں سے بول رہے ہو....!“ جو لیا نے پوچھا۔ اُس کی پیشانی پر لکھنی اس ہر آئی تھیں اور آنکھوں سے شبہ جھاٹک رہا تھا۔

”کوئی نہیں روڑ کے چورا ہے والے بو تھے سے۔“  
”بڑا ساتھا ہو گا۔“

”قطیعی....!“ صدر نے ہنس کر کہا۔ ”مگر تم یہ کیوں پوچھ رہی ہو۔“

”ذر العاجلک باہر نکل کر اٹھیاں کرو کہ کوئی تمہاری گفتگو سن تو نہیں رہا!“  
جواب میں کچھ نہیں کہا گیا۔....! جو لیا نے صرف سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سنی۔  
مگر پھر تین چار منٹ گذرا جانے کے بعد بھی صدر نے دوبارہ رابطہ نہ قائم کیا تو اس کی تشویش بڑھ گئی۔

دوسرے ہی لمحہ میں اس نے ایکس ٹوکے نمبر ڈائل کر کے اسے حالات سے آگاہ کیا۔  
”ہوں....! تو یہ صدر.... بعض اوقات خود کو زیادہ چالاک ظاہر کرنے کے سلسلے میں چوٹ بھی کھا جاتا ہے۔ اچھی بات ہے۔ میں دیکھ لوں گا۔ مگر میں دو ایک منٹ بعد تمہیں پھر فون کروں گا۔“ ایکس ٹوکے نمبر کا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

جو لیا نے رسیور کریٹل میں ڈال دیا اور اس کی دوسری کال کا انتظار کرنے لگی۔ اس کی نظر دیوار سے گلے ہوئے کلاک پر تھی۔ ٹھیک تین منٹ بعد پھر فون کی گھنٹی بجی اور اس نے رسیور اٹھا لیا۔  
”لیں جو لیا فٹر واٹر....؟“ دوسری طرف سے ایکس ٹوکی آواز آئی۔

”یہ تو یور کہاں جا رہا ہے.... میں نے ابھی اس کے نمبر ڈائل کئے تھے۔ لیکن جواب نہیں

جھکا لیا تھا....

کار کو نہیں روڑ کی اخہاروںیں عمارت کی طرف روانہ ہو گئی.... لیکن وہ عمارت تو بالکل  
بڑا یک پڑی تھی کسی جگہ بکھی سی روشنی بھی نہیں نظر آئی۔ یہاں کی عمارتیں ایک دوسری سے کچھ  
فاصلے پر تھیں اور شاندیہ کوئی ایسی عمارت رہی ہو جس میں پائیں باعث نہ رہا ہو....! بلیک زیر و نے  
اپنی کار اخہاروںیں عمارت کے برابر والی گلی میں موزو دی.... اور اسے عمارت کی پشت پر لے آیا۔  
و فتحا بیڑا نیش کی روشنی چار آدمیوں پر پڑی جو جانوروں کی طرح لڑ رہے تھے لیکن اسے خاموش  
ہنگامہ ہی کہنا چاہیئے کیونکہ ان میں سے کسی کے بھی حق سے آواز نہیں تکل رہی تھی۔ ان میں  
بلیک زیر و کو صدر کی جھلک بھی نظر آئی۔

روشنی پڑتے ہی چاروں منتشر ہونگے تھے اور بلیک زیر و کار اُن پر پڑھا لے گیا اور پھر ان کے  
قریب پہنچ کر انہیں بند کر دیا۔

”خبردار جو جہاں ہے وہیں ٹھہرے!“ اُس نے ایکس ٹوکی آواز کی نقل کی۔

”میرے ہاتھ میں ریو اور ہے اور تم سب اس کی زد پر ہو۔“

”دوسروں کے ساتھ ہی صدر نے بھی ہاتھ اٹھادیئے۔ لیکن ٹھیک اسی وقت عمارت کے  
کسی گوشے سے ایک پھر آکر بلیک زیر و کے اس ہاتھ پر لگا جس میں ریو اور تھا۔

ریو اور دور جا پڑا... اور بلیک زیر و نے کار سے باہر چلا گئے لگا کر ریو اور پر دوبارہ قبضہ  
کرنے کی کوشش کی لیکن وہ تینوں اس پر آٹھوئے.... صدر پر نہیں کس الحصہ میں تھا کہ ایکس ٹو  
کی آواز نہیں پہنچا سکا۔ ورنہ بلیک زیر و تو اس کی آواز کا بہت ہی کامیاب نقل تھا۔

بلیک زیر و نے جم کر اُن کا مقابلہ کیا۔ لیکن اب وہ بھی خاموش ہو گیا تھا۔ صدر تھوڑی دیر  
تک تو الگ کھڑا رہا مگر پھر یک بیک وہ بھی اس لڑائی میں شریک ہو گیا۔ پتہ نہیں معاملات کی  
نوعیت اس کی سمجھ میں آگئی تھی یا چونکہ کچھ دیر پہلے وہ ان تینوں سے کھڑا رہا تھا اس لئے اب پھر  
موقع غنیمت جان کر دوبارہ ان پر ٹوٹ پڑا تھا۔

ذرا سی دیر میں وہ تینوں بھاگ نکلے لیکن عمارت سے پھر کسی قسم کی دخل اندازی نہیں  
ہوئی.... بلیک زیر و اور صدر بھاگنے والوں کے پیچے دوڑے.... مگر یہاں اندر ہی رہا تھا.... وہ  
دوبارہ دور نہیں گئے تھے کہ انہوں نے کار اسارت ہونے کی آواز سنی۔

زی نہیں محسوس کی اور پھر یک بیک وہ اپنی اس کمزوری پر بڑی خفت محسوس کرنے لگی۔

”میں نے.... تنویر سے پیچھا چھڑا نے.... کے لئے یہی مناسب سمجھا تھا کہ آپ کی آڑی  
جائے۔ اگر ایسا کرنا آپ کی دانست میں درست نہیں تھا تو میں ہر قسم کی سزا بھگنے کو تیار ہوں۔“

”میں پوچھ رہا ہوں کہ تم نے اس سے کیا کہا تھا۔“

”میں نے کہا تھا کہ آپ کے حکم کے مطابق وہ عمران کو رات بھروسے نہ دے۔ مقصد یہ  
تھا کہ عمران اس کی مرمت کر دے۔“

”آئندہ ایسا نہ ہوتا چاہئے جو لیا۔“ ایکس ٹو غرایا۔ ”تم لوگ اپنے معاملات اپنی ذات تک  
حدود رکھا کرو.... سمجھیں....!“

”جی ہاں.... اب ایسا نہیں ہو گا جتاب۔“

”اور اب یہ تمہیں صحیح سے پہلے نہیں معلوم ہو سکے گا کہ عمران نے اس کی کیسی درگت بنائی  
ہے۔ اگر تمہیں اپنی اس حرکت کا انجام دیکھتا ہو تو صحیح گرین اسٹریٹ کے مشرقی سرے پر چلی جانا۔“  
ایکس ٹو نے سلسلہ منقطع کردیا اور جو لیا سہری پر گر کر ہاپنے لگی۔



بلیک زیر و کو نہیں روڑ کے چورا ہے پر پہنچ کر رک گیا.... عمران نے اسے صدر کے متعلق بتا  
کر سب کچھ سمجھا تھا اور صدر سے ملاقات ہو جانے پر بلیک زیر و کو ایکس ٹو ہی کارول ادا کرنا تھا۔

وہ میا فون بو تھ کی طرف بڑھا.... لیکن بو تھ خالی تھا.... وہ بو تھ میں گھس گیا اور دروازہ  
بند کر کے نارچ نکالی۔ فوراً اس کی نظر کاغذ کے ایک ٹکڑے پر پڑی، جو ریسیور کے کلپ میں پھنسا  
ہوا تھا۔ اس نے اسے نکال لیا۔ کاغذ پر تحریر تھا۔

”میں ایک آدمی کا تعاقب کر رہا ہوں۔“

”ص“

یہ صدر پیچھے کافی چالاک ہے.... بلیک زیر و نے سوچا.... اب وہ بو تھ سے نکل آیا تھا....  
وہ پھر اپنی کار میں آبیٹھا.... چوکہ صدر سے ملاقات ہو جانے کی صورت میں اسے ایکس ٹو کارول  
ادا کرنا تھا۔ اس نے اس کے چہرے پر سیاہ نقاب بھی موجود تھا اور قلث ہیٹ کا گوشہ پیشانی پر

کاموقع مل گیا.... وہ آدمی اخخاروں عمارت کے برابر والی گلی میں مڑ گیا تھا! لیکن جیسے ہی میں عمارت کی پشت پر پہنچا دو آدمی مجھ پر ٹوٹ پڑے.... اور پھر وہ تیسرا بھی پلٹ پڑا.... اب میری سمجھ میں آیا کہ میرے لئے دراصل چوبے دان تیار کیا گیا تھا۔“

”خیر ختم کر دیا....!“ بلیک زیر نے بھیثت ایکس ٹوکہا۔ ”تم نے حتی الامکان کافی جدوجہد کی ہے! اب یہ اتفاقات ہی تو ہیں! دیکھو میں بھی دھوکا کھا گیا! یہ بات فواہی بھجھ میں نہیں آئی کہ کار اڑالے جانے والی دھمکی محض اسی حد تک تھی کہ ان بھاگتے ہوئے آدمیوں کا تعاقب نہ کیا جائے.... آہا.... دیکھو پچھے نظر رکھنا۔“

”میں دیکھ رہا ہوں جتاب!“

”تم دونوں گدھے ہو!“ دفتار صدر کے پیروں کے پاس سے آواز آئی اور صدر اچھل پڑا... دوسرا ہی لمحہ میں ان کے دونوں ہاتھ جیبوں میں چلے گئے ایک روپا اور کے دستے پر پڑا اور دوسرا تارچ پر لیکن ثارچ کی روشنی میں اس نے اپنے پیروں کے پاس جو کچھ بھی دیکھا وہ ماقبل یقین تھا۔ ایک دو بالشت کا برہنسہ پچھے پڑا ہاتھ پر پھینک رہا تھا اور اس کی آنکھیں بلی کی آنکھوں کی طرح چک رہی تھیں۔

وغناً اس کے ہوت ہے اور کسی بالغ مرد کی سی آواز آئی۔ ”میں سپارسیا کا باشندہ ہوں.... سپارسیا ہے تم لوگ زبرہ کہتے ہو.... میرے تین دوستوں کو ابھی ابھی تم لوگ کافی پریشان کرچکے ہو.... میں تمہیں متنه کرتا ہوں کہ اس چکر میں نہ پڑو رہے ہم تمہارے اس سیارے ریاضی کو ہتھے تم زمین کہتے ہو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔“

بلیک زیر نے کادر دک کر اندر کا بلب روش کر دیا اور اس عجیب و غریب پچھے کو آنکھیں کھلاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

”تم جو کوئی بھی ہو اپنی ان حرکتوں سے باز آؤ اور اس بوڑھے سے کہو کہ سرخ پیکٹ کو پہلی فرست میں سمندر میں ڈال دے۔ اس طرح سمندر کی بیساں بجھ جائے گی ورنہ بیسا سمندر تمہاری بستیوں پر چڑھ دوڑے گا اور یہ سیارہ ریاضی.... اس طرح اس عظیم خلاء میں ریزہ ریزہ ہو جائے گا جیسے پانی کا بلبلہ چشم زدن میں ٹوٹ جاتا ہے اور اس کا نشان بھی نہیں ملتا!“

بلیک زیر اور صدر نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر اس حیرت انگیز پچھے کی طرف دیکھنے لگا۔

وہ رک کر مڑے.... کوئی بلیک زیر و کی کار اڑالے جانے کی قفر میں تھا۔ بلیک زیر و پلٹ پڑا۔ صدر نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ شائد اس نے ابھی تک یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ بھی انہیں لوگوں میں سے کوئی ہو گا۔ مگر چونکہ دونوں ایک دشمن کے خلاف لڑکے تھے اس لئے غیر شعوری طور پر صدر اس نامعلوم آدمی کے لئے اپنا بیعتی سی محسوس کرنے لگا تھا۔

کار پچھے دور جل کر رک گئی تھی اور وہ دونوں کسی دوڑتے ہوئے آدمی کے قدموں کی آوازیں سن رہے تھے۔

”دھوکا....!“ بلیک زیر و بربولیا۔ ”وہ دونوں کار کے قریب پہنچ گئے تھے۔ بلیک زیر و کار خالی تھی.... لیکن انہیں بند نہیں کیا گیا تھا۔“

”اوہ.... یہ اسی لئے کیا گیا تھا کہ ہم ان کا تعاقب نہ کر سکیں۔“ صدر نے کہا۔

”اوہ بیٹھو!“ بلیک زیر و نے پھر ایکس ٹوکے سے انداز میں کہا۔

”اے.... آپ ہیں!“ صدر یک بلیک اچھل پڑا۔

بلیک زیر و پھنس کر بولا۔ ”اب پہچانا ہے تم نے۔“

”جی ہاں.... جتاب! میں نہیں پہچان سکتا تھا۔“

”خیر جھوڑو.... آؤ.... پچھے بیٹھ جاؤ۔“

صدر اچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور کار جل پڑی۔

”تعاقب کا خیال رکھنا۔“ بلیک زیر نے کہا۔ ”یہ لوگ کافی چالاک معلوم ہوتے ہیں۔“

”میں دیکھ رہا ہوں جتاب! جی ہاں یہ لوگ کافی چالاک ہیں.... غالباً یہ مجھے پکڑنا چاہتے ہیں! میں نے کر انگ کے بوتحہ سے جولیا کو فون کیا تھا۔ اسی کے خیال دلانے پر میں نے آہستہ سے بوتحہ کا دروازہ کھول کر دیکھا۔ حقیقتاً ایک آدمی باہر دروازہ کے سامنے ہی موجود تھا۔ مجھے دروازہ کھولتے دیکھ کر وہ آگے بڑھ گیا! چونکہ جولیا کو قدرتی طور پر میری دوسری کاں کا انتظار ہوتا تھا لیکن کاں نہ ہونے پر وہ لازمی طور پر کسی نہ کسی کو اس بوتحہ کی طرف بھیجنی! اس لئے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اس آدمی کا تعاقب شروع کرنے سے پہلے کوئی تحریر بوتحہ میں چھوڑ دوں جس سے میری ملاش میں وہاں آنے والوں کو حالات کا علم ہو جائے اور انہیں تشویش میں نہ بہتلا ہونا پڑے.... وہ آدمی بہت آہستہ آہستہ کوئی نہیں روڑ پر چل رہا تھا۔ اس لئے مجھے وہاں تحریر جھوڑنے

”اس مشینی دور میں یہاں ممکن نہیں ہے۔ تم اسے زندگی نہیں کہہ سکتے! وہ کسی قسم کا میکنزم نہیں رہا ہو گا! یہ معنوی سیاروں کا دور ہے بلکہ زیر د... کیا بھی تھاہرے وہم میں بھی یہ بات حقیٰ کہ آدمی کے ہتھے ہوئے سارے زمین کے گرد چکر لگائیں گے۔“

“آپ کچھ بھی کہئے لیکن.....!“

”دتم مطمئن نہیں ہو سکو گے ادیکھو..... وہ تو صرف پچھا تم کافی گرا عذیل واقع ہوئے ہو میں تمہیں اٹھا کر پختا ہوں لیکن اگر دھماکہ نہ ہو تو میں قتل ہی کر دوں گا۔“

”میں نہیں سمجھتا۔“

”شاندیسی دھماکے کے ساتھ تمہاری تقدیر بھی پھوٹ جکی ہے۔ عقل کو اپنی جگہ پر لاو ورنہ میں کوئی دوسرا قدم المطابق گا۔“

”ویے آپ رات کو دن کہیں تب بھی مجھے اس سے انکار نہیں ہوگا۔“ بلکہ ذریوے نے غصیلے لہجے میں کہا۔  
”ایہ سہت...!“ عمر ان نے کھا اور سلسہ منقطع کر دیا۔

پکھ دیر بعد سر سلطان کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔ اسے کچھ دیر انتظار بھی کرنا پڑا کیونکہ سر سلطان با تھے اور میر، تھم ترق سادا کر منٹ بندوں اُن سے گتھکو کر سکا۔

”آپ نے کہا کہا...!“ عمران نے بوجھا۔

”اوہ....! رحمان صاحب نے بھی رات خوبی فون کیا تھا! میں نے انہیں سمجھا دیا ہے کہ وہ تم سے نہ  
ابھیں اور ٹکسی ڈرائیور ان کے حوالے انہیں کیا جا سکتا کیونکہ سیکرٹ سروس والوں نے اُسے کسی ملکے پر پوچھ  
گئے کرنے کے لئے روک لایا ہے....! اور تم آج کل سیکرٹ سروس والوں کے لئے کام کر رہے ہو!“

”سرخ ڈے کا تذکرہ آیا تھا۔“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں لیکن انہوں نے اسے متعلق کچھ بھی نہیں بتا پا! بھی کہتے رہے کہ وہ ان کا ایک بھی معاملہ ہے۔“

”اُس ڈبے کے لئے بہتیرے ناکردار گناہ بھی پر بادھ سکتے ہیں!“

”کامٹلے...؟“

عمران نے عجھلی رات کی داستان میں دھن دُہراوی۔

دُرْجَاتُ الْعِلْمِ وَالْأَعْمَالِ

”آب جانتے ہیں اک نئے سے مجھے لچکی نہیں سے۔“

”اب مجھے اٹھاؤ۔۔۔ اور گاڑی سے باہر پھیک دو۔۔۔!“ بچے نے کہا۔ ”ورنہ تم دونوں اس گاڑی سیست نتا ہو جاؤ گے۔۔۔ میری زندگی اب صرف دو منٹ کی ہے۔۔۔“

صفرو نے بالکل مشینی طور پر اسے گردن سے پکڑ کر اٹھایا اور پوری قوت سے باہر پھینک دیا وہ کافی فاصلہ پر گرا..... لیکن گرتے ہی ایک کان پھاڑ دیئے والا دھماکا ہوا..... اور اسی ہی چمک نظر آئی جیسے بم گرا ہو۔ عمارتوں کی کھڑکیاں روشن ہوئی چلی گئیں اور لوگوں کی بدحواس حجم کی چیزیں سنائی دینے لگی۔

”اب ہشکو یہاں سے۔“ بلیک زیرو نے کھاوندہ کسی نئی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کار فائٹے بھرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔



صح ہوئی تھی! عمران کی آنکھیں بچل تھیں اور وہ فون پر جھکا ہوا کہہ رہا تھا! ”بیک زیر و کمیں تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا تم تھوڑی رات طسم ہوش ربا کی ساتھیں جلد پڑھتے رہے ہو یا صح ہوتے ہوئے آنکھ لگ جانے پر خواب میں مجرہ ہائے ہفت بلا تو نظر نہیں آئے۔“

“یقین فرمائیے جناب! میں تھا نہیں تھا صدر بھی تھا میرے ساتھ اس پر تو آپ کو بے حد اعتماد ہے۔”

تم ڈفر ہو بالکل۔ اس سے بھلا میں کیسے پوچھ سکتا ہوں جب کہ تم مجھلی رات ایکس ٹو کارول ادا

کر رہے تھے!"

”عمران صاحب کی حیثیت سے پوچھ لجئے!“

”اچھا... میں نے یقین کر لیا!“ عمران نے ایک طویل سانس لی۔

”مگر جتنا بی می خود بھی حیرت میں ہوں کہ وہ پچھے کیسا تھا! ساری سماں کیا بلے ہے۔ ریاضی کس چیزیا کا نام ہے۔ اس نے کہا تھا.....جی ہاں زہرہ ہی کہا تھا۔ یعنی وہ زہرہ کا باشندہ تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ زہرہ والوں نے اینے سارے کو ساری سماں دے رکھا ہے۔“

”کیا فضول بکواس شروع کر دی تم نے۔ ارے ڈفر وہ کسی حسم کا ثراں سیمیز رہا ہو گا۔“  
”میں نہیں مانوں گا۔ ہرگز نہیں!“ پلک زمرے نے کہا۔ ”صھدر کا بیان سے کہا سکے با تھیں گرم گرم گوشت

عی تھا۔ اس نے اُسے گردن سے پکڑ کر اٹھایا تھا اور اس وقت بھی وہ پکوں کی طرح ہاتھ پر پھینک رہا تھا۔ کچھ تکمیل کر کر تھیں، سکھا، متعہد گردھے، گش معلمہ معاشر، گ ”

مکتبہ پر بڑا دین کی رکھ دیا۔ اگرچہ مکتبہ کے نام سے نہیں بلکہ نام نہیں۔

”پھر یہ کیا بکواس تھی۔“

”حقیقت تھی..... اور اس کی تقدیر اس طرح ہو سکتی ہے کہ دولت گر کے باشندوں سے اس دھماکے کے متعلق پوچھا جائے۔“

”آہا....ٹھہر دیکایا واقعہ دولت گر ہی میں پیش آیا تھا۔“

”مجی ہاں...!“

”تب پھر مجھ ساس دھماکے کی اطلاع مل چکی یہ گر عمران تمہاری کہانی پر لقین کرنے کو دل نہیں چاہتا۔“

”احبھی بات ہے تو اب میں بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھوں گا۔ لیکن..... اس کی ذمہ داری کس پر ہو گی! آپ ڈیڑھی کو مجبور کیجئے کہ وہ اس پیکٹ کار از ظاہر کر دیں۔ آپ انہیں مجبور کر سکتے ہیں کیونکہ جس چیز سے نقص، امن کا خطرہ ہو اسے نجی قرار دے کر قانون کی زدے نہیں پہنچا سکتا۔“

”ہاں! میں اسے تعلیم کرتا ہوں گر تمہاری کہانی..... سوال یہ ہے کہ اگر یہ کہانی محض اس ڈبے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے ہی گھری گئی ہوتی۔“

”تب بھی یہ کوئی الگی بُری بات نہ ہو گی کیونکہ میری نیک نیک پر آپ شبہ نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے کہ میں ایک مجنح گے کو فرم کرنے کے لئے ایسا کر رہا ہوں..... اور یہ تو آپ جلد ہی دیکھ لیں گے کہ اس کہانی میں کتنی حقیقت تھی۔“

”تمہارا کیا خیال ہے.... اس ڈبے میں کیا ہوگا۔“

”اگر مجھے ہی معلوم ہوتا تو آپ کو کیوں تکلیف دیتا اور پھر یہ ڈیڑھی کا معاملہ ہے۔ اس لئے آپ کو تکلیف دی جا رہی ہے ورنہ ایسے معمولی کام اپنے انجمنی گردھم کے ماتھوں سے لے لیتا ہوں! میں نہیں چاہتا کہ ڈیڑھی کی شان میں مجھ سے کوئی گستاخی ہو جائے۔“

”بڑے سعادت مناظر آرہے ہو آج کل!“

”ہمیشہ سے ہوں جتاب! انہیں کیا پڑی ہے کہ مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان کی قیمت گوشت پوست کے آدمیوں سے زیادہ ہے۔“

”بپ بیٹوں کے چھوٹے مرے لئے بڑے تکلیف دہ ہوتے ہیں!“

”اس لئے آپ خیال رکھیے کہ شفیق بابا اولادی بہتری کے لئے بہت ضروری ہے!“

”ارے تم مجھے تعلیم دینے پہنچے ہوا!“ سرسلطان نے غصیلے لہجے میں کہا!

”آگیا خصر...! اسی کو آن کہتے ہیں جتاب اور بھی چیز پھوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ اگر کسی بچے کا مشورہ آپ کے ذاتی تجربات پر بھاری ہو تو اسے خود بھی تو نے کی کوشش کیجئے! اسے روک کے آپ بچے کو غلط را ہوں پر ڈال دیتے ہیں!“

”میں نے ابھی ناشتہ نہیں کیا! صحیح ہی صحیح مجھ سے جھگڑا نہ کرو!“ سرسلطان نے نہت آمیز بھی کے ساتھ کہا۔

”احبھی بات ہے جتاب! براہ کرم اس ڈبے...!“

”میں انجمنی کو کوشش کروں گا....!“ سرسلطان نے کہا اور عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔



تو یور یو کھلا کر اٹھ بیٹھا کیونکہ اس نے کسی عورت کی جھینیں سن تھیں اور آنکھیں سکھلتے ہی اُسے شدید ترین بدیو کا بھی احساس ہوا تھا وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

ایک بُری ہی عورت قریب ہی کمرٹی بڑیاں انداز میں جیخ رہی تھی۔

”لاش...لاش....!“

لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے! اور یور یو نے محosoں کیا کروہ مڑک کے کنارے ایک ایسے بڑے ڈرم میں کھڑا ہوا ہے جس میں لوگ کوڑا کر کٹ اور غلاۃت جھینکتے ہیں۔

اچاک وہ اتنا زوس ہو گیا تھا کہ ڈرم سے باہر لکنا بھی بھول گیا۔

غلاۃت کے ڈرم کے گرد بھیڑا کشمی ہو گئی تھی اور لوگ یور یو سے استفسار کر رہے تھے.... ایک یونیورسیٹی کی بھیٹیں آرہا تھا کروہ کیا جواب دے..... اگر وہ میلے کھلے اور گھٹیا قسم کے لباس میں ہوتا تو نچلے طبقے کے شرایبیں کی تحریکیں کرنے کی کوشش کرتا..... مگر وہ تو بہترین قسم کے سوٹ میں تھا.... اور صورت سے بھی کسی بڑی پوزیشن کا آدمی معلوم ہوا تھا۔

اس کی یو کھلاہٹ پر لوگوں کا اضطراب اور زیادہ بیڑھ رہا تھا.... وہ جلد سے جلد اس کے متعلق معلوم کرنا چاہتے تھے۔ وقتاں ایک سفید قام غیر ملکی بھیڑ رہتا ہوا.... ڈرم کے قریب آیا۔

”آؤ....!“ اس نے یور یو کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ”تم پر یہاں معلوم ہوتے ہو!“

اس وقت یور یو کو یہ آدمی رحمت کا فرشتہ ہی معلوم ہوا.... وہ ڈرم سے باہر کوڈ آیا.... لوگ

اہد اور منتشر ہو گے... کیونکہ غیر ملکی نے بڑے غصیلے لمحے میں انہیں ڈالنا تھا۔

تو نور خاموشی سے اس کے ساتھ چلتا رہا۔ اس کا ہاتھ ابھی تک سفید فام اجنبی کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اسے ایک شاندار کلید لاک کے قریب لایا اور اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتا ہوا انگریزی میں بوالا۔

”بیٹھ جاؤ۔“

لیکن نور یہ کو اس کا لہجہ انگریزوں کا سا نہیں معلوم ہوا تھا... وہ کار میں بیٹھ گیا... اور اجنبی دوسری طرف بے اسٹرینگ کے سامنے آبیٹھا۔ کار چل پڑی۔

”تم مجھے کوئی شریف اور اچھے خاندان کے آدمی معلوم ہوتے ہو!“ اس نے ہمدردانہ لمحے میں کہا۔ ”اسی حالت میں کیا کہوں؟“ نور بھرا آئی آواز میں بوالا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے کیا بتائے گا۔ ویسے وہ اس کا معمون ضرور تھا کیونکہ اس نے اسے ایک بہت بڑی الجھن سے نجات دلائی تھی۔

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کن حالات سے دوچار ہو! مجھے تم سے بے حد ہمدردی ہے۔“

”میں... اپ... فی... سوتی ماں کے مظالم کا شکار ہوں!“ نور ہکلایا... مگر اس بے ساختہ قسم کے جھوٹ پر نور کو نہامت بھی ہوئی۔ ویسے جملے قطعی غیر ارادی طور پر اس کی زبان سے نکلا تھا... اگر وہ اس کی تردید کرتا تب بھی مزید خجالت کا سامنا کرنا پڑتا لہذا وہ اپنے اسی بیان کو طول دینے کی کوشش کرنے لگا۔

”میرا بابا بہت مالدار ہے.... ارب پتی سمجھ لو... اور میں اس کا اکٹوتا بیٹا ہوں لیکن میری ماں سوتی... جو لاولد ہونے کی بجائے پر مجھ سے دشمنی رکھتی ہے اکثر میرے لئے پریشانیوں کا باعث بنیتی ہے۔ پہچلی رات میں معمول سے زیادہ شراب پی گیا تھا۔ اتنی کہ مجھے ہوش نہ رہا اور اس نے موقع غنیمت جان کر مجھے غلاظت کے میں پھینکوادیا۔ وہ اکثر اسی قسم کی حرکتیں کرتی رہتی ہے تاکہ میری بدنی ہو۔ مقصد یہ ہے کہ میرا دولت مند بابا پر مجھ سے بیزار ہو جائے... مجھے محروم الارث کر دے۔ مجھے جو گزرن ملتا ہے اس سے محروم ہو جاؤں... کوڑی کوڑی... کو محاج ہو جاؤں۔“

”چیخ... چیخ...!“ اجنبی نے افسوس ظاہر کیا۔ ”یہ بہت بُری بات ہے تمہاری عمر کیا ہو گی۔“

”پینتیس سال...!“

”تمہارے باب کی...!“

”سالہ سال....!“

”تمہاری سوتی ماں....!“

”زیادہ سے زیادہ.... پچھس سال....!“ نور نے مختدی سانس لے کر کہا۔

”اوہو.... تم سے دس سال چھوٹی.... اور وہ یقیناً بہت حسین ہو گی.... تبھی تو اس بوڑھے... نے....!“

”اے... اس انداز میں ان کا تذکرہ نہ کرو!“ نور نے غصیلے لمحے میں کہا۔ ”تم میرے والدین کی توہین کر رہے ہو....!“

”شو....!“ اجنبی بُر اسامنہ بناتکر بولا۔ ”تم مشرقاً لوگ واقعی بڑے بے وقوف ہوتے ہو۔“

”کیوں....?“

”آخر تمہارے والدین کو تمہاری لکنی پر دوہا ہے۔“

”بالکل نہیں....!“ نور نے مختدی سانس لی۔

”تم خود اپنے پیروں پر کیوں نہیں کھڑے ہوتے۔“

”کس طرح؟ میں نے اس کے متعلق بہت سوچا ہے.... لیکن میرے پاس میرا بُری سرمایہ نہیں ہے اور کسی کی نوکری مجھ سے ہو نہیں سکے گی کیونکہ میری عادت حکومت کرنے کی ہے۔“

”قدرتی بات ہے... کیونکہ تم اونچ طبقے سے تعلق رکھتے ہو۔“

”پھر میں اپنے پیروں پر کس طرح کھڑا ہو سکتا ہوں۔“

”میں بتاؤں گا.... تمہاری مدد کروں گا.... مجھے تم سے بے حد ہمدردی ہے۔ مگر پھر تمہیں اپنے والدین کے پاس واپس نہیں جانے دوں گا۔“

نور تذبذب میں پڑ گیا۔

”اچھی بات ہے!“ اس نے کہا۔ ”تم مجھے اپنا پتہ بتا دو.... میں آج شام کو تم سے مل لوں گا۔“

”نہیں فی الحال تو تم میرے ساتھ میرے گھر چل رہے ہو۔ تمہیں ناشتہ میرے ساتھ کرنا پڑے گا۔ میں بوڑھا آدمی ہوں۔ ممکن ہے میری صحبت میں تم بوریت محسوس کرو۔ مگر گھر پر تمہیں جوان لوگ بھی ملیں گے اور تمہاری ساری کوافت ختم ہو جائے گی.... اوہ میرے خدا....“

”تم ساری رات غلاظت کے اس شب میں پڑے رہے تھے۔“

تو یہ کچھ نہ بولا۔ بولتا ہی کیا....؟



عمران نے فون کار سیور اٹھایا اور دوسری طرف سے اس نے اپنے باپ رحمان صاحب کی آواز سنی۔

”یہاں آفس میں آ جاؤ...!“ انہوں نے کہا۔۔۔ لیکن عمران اندازہ نہ کر سکا کہ آواز میں فصہ تھا یا نہ تھا۔۔۔ یا پھر وہ ہر قسم کے جذبات سے عاری ہی تھی۔

”کیوں....؟“

”تم سے کچھ گشتنگ کرنی ہے۔“

”میں کھلے عام آپ سے مل کر کھلیں نہیں بکاڑنا چاہتا! مگر بات کیا ہے۔۔۔ اشارتہ ہی بتائیے!“

”کچھ نہیں! تم میرے پاس آؤ۔“

”رات کو گھر آؤں گا۔ ورنہ ذرا سی بداختیا طی بھی مجھے موت کے منہ میں لے جائے گی۔“

”تم دولت گروالے دھماکے کے متعلق کیا جانتے ہو۔“

”میں نے سنا تھا کہ دھماکہ ہوا تھا۔“

”مگر سر سلطان....!“

”کسی کا نام نہ لجھے.... میں رات ہی کو آپ سے مل سکوں گا۔“

”اچھی بات ہے!“ دوسری طرف سے زم لجھ میں کہا گیا۔ سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔

عمران نے ریسیور کھدیا۔

وہ بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ سلیمان نے پرائیوریٹ فون پر کال کی اطلاع دی۔ وہ اٹھ کر دسرے کرے میں آیا۔۔۔ فون پر دوسری طرف جو لیانا فنر واڑ تھی۔

”ایک بہت ہی خاص قسم کی اطلاع ہے جناب! اس کے عیوض آپ مجھے معاف کر دیں گے۔“

”ہوں.... کہو!“

”میں آج صبح آپ کے نتائے ہوئے مقام پر گئی تھی۔۔۔ وہاں میں نے تو یہ کو غلامت کے یک ڈرم میں کھڑا بیلایا۔ اس کے گرد بھیڑ اکھا تھی۔“

”اور وہ بے حد خوش نظر آتا ہو گا۔“

”جی ہاں.... بے حد....!“ جو لیا ہنس پڑی۔

”پہلے بات ختم کرو۔“ عمران بحثیت ایکس ٹو غریا۔

”جی ہاں.... اُسے وہاں سے ایک سفید فام غیر ملکی اپنی کار میں لے گیا؟“

”کہاں لے گیا؟“

”کوئی نہیں روڈ کی اخباروں میں عمارت میں!“

”تم خواب تو نہیں دیکھ رہی۔“

”بعد کی تفتیش سے ثابت ہوا ہے کہ وہ بوڑھا ہف ڈریک ہی تھا۔“

”تمہیں یقین ہے کہ وہ تو یہ ہی تھا۔“

”آپ کو علم ہی ہو گا کہ عمران نے اسے کہاں ڈالا تھا۔“

”ہاں.... ٹھیک ہے پہچلی رات تو یہ یہو ش ہو گیا تھا.... اور عمران اسے کوڑا کر کر کے ایک شب میں پہچنک آیا تھا۔“

”جی ہاں.... اور ہف ڈریک اسی شب سے اس کو نکال کر ساتھ لے گیا ہے۔“

”اس وقت اُس عمارت کی گمراہی کون کر رہا ہے۔“

”خارو....!“

”دولت نگر کے دھماکے کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔“

”اُوہ.... وہ پہ اسرار دھماکے.... اُس سے وہاں کی درجنوں عمارتیں کریک ہو گئی ہیں اور

زین پر ایک جگہ ایک غار ساپاگیا ہے جس کے گرو جھلنے کے نشانات ملے ہیں۔“

”اوہ.... کچھ....!“

”دھماکے کے اسباب ابھی تک نہیں معلوم ہو سکے.... ماہرین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ کسی

قسم کا بم نہیں تھا۔ آتش گیر مادہ کے متعلق وہ بالکل خاموش ہیں! ابھی تک نہیں بتا سکے کہ اس

آتشی مادے کی نووعیت کیا تھی۔“

”گلڈ.... تمہارا کام اطمینان بخش ہے۔“

”جتاب کا بہت بہت شکر یہ.... مگر کیا آپ نے مجھے ابھی یہک معاف نہیں کیا۔“

”مگر دیا...!“ عمران نے نرم لمحہ میں کہا۔ ”مگر آئندہ خیال رہے کہ آپس کے معاملات میں میری آڑ بھی نہ لینا۔ اب مجھے دیکھنا ہے کہ تنویر پر کیا گذری۔“

”صدر پہلے ہی سے اُس کی فگر میں ہے! اُسے تنویر کے متعلق ہدایات دے جکی ہوں۔ میں یہی سوچتی کہ تنویر آپ ہی کی ایماء پر اُس عمارت میں داخل ہوا ہے۔ لیکن تنویر کی حالت سے یہ نہیں ظاہر ہو رہا تھا۔ وہ بہت پریشان اور کچھ نرس سانظر آ رہا تھا اور پھر میں نے اُسے مب سے بھی برآمد ہوتے دیکھا تھا۔ اس سے پہلے ایک بوڑھی عورت اس مب میں کوڑا چھکنے لگی تھی لیکن پھر لاش لاش چھتی ہوئی بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔ اس لئے میں نے یہی اندازہ لگایا کہ ہف ڈریک اور تنویر کی ملاقات محض اتفاقیہ ہی ہو سکتی ہے یا پھر ہم لوگ اس کی نظرؤں سے پوشیدہ ہی نہ ہوں۔ یعنی وہ یہ جانتا ہو کہ تنویر سکرٹ سروس سے تعلق رکتا ہے اسی لئے میں نے آپ کو اطلاع دیے بغیر ہی صدر کو اس کے متعلق ہدایات دے دی تھیں۔“

”گلڈ...! میں یہی چاہتا ہوں کہ تم لوگوں میں خود اعتمادی پیدا ہو۔... اب میں نے تمہیں بالکل معاف کر دیا۔“

”ویسے تمہاری یہ حرکت دلچسپ ضرور تھی.... عمران بڑی طرح بوكھلا گیا تھا۔“ عمران ایک ٹوکی آواز میں نہسا۔۔۔ پھر بولا۔

”اب.... تمہیں کیا کرتا ہے۔“

”صدر سے جو کچھ بھی معلوم ہو گا۔... اس سے آپ کو آگاہ کروں گی! وہ آج کسی نہ کسی طرح اُس عمارت میں داخل ہو جائے گا۔“

”مجھے یقین ہے! وہ بہت چالاک ہے۔ مجھے اپنے بعض ماتخوں پر فخر ہے۔“

عمران نے سلسہ منقطع کر دیا۔

کچھ دیر بعد وہ باہر جانے کے لئے لباس تبدیل کر رہا تھا نیچے آ کر اس نے کار سنجھا لی اور اس طرف چل پڑا۔

77

”فوراً ہی جواب ملا۔“

”میں کئی بار آپ کو رنگ کر پچھی ہوں جتاب!“

”میں داش منزل سے بول رہا ہوں.... کیا خبر ہے۔“

”صدر وہاں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا ہے۔“

”کس طرح....!“

”اس نے کسی طرح عمارت کے فون کی لائن خراب کر دی اور پھر ملکہ ٹیلی فون کے متری کی ہیئت سے عمارت میں داخل ہو گیا.... اور اس وقت تک وہیں ہے۔“

”کیا مطلب....!“

”وہ وہاں سے واپس نہیں آیا بلکہ عمارت ہی میں چھپ گیا ہے!“

”مگر کیا.... اس نے یہ حرکت ملکہ ٹیلی فون کی وساطت سے کی ہے۔“

”بھی ہاں.... میر اخیال ہے کہ وہ بھی کوئی کام ادھورا نہیں چھوڑتا۔ چونکہ اسے عمارت ہی میں چھپا رہتا تھا.... اس لئے ملکہ ٹیلی فون کے کسی آفسر سے گھٹ جوڑ کر کے یہ حرکت کی تھی ورنہ بعد میں اصل متری کے پہنچنے پر بھائث اپھوٹ جاتا اور وہ لوگ محتاط ہو جاتے۔“

”واقعی وہ بہت چالاک ہے....!“

”تنویر کا معاملہ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آ کا! لہذا میں نے اُسے ہدایت کر دی ہے کہ خود کو تنویر پر ظاہر نہ کرے....!“

”جو لیا تم کچھ بھے حد عقلمند ہوتی جا رہی ہو۔“ عمران نے کہا۔ ”لیکن کیا تنویر وہاں سے نکل آتا چاہتا ہے۔“

”صدر کا بیان ہے کہ وہ بے حد اکتیا ہو اور اس نے اُسے بیک زیر و کے فون نمبر بتا کر کہا۔“ اب مجھے اس نمبر پر رنگ کرنا۔“

”بہت بہتر جتاب!“

عمران نے سلسہ منقطع کر دیا۔

آج رات اُسے بے حد مشغول رہنا تھا اسی لئے اُس نے جو لیا کو بیک زیر و کے فون نمبر بتا دیے

خنے۔ وہ بھیت ایکس ٹوجر لیا کی کالیں رسیو کر کے اطلاعات نوٹ کرتا رہتا اور پھر جب بھی موقع ملتا عمران براؤ راست اس سے معلومات حاصل کر لیتا۔

وہ ساؤٹ پروف کرے میں واپس آیا جہاں تکی ڈرائیور قید تھا۔  
”کیوں.... کیا تم خاموش ہی رہو گے۔“ عمران غریباً۔

”میں کچھ نہیں جانتا جناب.... اُس کے علاوہ جو کچھ آپ کو پہلے ہی بتاچکا ہوں۔“

”تم ہف ڈریک کو بھی نہیں جانتے....!“

”ہف ڈریک....!“ وہ آہستہ سے بڑھایا۔ پھر عمران نے اس کے چہرے کی رنگت زرد ہوتے ویکھی۔ اُس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

”اب....!“ وہ مصلح آواز میں بولا۔ ”اگر آپ نے مجھے چھوڑ بھی دیا تو یہ میرے لئے بالکل فضول بلکہ انتہائی خطرناک ہو گا۔“

”کیوں....؟“

”اگر آپ ہف ڈریک تک پہنچ گئے ہیں اور اُسے کسی طرح اس کا علم ہو گیا تو وہ یہی سمجھے گا کہ آپ کی معلومات کا ذریعہ میں ہی ہوں۔ پھر نتیجہ جو کچھ بھی ہو گا ظاہر ہے۔“  
”کیا نتیجہ ہو گا۔“

”وہ لوگ مجھے پاتال سے بھی نکال کر قتل کر دیں گے.... وہ ایسے ہی خطرناک لوگ ہیں۔“

”تو تم ایسی صورت میں خود کو یہاں محفوظ تصور کرتے ہو۔“

”اُسی وقت تک جب تک ان لوگوں کی رسائی یہاں تک نہ ہو۔“

”یہاں ان کی رسائی ناممکن ہے۔“

”تب میں اپنی یقینہ زندگی اس چوہے دان ہی میں بس کر دینا بہتر سمجھوں گا۔“

”لیکن ان کے متعلق کچھ بتانا بھی پسند نہ کرو گے۔“

”جو کچھ بھی مجھے معلوم ہے ضرور بتاؤں گا.... وہ انتہائی پر اسرار اور حریت اگلیز لوگ ہیں اور انہیں کسی کی پرواہ بھی نہیں ہے۔ میں آپ کو ان کے متعلق اپنی معلومات کی حد تک بتا بھی دوں تو آپ ان کے خلاف ثبوت نہیں مہیا کر سکیں گے۔ مجھے یقین ہے!“

”تم اس کی فکر نہ کرو۔“

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ ”ان کے پاس حریت اگلیز چیزیں ہیں! چیزوں سے مراد ہے سائنسیک ایجادات اور میں ابھی تک یہ معلوم نہیں کر سکا کہ وہ کس ملک کے جاؤں ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ ویسے ان دونوں ان کی توجہ کا مرکز ڈاکٹر داور کی ایسی تجربہ گاہ ہی ہوتی ہے۔“ عمران نے ایک طویل سانس لے کر پلکیں جھپکائیں۔

اوہ وہ کہتا رہا۔ ”وہ لوگ چوروں کی طرح تجربہ گاہ میں داخل ہو کر کوئی چیز علاش کرتے ہیں! ڈاکٹر داور کو شہر ہو گیا ہے اس لئے وہ آج کل راتیں بھی تجربہ گاہ ہی میں گزارتا ہے۔ لیکن یہ لوگ اس کی موجودگی میں بھی تجربہ گاہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ان کے پاس ایک چھوٹی ہی مشین ہوتی ہے جس کے ذریعہ باہر ہتی سے تجربہ گاہ کے اندر ایک قسم کی بے رنگ و بو گیس منتشر کر دیتے ہیں۔ بس اندر جو کوئی بھی موجود ہو اس گیس کے اثر سے اُس کا سو جانا لازمی ہو جاتا ہے.... ایک دن ان کی کوئی چیز تجربہ گاہ میں گرگئی تھی جس کا احساس انہیں اس وقت نہیں ہو سکا لیکن جب وہ چیز ایک سرخ رنگ کے پیکٹ میں رکھ کر محلہ سراغِ رسانی کے ڈائریکٹر جزل کو بھجوائی گئی تو انہیں اس کا علم ہو گیا اور وہ اُسے حاصل کر لینے کی کوشش کرنے لگے۔ وہ چیز ڈاکٹر داور نے اپسے اس شہر کے تحت ڈائریکٹر جزل کو بھجوائی تھی کہ تجربہ گاہ میں کوئی نامعلوم آدمی پر اسرار طور پر داخل ہو کر ان کی مشینوں کا جائزہ لیتا ہے۔“

”وہاں گر جانے والی چیز کیا تھی۔“ عمران نے پوچھا۔

”ایسی ہی تھی کہ ڈاکٹر داور جیسے سائنسیت کی سمجھ میں بھی نہیں آسکی تھی۔“

”اوہ.... بولو.... بھی کیا چیز تھی۔“

”نام میں بھی نہیں جانتا۔ لیکن میں نے اُسے دیکھا ضرور ہے اور اس کے استعمال سے بھی واقف ہوں۔ مگر مجھے شائد ان کی لامی میں اس کا استعمال معلوم ہو گیا تھا۔ ورنہ شائد وہ تو مجھے اس کی ہوا بھی انہے لگنے دیتے۔ آج بھی مجھ سے انہیں یہی توقع ہو گی کہ اگر میں اس سرخ پیکٹ کو حاصل کر سکتا تو اسے کھو لے بغیر ہی ان تک پہنچا دوں گا۔“

”ٹھہر و....!“ عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ وہ سامنے والی دیوار پر ایک بزرگ کابلب روشن ہوتے اور بجھتے دیکھ رہا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ آپریشن روم میں فون پر کسی کی کال آئی تھی۔ وہ اُسے انتظار کرنے کا اشارہ کرتا ہوا ساؤٹ پروف کرے سے باہر نکل گیا۔

تھی۔ شی بے اختیار اُس سے لپٹ گئی۔

پھر اُس نے اس کی سکیاں سنیں! سہری لڑکی کی نصفی سی بیچی کی طرح رو رہی تھی۔

”چلو... خدا کے لئے اب تو چلو! میرا خیال ہے کہ تمہاری اڑانے والی مشین غرق ہو گئی۔“

شی نے کہا۔ لیکن لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا اور شی کی دانت میں دیتی بھی کیسے کیونکہ اس کے کانوں پر کچل بیگاڑ کے ہیڈ فون نہیں تھے۔

شی اُسے گھر کی طرف کھینچنے لگی.... سہری لڑکی نے رضامندی نہیں ظاہر کی۔ بلکہ اس کے ساتھ چلتی رہی۔ شی اُسے بیٹکے میں لے آئی.... سیدھی اپنی خواب گاہ میں لیتی چلی گئی۔

سہری لڑکی بہت زیادہ پریشان نظر آرہی تھی۔ اب وہ رو تو نہیں رہی تھی گمراہ اس کی آنکھیں ازگارہ ہو رہی تھیں۔

شی نے اشارے سے اُسے غوطہ خوری کا لباس اتنا نے کو کہا۔ اور سہری لڑکی اس طرح چوکی جیسے اسے اب اخساں ہوا ہو کہ اُس کے جسم پر غوطہ خوری کا لباس موجود ہے۔

اس نے غوطہ خوری کا لباس اتنا دیا۔ لیکن اب اس کے جسم پر وہی لباس نظر آرہا تھا جسے دیکھ کر کچھ دن پہلے شی نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تھیں اس نے اپنا سلپنگ گاؤن اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ شی سوچ رہی تھی کہ اب وہ اس کا غم کیسے بٹائے گی۔ کیونکہ خیالات کی ترجیحی کرنے والی مشین کچل بیگاڑ اب اس کے پاس نہیں ہے.... بیچاری لڑکی۔ شی کا دل بھر بھر آیا۔ لیکن وہ کوشش کر رہی تھی کہ آنسو نہ لکھیں۔ سہری لڑکی سر جھکائے بیٹھی تھی۔

دفعتا وہ غوطہ خوری کا لباس اتنا لگی۔ پھر اس کے استر میں لگے ہوئے ایک جب سے کچل بیگاڑ کے سیٹ نکالے۔

”اوہو.... یہ بہت اچھا ہوا۔“ شی بے ساختہ بولی۔ ”خدا کا شکر ہے کہ تم انہیں بچالا کیں۔“

اس نے جھپٹ کر ایک سیٹ اس کے ہاتھوں سے لے لیا۔

وسرے ہی لمحے میں وہ اسے اپنے چہرے اور کانوں پر چڑھا رہی تھی۔

دوسری طرف سہری لڑکی بھی سیٹ پوزیشن میں لارہی تھی۔ ”میں برباد ہو گئی۔ تباہ ہو گئی!

اچھی لڑکی!“ اس نے کہا۔

”میا ہوا.... یہ کیا ہوا تھا۔“

سہری لڑکی نے شی کی پیشائی پر بوسہ دیا اور فے گراز میں جائیٹھی۔ آج بھی اُس نے اس کا دل توڑ دیا تھا۔ یعنی اس کے ساتھ اس کے گھر جانے پر تیار نہیں ہوئی تھی۔ شی کو برا افسوس تھا۔ آج بھی وہ نوکروں کو بیٹکے سے نال دینے میں کامیاب ہو گئی تھی اور سارے انتظامات مکمل تھے۔ آج پھر سہری لڑکی نے باتوں ہی باتوں میں سارا وقت ختم کر دیا تھا اور پھر یہ بیک چونک کر بولی تھی کہ اب اُسے واپس چلا جانا چاہئے.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے سیارے کے کسی ویران حصے میں جاپڑے۔ شی دور ہٹ گئی۔ فے گراز زمین سے صرف ایک گز بلند ہو کر معلق ہو گیا۔ شی حیرت سے آنکھیں چھاڑے اُسے دیکھتی رہی.... دفتارہ پھر زمین پر گرا اور لڑھکتا ہوا سمندر میں جاپڑا۔ شی نے تاریخ روشن کی اور گرتی پڑتی کنارے کی طرف بھاگی۔ لیکن پانی کی سطح پر کچھ بھی نہ نظر آیا۔ البتہ بڑی بڑی لہروں کا دائرہ دور تک پھیل رہا تھا۔

تو وہ غرق ہو گئی.... شی نے سوچا اور بڑی طرح کا پنچے گلی! تاریخ اب بھی روشن تھی اور روشنی کا دائرہ پانی کی سطح پر تھا۔ شی کا دل بھر آیا اور اس کے گالوں پر موٹے موٹے قطرے ڈھکلے گے۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہاڑیں مار مار کر روئے لیکن اس نے اپنے ذہن کو قابو میں رکھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس سہری لڑکی کے لئے کیا کرے.... کیا وہ اب اسے دوباہ نہیں ملے گی۔ کبھی نہیں.... نہ جانے کیوں! اس کا تصور بھی اُس کے لئے بڑا تکلیف دہ تھا۔ آخر وہ اس کی تھی کون۔ کیا خون کا کوئی رشتہ تھا... پھر۔

وہ وہیں خیالات میں کھوئی رہی! تاریخ اب بھی روشن تھی اور روشنی کا دائرہ پانی کی سطح پر تھا۔ دفتارہ اس نے محسوس کیا کہ کوئی تیر تاہوا کنارے کی طرف آرہا ہے۔ شی کا دل دھڑکنے لگا اور پھر وہ ڈر گئی کیونکہ وہ ایک عجیب قسم کا سمندری جانور تھا۔ ایک بہت بڑے کیڑے سے مشابہ.... پھر وہ پوری طرح تاریخ کی روشنی کے جیٹہ عمل میں آگیا۔

اور دوسرے ہی لمحے میں شی کا دل خوشی سے ناج اٹھا کیونکہ آنے والے نے اپنے چہرے... حفاظتی نقاب ہٹا دیا تھا... یہ سہری لڑکی تھی۔ گمراہ اس کے چہرے سے بدحواسی ظاہر ہوا۔

”نے گراز سمندر میں غرق ہو گیا۔ اب میرے فرشتے بھی اسے نہیں نکال سکتے۔“  
”مگر یہ ہوا کیسے۔“

”اچانک اسکی کوئی خرابی واضح ہو گئی تھی... اب میں کیا کروں گی۔ میں کیسے واپس جاؤں گی۔“

”میں تمہارے لئے بے حد معموم ہوں۔ پیاسے کہوں گی وہ تمہیں اپنی بیٹی بنالیں۔“

”نا ممکن میں کسی کے سامنے نہیں آسکتی کبھی نہیں۔ میں خود کشی کرلوں گی۔“

”ضد نہ کرو۔“

”چکھ بھی ہو! یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے۔“

”آخر کیوں!“

”بس یو نہیں! مجھے اس پر مجبور نہ کرو۔ میرے لئے اب مر جانے کے علاوہ اور کوئی دوسری صورت نہیں ہو سکتی۔“

”اچھا اگر.... میں تمہیں دوسروں سے چھپائی رہوں۔“

”اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ میں کچھ دن اور زندہ رہ سکوں۔“

شمی نے سوچا کہ وہ آہستہ آہستہ اسے راہ پر لے آئے گی۔ فی الحال اس مسئلے پر اس سے بحث نہ کرنی چاہئے۔ اسے وہ تمہرے خانے یاد آئے جوڑا اکٹھ داونے اس بنگلے میں کچھ ایسے سائنسیں فیک طریقے سے بنوائے تھے کہ ان میں گھن کا احساس نہیں ہوتا تھا اور مہینوں آسان دیکھنے کی خواہش کے بغیر ان میں قیام کیا جا سکتا ہے! وہ تمہرے خانے کیوں بنوائے گئے تھے اس کا علم شمی کو نہیں تھا۔

”میں تمہیں اس طرح چھپاؤں گی کہ کسی پرندے کی نظر بھی تم پر نہ پڑے گی۔“ شمی نے اس سے کہا۔

”یہ کیسے ہو سکے گا۔“ سہری لڑکی بولی۔

”نہایت آسانی سے۔“ شمی نے کہا۔ ”اس عمارت کے نیچے بڑے عمدہ تمہرے خانے ہیں! اتم ان میں بھی محسوس کرو گی کہ اپنے آرام دہ کمرے میں بیٹھی ہوئی ہو۔ وہ ایری کنڈی شنڈ اور نہ جانے کیا کیا الابالا ہیں۔ بہر حال ان میں گھن کا احساس نہیں ہوتا۔ خواہ تم سال ہاسال ان میں قیام کرو۔ سہری لڑکی شمی کے ہاتھ چومنے لگی۔

رحمن صاحب اپنی خواب گاہ میں داخل ہوئے لیکن وہاں عمران کو دیکھ کر ان کی حرمت کی انتہائی رہی۔ وہ بڑے اطمینان سے آرام کر کی پر دراز تھا۔ رحمان صاحب کو دیکھ کر گھر ہو گیا۔

”تم ہاں کیسے؟...؟“

”میں تو آپ کے ساتھ ہی آیا تھا۔“

”کیا سکتے ہو! سخیدگی اختیار کرو! اور نہ۔“

”یقین کیجھے! میں آج کل اتنا سخیدہ ہوں کہ خود بھی بعض اوقات اپنی عقل پر رونا آتا ہے۔ میں آپ کے ساتھ ہی آفس سے گھر آیا تھا۔“

”بکواس مت کرو۔ مجھے بتاؤ کہ تم کیسے اندر داخل ہوئے ہو۔ عمارت کے گرد فوج کا پھرہ ہے۔ مجھے راستہ بتاؤ۔... جدھر سے آئے ہو۔ تاکہ میں وہاں بھی آدمی نکاؤں۔“

”آپ کو میں ہی گھر لایا تھا۔“

”عمران....!“

”یقین نہ آئے تو ڈرائیور سے پوچھ لیجئے گا۔ میں نے آپ کے آفس ہی میں اسے روک دیا تھا۔ وہ اس وقت اطمینان سے وہاں آپریشن روم میں بیٹھا ہو گا اور شاکنڈ اس کے سونے کا انتظام بھی ہو جائے۔ ڈرائیور کا ہمیشہ فائدہ ہے میک اپ میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔“

”تم ڈرائیور کے میک اپ میں تھے۔“

”جی ہاں....!“

رحمن صاحب کی آنکھوں سے بے اعتباری مترش تھی۔ لیکن وہ خاموش ہی رہے۔ عمران کہتا رہا۔ ”اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ کیونکہ ہر اس آدمی کی گمراہی ہونے لگتی ہے جو آپ سے ملتا ہے۔ لیکن میں ان لوگوں کی نظرؤں میں نہیں آنا چاہتا جو آپ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔“

رحمن صاحب خاموشی سے عمران کو گھورتے رہے۔

”ہاں آپ نے مجھے کیوں بلا�ا تھا۔“ عمران نے پوچھا۔

اہمیں گے۔ عمران نے چیو نگم کا پیکٹ پھاڑا اور ایک بیس منٹ میں ڈال کر اسے آہستہ کلکنے لگا۔  
پھر دیر بعد رحمان صاحب واپس آگئے۔

اُن کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سرخ پیکٹ تھا۔

انہوں نے اسے میز پر کھدیا۔۔۔ اور میز کے قریب ایک کرسی کھسکا کر بیٹھ گئے۔

”اجازت ہے۔“ عمران پیکٹ کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

”ٹھہر دا!“ رحمان صاحب نے پیکٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”ڈاکٹر دا اور میرا پرانا دوست ہے۔ وہ جنم طور پر اس سرخے اسفع کے متعلق معلومات

حاصل کرنا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ یہ جن لوگوں سے تعلق رکھتا ہے ان کا کھونج نکالا جائے۔۔۔!

”جن لوگوں سے یہ تعلق رکھتا ہے وہ بھی میری نظرؤں میں ہیں۔“

”غیر ذمہ دار نہ گفتگو میں نہیں پسند کرتا۔“ رحمان صاحب اسے گھور کر غرائے۔

”اچھی بات ہے۔ بہر حال آپ ڈاکٹر کے متعلق یہ کہہ رہے تھے کہ وہ اس کی تینیش فی الحال

سرکاری طور پر نہیں کرنا چاہتا۔“

ہاں۔ لیکن اب یہ سرکاری کیس بن چکا ہے۔

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔ آپ مطمئن رہئے۔ میں یہ پیکٹ آپ سے طلب نہیں

کروں گا! لیکن آپ کو یہ ضرور بتاؤں گا کہ اس اسفع کا اپنے پاس رکھنا انتہائی خطرناک بھی نہ ہے۔

ہو سکتا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کو اس کے کمالات دکھاؤں۔“

”چلو۔۔۔ جلدی کرو۔۔۔ مجھے سوتا بھی ہے۔ آج کل میں بڑی تھکن محسوس کر رہا ہوں۔

اوہ۔۔۔ مگر ٹھہر دا۔۔۔ تم نے اس لیکسی ڈرائیور سے اس کے متعلق معلومات حاصل کی ہوں گی۔“

”مگر یہی کتنا مشکل کام تھا زیدی کہ میں نے چھ آدمیوں میں سے ایک کو چن لیا اور وہی کام کا

آدمی نکلا۔۔۔!“

”مگر وہ اب کہاں ہے؟“

”سیکرٹ سروس والوں کے قبضے میں۔“

”تم ان کے لئے کام کرتے ہو۔“

”بھی ہاں۔۔۔!“

”یہ بتانے کے لئے کہ تم لگدھے ہو۔“

”یہ میں بھپن ہی سے سنتا آپا ہوں ویسے اگر آپ نے اونٹ یا اود بلاؤ کہا ہوتا تو میں کوشش کرتا، تاکہ مجھے تشویش ہو جائے۔“

”سنوا میں نے یہ کہنے کے لئے بیلایا ہے کہ اگر تمہیں اس ذبیہ کا راز معلوم ہو جائے تو تم کیا کر سکو گے۔“

”اُس کا راز مجھے معلوم ہو چکا ہے۔“ عمران نے لاپرواپی سے کہا۔

”تم بکواس کرتے ہو۔“

”میرا خیال ہے کہ میں نے پیدائش سے اب تک کبھی کوئی ڈھنگ کی بات نہیں کی۔“

”اس نے تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم چپ چاپ بیہاں سے چلے جاؤ۔ میک اپ کر لیتا یا بعض کھیلوں کو سمجھا لینا کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔“

”میرے لئے وہ سرخ پیکٹ بھی کوئی بڑی بات نہیں ہے! اور میں آپ کو یہی بتانے آیا ہوں کہ اب مجھے اس پیکٹ کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہے۔“

”بیوں....؟“

”میں ڈاکٹر دا اور سے بھی اس کے متعلق معلومات حاصل کر سکتا ہوں۔“

”اوہ۔۔۔!“ رحمان صاحب کامنہ کھل گیا۔ وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

”تمہیں کیے علم ہوا۔۔۔!“ میں نے سلطان کو بھی نہیں بتایا۔

”بیس ہو گیا علم۔۔۔ مگر آپ اس سرخے اسفع کے متعلق اب تک کیا معلوم کر سکے ہیں۔“

رحمن صاحب نے ایک طویل سانس لی۔ یک بیک ان کے خدو خال کا یتھاپن غائب ہو گیا تھا۔

ان کے ہونٹوں پر خفیہ سی مسکراہٹ نظر آئی اور یہی عمران کی سب سے بڑی جیت تھی۔

مسکراہٹ اور حمن صاحب کے ہونٹوں پر۔۔۔ خصوصاً عمران کے لئے تو انہوں بات تھی۔

”میں اسے ابھی تک نہیں سمجھ سکا!“ انہوں نے آہستہ سے کہا۔ ”بیٹھ جاؤ۔“

اور خود بھی بیٹھ گئے۔ عمران بیٹھتا ہوا بولا۔ ”اے نکالے میں کوشش کروں گا کہ آپ اسے

سمجھ سکیں۔“

رحمان صاحب انٹھ کر چلے گئے۔ انداز سے یہی معلوم ہو رہا تھا کہ وہ خالی ہاتھ نہیں واپس

”کیا ملتا ہے؟“ رحمان صاحب نے بڑی خمارت سے پوچھا۔  
”دھکے!“ عمران نے اسامنہ بنا کر بولا۔ ”بھی آپ کی ڈانٹیں.... اور بھی سوپر فیاض کی لار  
پیلی آنکھیں....!“

”پھر اس لغویت سے فائدہ....!“

”تجربات حاصل کر رہا ہوں۔“ عمران نے لاپرواپی سے کہا۔

رحمان صاحب صرف دانت پیس کر رہا گئے۔

”ہاں تو پھر اجازت ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”ہوں....!“ رحمان صاحب نے ہونٹ بھینچ لئے.... اور دوسرا طرف دیکھنے لگے۔ نہ  
جانے کیوں وہ یک بیک پچھے بیزار سے نظر آنے لگتے تھے۔

عمران نے پیکٹ کھول ڈالا۔ اندر سے سہرے رنگ کے اسٹنچ کا ایک ٹکڑا برآمد ہوا۔ عمران  
نے اسے دبا کر دیکھا اور پھر چھوڑ دیا اس نے اسٹنچ ہی کی طرح دب کر پھر انپا اصل جنم اختیار کریا  
تھا۔ مگر وہ سونے کا تھا.... سو فیصدی سونے کا۔ عمران نے یہی اندازہ لگایا وہ معمولی اسٹنچ سے کچھ  
زیادہ ہی وزنی تھا۔

اب عمران نے میٹل پیس سے ایک گلاس اٹھایا۔ اور کوٹ کے اندر ورنی جیب سے ایک  
شیشی کالی جس میں کوئی سیاہی مائل سیال تھا۔

اس نے شیشی گلاس میں الٹ دی....

”یہ کیا ہے....!“ رحمان صاحب نے پوچھا۔

”ایک کپاؤٹن جو ایک ایمیڈ اور ایکو نیا سے تیار کیا گیا ہے!“ عمران نے جواب دیا۔ اور  
دوسرے ہی لمحے میں سہرہ اسٹنچ اٹھا کر گلاس میں ڈال دیا۔

”ارے یہ کیا کیا۔.... کیوں اسے ضائع کر رہے ہو۔“

عمران نے جواب دیا۔ ”اگر اس کا وزن کم ہو لیا اس کی رنگت پر کوئی اثر پڑے تو مجھے یہیں گولی  
مار دیجئے گا۔“

وفتنار رحمان صاحب نے دیکھا کہ گلاس سے ہلکے گلابی رنگ کا دھواں اٹھ رہا ہے۔ لیکن اس  
میں کسی قسم کی بو نہیں تھی.... اوز دیکھتے دیکھتے ہی ان کے چہرے پر حیرت کے آثار بھی نظر

آنے لگے کیونکہ اس دھوکیں سے کھمیوں کی سی بھجنہاٹ کی آواز آرہی تھی۔

پھر یک بیک کوئی صاف آواز میں بولنے لگا۔ لیکن آواز اتنی ہلکی تھی کہ اس میز سے زیادہ دور

بک نہیں پھیل سکتی تھی۔ مگر وہ زبان کون سی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔

رحمان صاحب نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ ہلاکے ہی تھے کہ عمران نے ہاتھ اٹھا کر انہیں

خاموش رہنے کا اشارہ کیا! پھر سہرہ اسٹنچ گلاس میں سے نکال لیا۔ اور اسے نچوڑتا ہوا بولا۔

”یہ آپ کے لئے یہ زبان نہیں تھی۔“

”بالکل نہیں....!“ رحمان صاحب پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ ”مگر یہ کیا بلاہے۔“

”زہرہ کے باشندوں کا اڑا نسیم۔“

”پھر کواس شروع کر دی تم نے۔“

”اہمی تک کی معلومات ہیں.... زہرہ کے باشندے ہماری زمین کو حرا۔... م.... اور....“

”ہب.... ریاضی کہتے ہیں اور زہرہ کو سپارسیا....!“

”کیا اب رہا ہے گدھے؟“ رحمان صاحب گرجے۔

”اہمی تک کی معلومات اتنی ہی ہیں ڈیڑی.... اگر میں اس میں کوئی نہیں چیز بیدا کر سکتا تو وہ آپ  
سے پوچھدہ رہے گی۔.... اب آپ اس سہرے اسٹنچ کے متعلق مجھے اپنے فیملے سے آگاہ فرمائیے۔“

”میں چاہتا ہوں کہ یہ ڈاکٹر اور ہی کے پاس بیٹھ جائے، آج ٹنچ اس نے مجھے فون کیا تھا۔  
جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ مجھ پر ہونے والا حملہ اسی سے متعلق تھا تو اُس نے کہا کہ یہ اُسے واپس  
کر دیا جائے۔“

”میں یہ کام تجویزی انجام دے سکوں گا۔“

”تم اہمی مجھ کو اس کے خطرات سے آگاہ کر چکے ہو۔“

”جی ہاں! میں آپ کا سایہ اپنے سر پر قائم رکھنا چاہتا ہوں اس لئے عرض کیا تھا۔ ویسے میرا  
سایہ آج تک کسی کتے کے پلے کے سر پر بھی نہیں پڑ سکا۔... اس لئے میرا معاملہ الگ ہے....!“

”کیا بکتا ہے....!“

رحمان پیکٹ کو اٹھا کر جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ ”اب آپ اجازت دیجئے کہ میں آپ کی کار

آپ کے آفس تک لے جاؤں وہاں سے ڈرائیور اسے واپس لائے گا۔“

”لے جاؤ.... مگر دیکھو....!“ رحمان صاحب کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئے۔  
”جی ہاں....!“

”کچھ نہیں.... دراصل.... میں یہ اسخنگ کی دوسرے ذریعہ سے بھجوادوں گا۔“

”اس سے بہتر ذریعہ اور کیا ہو گا کہ اسی بہانے سے ڈاکٹر داور کا اعتماد حاصل کر سکوں۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ریاضی کے باشندے سپارسیا والوں سے ڈر جائیں گے۔ اسے میں زبرہ میں ہی جا کر اپنا بڑنس اشارت کروں گا۔ ملٹچ آباد کے آموں کے قلم لے جاؤں گا.... امر و دالہ آبادی کے قلم.... اور.... اب اجازت دیجئے۔“

” عمران میں پھر سمجھاتا ہوں کہ تم اس چکر میں نہ پڑو.... یہ انہائی خطرناک لوگ معلوم ہوتے ہیں! اسی ایکس ٹو کو بھینٹے دو۔“

”ہمیں آپ ایکس ٹو کو جانتے ہیں!“

”نہیں! صرف اتنا جانتا ہوں کہ ان لوگوں کا چیف ایکس ٹو کہلاتا ہے۔“

”برا بھائیک آدمی ہے ڈیڈی!“ عمران احمدانہ اندماز میں آنکھیں نیچا کر بولا۔

”ہو گا....!“ رحمان صاحب کے لمحے میں لاپرواںی تھی۔

”اچھا ڈیڈی.... اب میں دوبارہ میک اپ کروں گا۔ لہذا اجازت دیجئے۔“

” جاؤ....!“ رحمان صاحب مردہ سی آواز میں بولے۔

عمران باہر نکل گیا۔ رحمان صاحب نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا تھا۔ کچھ دیر بعد انہوں نے سر اٹھایا اب وہ بے حد معموم نظر آرہے تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان کے چہرے پر کبھی سختی کے آثار نظر ہی نہ آئے ہوں۔



صدر کو یعنی روڈ کی بیسویں عمارت کی چھت پر اندر ہیرے میں آنکھیں چھاڑتا پھر رہا تھا۔ وہ برآمدے کی چھت پر تھا اور یعنی کے مل رینگتا ہوا کروں کے روشندانوں میں جھاکتا پھر رہا تھا۔ کروں کی چھت برآمدے کی چھت سے تقریباً تین فٹ اوپری تھی.... اس لئے وہ روشندانوں سے بخوبی کروں کے اندر کا حال دیکھ سکتا تھا.... اسے دراصل تویر کی تلاش تھی۔

ایک کمرے میں وہ ٹل ہی گیا۔ مگر تھا نہیں تھا۔ دو خوبصورت لڑکیاں اس کے قریب ہی بیٹھی ہوئی تھیں لگا رہی تھیں۔ تو یہ بھی نہ رہا تھا۔ سامنے میز پر شراب کی بو تلیں گلاس اور سامنے رکھے ہوئے تھے۔ تو یہ کی آنکھوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ نئے میں ہے۔

لڑکیاں اسے چھیڑ چھیڑ کر خود بھی نہ رہی تھیں اور اُسے بھی ہنگاری تھیں۔ ویسے صدر اس وقت بھی بھی محوس کر رہا تھا کہ تو یہ کسی الجھن میں ہے۔

” تو پھر چلو گے میرے ساتھ۔“ ایک لڑکی نے تو یہ سے پوچھا۔

” بہ.... یہ.... بب بہت مشکل ہے۔“ تو یہ ہکلایا۔ ”بات دراصل یہ ہے کہ میں.... کبھی.... لڑکیوں کے ساتھ باہر.... نہیں لکھا! مجھے شرم آتی ہے۔“

” کیا شرم آتی ہے!“ لڑکی نے اُسے غصیلے لمحے میں پوچھا۔ جیسے تو یہ نے اُسے گالی دی ہو۔ ”س..... سمجھنے کی کو شش کرو۔“ تو یہ انگلی اٹھا کر بولا۔ ”میں بچپن ہی سے الگ تھلک رہا ہوں.... اس لئے لڑکیوں سے مجھے شرم آتی ہے۔“

” تو تم اس وقت شرما رہے ہو....!“

” ہاں.... ام....!“

دفعہ دو اور آدمی صدر پر ٹوٹ پڑے.... صدر غافل تھا۔ اس لئے پہلے تو وہ اس پر چھاہی گئے۔ لیکن صدر آسمانی سے قابو میں آنے والا نہیں تھا۔ وہ اچھل کر دور جا کر ہوا اور دوسرے ہی لمحہ میں ریو اور نکال کر بولا۔ ”اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو۔“

” جیسے ہی، ہم اپنے ہاتھ اٹھائیں گے نیچے سے تمہیں گولی مار دی جائے گی۔“ ایک نے کہا۔ ”تم چار را انکلوں کی زد پر ہو۔ بہتر پیسی ہے کہ ریو اور نیچے ڈال دو۔“

وغیراً صدر نے نیچے گر کر ان میں سے ایک پر فائز کر دیا۔ وہ چیخ کر گرا.... اور دوسرا آدمی بوکھلا کر دوسری چھت پر کوڈ گیا۔ لیکن نیچے سے ایک بھی فائز نہ ہوا.... صدر نے سوچا کہ اب یہاں نہیں رہنا محتاج تھی ہو گی۔

وہ تیزی سے اس طرف آیا جہاں ایک لٹر کے سہارے وہ اوپر آیا تھا.... وہ لٹر کی مضبوط چائیں پکڑ کر دوسری طرف جھوٹ گیا.... پھر زمین پر بچھتے میں اُسے بدقت تمام تکسیں سیکھ لگے ہوں گے۔

وہ تجربہ گاہ کی عمارت کی پشت کی جانب جا رہا تھا۔ ادھر تھوڑے ہی فاصلے پر سمندر کی لمبی ساحل سے مکراتی تھیں۔ مگر یہ لمبی سنت رو تھیں اس لئے ان کے نکراوے سے رات کا نہایت بمردوخ نہیں ہو رہا تھا۔

اپاٹک عمران چلتے چلتے رک گیا۔ اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے قریب ہی کہیں دو آدمی لاڑ کرے ہوں.... غراہٹ کسی آدمی ہی کی تھی اور اسے غیر ارادی ہی کہا جا سکتا تھا کیونکہ وہ زیادہ بلند نہیں ہوتی تھی۔

اس نے جیب سے تارچ نکالی۔ اور اس کا رخ آواز کی سست ہو گیا۔ روشنی کا دائرہ دو

آدمیوں پر پڑا جو ایک دوسرے سے لگتے ہوئے تھے۔

ان میں سے ایک کے جسم پر غوطہ خوری کا لباس تھا۔ اس شخص کا چہرہ حناظتی نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ دوسرے ایک اوہیڑہ عبر کا آدمی تھا۔ اس کے چہرے پر گھنی ڈالا ہی تھی اور بال اپنے ہوئے تھے لباس جگہ جگہ سے پھٹ گیا تھا۔ گواں وقت اس کی حالت امتر تھی لیکن پھر بھی وہ نچلے طبقے کا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا اور اس کے لانے کے انداز سے بھی یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ محض اپنی جسمانی قوت کی بناء پر جما ہوا ہے۔ لزانی بھڑائی کا تجربہ نہیں رکھتا جیسے ہی ان پر تارچ کی روشنی پڑی غوطہ خور اچھل کر پچھے ہٹ گیا اور اسی وقفے میں اس نے ریو اور بھی نکال لیا تھا۔ مگر عمران بھی غالباً نہیں تھا بیکل اس سے ہی ہوئی۔

اس کے ریو اور سے شعلہ نکلا اور غوطہ خور کا ریو اور دور جا گرا۔ اور ہیڑہ آدمی زمین پر پڑا ہاپ رہا تھا۔

غوطہ خور نے دوسرے ہی لمحے میں پانی میں چھلانگ لگادی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے نظریں سے غائب ہو گیا۔ عمران نے جھپٹ کر اوہیڑہ آدمی کو زمین سے اٹھایا۔ اٹھتے وقت اس کے طلق سے ہلکی سی کراہ نکل گئی تھی۔

عمران نے اس کے قریب ہی غوطہ خوری کا لباس پڑا ہوا دیکھا اور الجھن میں پڑ گیا۔ ”وہ... وہ...!“ اوہیڑہ آدمی ہاتھا ہوا بولا۔ ”مجھے زبردست غوطہ خوری کا لباس پہنانا چاہتا تھا۔“

”آپ کون ہیں...!“ عمران نے پوچھا۔

”اوہ... میں... میں...!“ اوہیڑہ آدمی خاموش ہو گیا۔

لیکن اتنی ہی سی دیر میں اسے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا گیا تھا۔۔۔ لیکن شاہزادہ لوگ ابھی تک اسے دیکھ نہیں پائے تھے۔ البتہ ”لینا... پکڑنا... جانے نہ پائے...!“ کا شور دور دور دور تک پھیل رہا تھا۔

ویسے اگر ان میں سے کوئی بھی نارج روشن کر لیتا تو صدر کسی خارش زدہ گیدڑ کی طرح مارا جاتا اور اس پر اتنی گولیاں پڑتیں کہ اس کا جسم چھلنی ہو کر رہ جاتا۔ صدر زمین پر پڑا ہوا کسی تیز رفتار سانپ کی طرح چھانک کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ روشن کی دونوں طرف گلاب کی کیاریاں تھیں۔ گنجان اور اوچے پودوں کی وجہ سے وہ محفوظ رہا۔

مگر چھانک پر تو تین آدمی پہلے ہی سے موجود تھے۔۔۔ صدر رک گیا۔ وہ اب بھی اندر ہرے ہی میں تھا۔۔۔ نہ جانے کیوں ان لوگوں نے چھانک کی روشنی بھی گل کر دی تھی۔

دفعتاً ایک بڑا سا پتھر صدر کے ہاتھ آگیا۔۔۔ اس نے دوسرے ہی لمحے میں اسے نوکروں کے کوارٹر کی طرف اچھاہل دیا۔۔۔ وہ صبح ہی دیکھ چکا تھا کہ ان کوارٹروں میں میں کے سامبان تھے پتھر ایک زور دار چوٹ کا دینے والی آواز کے ساتھ کسی سامبان پر گرا۔۔۔ اور چھانک پر نظر آنے والے تینوں آدمی بے تحاشہ دوڑتے ہوئے کوارٹر کی طرف چلے گئے۔

بس پھر صدر چھانک کے باہر تھا۔۔۔ اندر کا شور برابر جاری رہا۔

عمران ڈاکٹر اور کی تجربہ گاہ کے قریب بیچنچ چکا تھا۔ لیکن اسے علم تھا کہ وہ آسانی سے اندر نہیں داخل ہو سکے گا کیونکہ چہار دیواری کے چھانک پر پھان چوکیداروں کی پوری فوج کی فوج رہا کرتی تھی۔

یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ وہ رحمان صاحب کے حوالے سے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتا۔ وہ باہر رحمان صاحب کا نام بھی نہیں لینا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ عمارت کی پشت ہی پر کوئی راستہ ملاش کیا جائے۔ آخر وہ پراسرار آدمی تجربہ گاہ میں کیسے داخل ہوتے ہوں گے۔ چھانک کی طرف سے تو ان کی رسمائی ممکن ہی نہیں ہو سکتی۔ یہ سوچ کر اس نے چھانک کی طرف جانے کا زار اداہ ترک کر دیا۔

”ہاں.... کیجئے.... آپ کون ہیں اور وہ کون تھا۔ میرا خیال ہے کہ میں ٹھیک ہی دقت پر پہنچا ہوں۔“

”مم.... میں ڈاکٹر داور ہوں!“ اس آدمی نے عمارت کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”اس تجربہ گاہ کا انچارج۔“

”اوہ....!“ عمران اسے گھوڑے لگا... پھر اس نے غوطہ خوری کا لباس اٹھایا۔

”آپ کامیں شکر گزار ہوں۔“ ڈاکٹر داور نے کہا۔

”اور میں آپ ہی سے ملتا چاہتا تھا...“ ”عمران بولا۔“ مجھے رحمان صاحب نے بھیجا ہے۔

”اوہ.... تو آؤ... آؤ... اسے پانی میں پھینک دو۔ یہ لباس اُسی کے پاس تھا۔“

”آپ چلے جتاب....!“ عمران نے لباس کو اپنے باہمیں ہاتھ پر سنبھالتے ہوئے کہا۔ ”مجھے رحمان صاحب نے بھیجا ہے.... اس لئے میں اس لباس کو پانی میں نہیں پھینک سکوں گا۔“

ڈاکٹر داور آگے بڑھ گئے وہ تجربہ گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ عمران ان کے پیچے پڑا رہا گر ڈاکٹر داور کا رخ پھانک کی طرف نہیں تھا۔ وہ نرکل کی جہاڑیوں کے قریب پہنچ کر رک گئے اور عمران کی طرف ٹرک کر بولے.... ”چلے آؤ۔“

عمران ان کے ساتھ ہی جہاڑیوں میں گھس پڑا... دیوار سے ملا ہوا اسے ایک زینہ نظر آیا۔ دونوں اوپر چڑھتے چلے گئے۔

اوپر پہنچ کر وہ ایک چھوٹی سی کھڑکی میں داخل ہوئے اور عمران بولا۔ ”غالباً.... وہ لوگ اسی راستے سے داخل ہوئے ہوں گے۔ یہ خطرناک ہے۔“

”قطیعی خطرناک نہیں ہے۔ یہ راستہ بھی اندر ہی سے بنایا جاسکتا ہے۔ زینے.... میکنزی م پر ہیں.... یہ دیکھو باہر کھڑکی سے۔“

عمران نے باہر دیکھا.... زینے اٹھتے ہوئے اوپر کی طرف جا رہے تھے.... اور ڈاکٹر داور کا ہاتھ دیوار پر لگے ہوئے ایک سونچ بورڈ پر تھا۔ زینے چھت پر جا کر غائب ہو گئے۔

”اوہ اب یہ کھڑکی بھی جارہی ہے.... پیچھے ہٹ آؤ...!“ عمران پیچھے ہٹاہی تھا کہ دیوار برابر ہو گئی۔ اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

”مگر آپ ادھر گئے کیوں تھے؟“

”مجھے شبہ ہوا تھا کہ پانی کی سطح پر کوئی غیر معمولی چیز ہے۔“

”پھر بھی آپ کو تہائے جانا چاہئے تھا۔“

”میں پاگل ہو جاتا ہوں جب یہ شبہ ہو جائے کہ کوئی میری دریافت پر ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔ آج کل حالات ایسے ہی ہیں۔ مگر تمہیں رحمان نے کیوں بھیجا ہے۔ تم کون ہو؟“

”میرا خیال ہے کہ آپ پہلے لباس تبدیل کر لیں۔“

”نہیں تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ پہنچا ہو بالباس میری شخصیت میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔“

”آپ زخمی ہیں! میں آپ کے جسم پر گھری خراشیں دیکھ رہا ہوں۔“

”ارے بھی۔ تم بتاؤ کہ رحمان نے تمہیں کیوں بھیجا ہے۔“

”میں آپ کا سرخ پیکٹ واپس لایا ہوں۔“

عمران بے حد سنجیدہ ہو گیا تھا۔ وہ ڈاکٹر داور سے غیر سنجیدہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔

”لاوہ....!“ ڈاکٹر داور کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔

”مگر میں آپ سے معافی کا خواست گاہر ہوں کیونکہ میں نے اس نہرے اس فتح پر ایک تجربہ کیا تھا، جو سو فیصد کامیاب رہا۔“

”تجربہ... تم نے.... کامیاب رہا...!“ ڈاکٹر داور نے رک رک کر حیرت سے کہا، پھر یہکچل کر بولے۔

”لاوہ پیکٹ کہاں ہے؟“

”اوہ.... پیکٹ.... جن ہاں.... یہ رہا۔“ عمران نے پیکٹ نکال کر ان کی طرف بڑھا دیا۔

انہوں نے اسے کھوں کر دیکھا اور دوبارہ بند کرتے ہوئے عمران کی آنکھوں میں دیکھنے لگے۔

عمران بالکل احتمن نظر آرہا تھا۔ سو فیصدی.... ڈاکٹر داور نے اس طرح پلکیں جھپکائیں جیسے

انہیں یقین نہ آیا ہو کہ رحمان صاحب نے کسی ایسے یہ تو قوف آدمی پر اعتدال کر لیا ہو گا۔

”تم نے اس پر کیا تجربہ کیا تھا....!“

”بس کیا تھا....! آپ کے سامنے بھی کر سکتا ہوں.... بس ایسا لیک ایسڈ اور لکوئیٹ ایکونیا کا

کپاڈنڈ بھجھے منگواد بیجھے۔“

یہ ایک کشادہ کرہ تھا.... اور یہاں چاروں طرف دیواروں پر بڑے بڑے چارٹ اور نقشے

”میں کہتا ہوں تم نے رحمان صاحب کی اجازت حاصل کئے بغیر پیکٹ کھواہی کیوں!“

”اوہو..... یہ تجربہ تو میں نے ان کے سامنے ہی کیا تھا۔“

”چی بات کہہ دو۔“ ڈاکٹر داور اسے گھورتے ہوئے بولے۔

”فون موجود ہے۔“ عمران نے میز پر رکھے ہوئے ٹلی فون کی طرف اشارہ کیا۔ ”اگر آپ کو رحمان صاحب کے نمبر تیار ہوں تو میں بتا دوں!“

ڈاکٹر داور کی آنکھوں سے الجھن متریخ تھی! انہوں نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور نہ کچھ بولے.... لیکن وہ عمران کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔

استثنے میں وہی آدمی ایک بیکر میں منیشکر کے تیزاب اور قیق نوشادر کا مرکب لایا۔ لیکن میز پر کھدیا گیا۔ آدمی ڈاکٹر داور کے اشارے پر باہر جا چکا تھا۔

”اب آپ خود ہی اس اسٹف کو اس میں ڈال دیجئے۔“

”یقیناً.....!“ ڈاکٹر داور نے میز کی دراز میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔ پھر اس میں سے ان کا ہاتھ خالی نہیں تکلا۔ اس میں روپ اور تھا اور روپ اور کارخ عمران کی طرف تھا۔

”میں اس مکملے کو اس مرکب میں ڈال لے جا رہا ہوں۔“ انہوں نے گونجیلی آواز میں کہا۔

”لیکن ایسا کرنے سے یہ ضائع ہو گیا تو میں بے در لغت تم پر فائز کر دوں گا۔“

”مگر یہ کس قسم کا انصاف ہو گا؟“ ڈاکٹر صاحب اضافہ یہ ہو گا اور آپ گولی مجھے ماریں گے۔“

ڈاکٹر داور نے اسٹف مرکب میں ڈال دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ان کا روپ اور والا ہاتھ خود بخود میز پر گر گیا۔ روپ اور بھی غالباً بے خیال ہی میں ان کے ہاتھ سے الگ ہو گیا تھا۔

وہ میز پر دونوں ہاتھ میکے.... بیکر سے نکلنے والے ہلکے گلابی دھو میں کو حیرت سے گھور رہے تھے۔ بھنناہٹ کی آواز آہستہ کی تا معلوم زبان کے الفاظ میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔

پھر ان کے ہونٹ ہلکے ہی تھے کہ عمران نے انگلی اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ کچھ دیر بعد عمران نے اس میں سے اسٹف تکال کر دوبارہ پیکٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔

”اگر اس میں سے ایک رتی بھی ضائع ہو تو یقیناً مجھے گولی مار دیجئے۔“

”تم کون ہو ٹڑ کے....!“ ڈاکٹر داور نے بھرا جو ہی آواز میں کہا۔

”بس ایک طالب علم۔ مجھے ایسی چیزوں سے دلچسپی ہے۔“

نظر آرہے تھے.... یہاں ان کی موجودگی عمران کی سمجھ میں نہ آسکی۔

ایک طرف ایک بڑی میر بھی تھی جس کے گرد چند کرسیاں بڑی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر داور نے سوچ بورڈ پر نظر آنے والے بٹشوں میں سے ایک پر انگلی رکھ دی اور عمران سے بولے۔ ”بیٹھ جاؤ“ پھر انہوں نے پوچھا۔ ”ہاں دونوں کی مقدار۔“

”ایک ایک اونس کافی ہوں گے....“ عمران نے جواب دیا۔

ڈاکٹر داور نے سوچ بورڈ کے بٹن سے انگلی ہٹائی تھی پکھ دی بعد ایک آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹر داور نے پیٹ پر کچھ لکھا اور کاغذ چھاڑ کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

اس آدمی کے چلے جانے کے بعد عمران نے کہا۔ ”کیا آپ اس آدمی کے متعلق بتائیں گے جو آپ کو غوط خوری کا لباس پہنانا چاہتا تھا۔“

”اُسکے متعلق میں کیا بتائیں گا؟“ ویسے میر اخیال ہے کہ وہ مجھے بھی غوط لگانے پر مجبور کرتا۔“

”تب پھر کسی نہ کسی پر آپ کو شبہ ضرور ہو گا۔“

”مجھے تو آج کل ساری دنیا پر شک ہے! اسے امال الگ رکھو! یہ میرے لئے کوئی نی بات نہیں ہے۔ کسی ملک کے جاؤں میرے مشاغل پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ میں تم سے اس تجربے کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا ہوں! پہلے یہ تباہ کہ تمہارا رحمان صاحب سے کیا تعلق ہے۔“

”فی الحال اتنا ہی سمجھئے کہ میری وساطت سے رحمان صاحب یہ پیکٹ آپ تک پہنچانا چاہتے تھے۔“

”لیکن تم نے اسے راستے ہی میں کھول ڈالا۔“ ڈاکٹر داور نے ناخنگوار لبجھ میں کہا ”اور یہی نہیں بلکہ اب مجھے کسی تجربے کی کہانی بھی سنانے والے ہو۔“

”آپ اس سہرے اسٹف کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے؟“

”صرف اسی حد تک کہ وہ کن لوگوں سے تعلق رکھتا ہے؟“

”پارسیا کے باشندوں سے۔“ عمران آہستہ سے بولا۔

”پارسیا!“ ڈاکٹر داور نے پلکیں جھپکائیں۔

”جی ہاں.....! از ہر دا لے زبرہ کو پارسیا کہتے ہیں.... اور ہماری زمین کو ریاضی کہتے ہیں!“

”کیا کواس کر رہے ہو تم....!“

”کیا اونٹ آجائے دیجئے! میں ثابت کروں گا۔“

ویکھا ہے.... یہ دراصل واٹر لیس کے ذریعہ کنٹرول کے جاتے ہیں اور جہاں سے کنٹرول کے جاتے ہیں ویسیں ایک ایسا رڈار بھی موجود ہے جس پر ان کی گذر گاہ واضح ہوتی رہتی ہے۔

”لیکن ایسا کوئی رڈار بنانا بہت مشکل کام ہے جس پر ساری دنیا کی فناکی سراغر سانی ہو سکے!“ عمران نے کہا۔

”یقیناً مشکل ہے.... مگر ناممکن نہیں.... اور ایسا رڈار بنانے کا ذریعہ اُن طشترياں ہیں، جو پچھلے کئی برسوں سے دنیا کے مختلف حصوں میں دیکھی جاتی رہیں تھیں!“

”میں نہیں سمجھا.... جناب!“

”آؤ.... میرے ساتھ آؤ.... میں تمہیں سمجھاؤں گا! مجھے خوشی ہے کہ تم اس طرح میرے ہاتھ لگ گئے میں نے پہلے ہی تمہارے تذکرے سے ہیں!“

ڈاکٹر اور عمران کو اپنی تجربہ گاہ کے ایک ایسے حصے میں لاے جہاں چاروں طرف مختلف قسم کی میشینیں نظر آ رہی تھیں اور چھت سے پکھی نیچے بر تی تاروں کا جال سا بچھا ہوا تھا۔

لیکن عمران تو شیشے کے اس پاپ کو بغور دیکھنے لگا تھا جس کا قطر تقریباً ایک فٹ ضرور ہو گا.... اور یہ پاپ ایک میز سے شروع ہو کر چھت تک چلا گیا تھا۔ بلکہ عمران کا اندازہ تو یہ تھا کہ وہ چھت سے بھی گذر گیا ہو گا۔ میز کی سطح پر پاپ کے احاطے کے اندر کوئی چیز جو فٹ بال سے مشابہ تھی رکھی ہوئی تھی اس کا سائز بھی معمولی فٹ بال سے زیادہ تھا اور اس کی رنگت بھی براڈن ہی تھی۔

”آؤ.... اور آؤ....“ ڈاکٹر اور نے ایک میشین کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! عمران چپ چاپ ان کے قریب چلا گیا۔ ڈاکٹر اور کہہ رہے تھے۔ ”کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں تم پر اعتماد نہ کروں۔ مجھے علم ہے کہ تم اس سے پہلے بھی بعض غیر ملکی جاسوسوں کو قانون کے حوالے کر کے ہو۔ میں تمہیں ایک محبت وطن کی حیثیت سے جانتا ہوں۔“

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ اس میشین پر دھنڈ لے شیشے کی ایک بڑی اسکرین دیکھ رہا تھا جس پر سیاہ رنگ کی لکیروں اور نقطوں کی مدد سے کسی قسم کا چارٹ بنایا گیا تھا۔

”یہ ہے میرا تجرباتی رڈار.... جو فی الحال ماذل کی حیثیت سے آگے نہیں بڑھ سکا! عالمی فناکی رڈار کے مقابلے میں اس کی وقعت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ بہر حال.... میں

”آخر تم نے کس بناء پر یہ تجربہ کر ڈالا تھا۔“

”بس یونہی....!“

”ٹھہر ہے....!“ ڈاکٹر اور نے کہا اور فون پر کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگے لیکن عمران کا اندازہ بھی غلط نہیں لکھا کیوں کہ انہوں نے رحمان صاحب ہی کو مخاطب کیا! وہ تقریباً تین منٹ تک گفتگو کرتے رہے اور یہ گفتگو عمران ہی کے متعلق تھی... ریسیور کھکھل کر ڈاکٹر اور مکرائے۔

”تو تم.... عمران ہو!“

”جج.... جی ہاں....!“ عمران کچھ اس اندازہ میں بوکھلا کر بولا جیسے یک بیک اٹھ کر بھاگ نکلے گا۔

”مگر یہی! اس تجربے کا خیال کیسے آیا تھا تمہیں!“

”پتہ نہیں....! مجھے خود بھی حیرت ہے۔“

”میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا....!“

”خیر.... ہاں.... ابھی آپ نے جو آوازیں سنی تھیں ان کے متعلق کیا خیال ہے۔“

”کیا خیال ظاہر کروں جب کہ وہ زبان میرے لئے ناقابل فہم تھی.... فرنچ، جرم، اطالوی، روی، اپنی اور پر تھاںی زبانوں سے میں واقف ہوں.... یہ ان میں سے تو ہرگز نہیں تھی.... میرا خیال ہے وہ سرے سے کوئی زبان ہی نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ زبانی اشارے رہے ہوں.... اور کیا اسی بناء پر تم سیاروں کے قصے لے پڑھے تھے۔ نہیں بچ.... تم نہیں سمجھ سکتے۔ یہ سائنسیک فراڈ کا دور ہے۔“

”سائنسیک فراڈ....!“ عمران نے حیرت سے دھرایا۔

”ہاں.... میں اسے سائنسیک فراڈ ہی کا دور کھوں گا۔ اب یہ جو مصنوعی سیاروں کا چکر چل رہے یہ کیا ہے؟ کیا یہ ایک بین الاقوامی فراڈ نہیں ہے۔ کیا آج تک ان کے متعلق صحیح معلومات حاصل ہو سکی ہیں۔ ویسے ان کے دو ہی مقصد ہو سکتے ہیں.... اس میدان میں اپنی برتری جنم کر دوسروں کو مزدوری کرنا یادوسروں کو دھوکے میں ڈال کر کسی مہلک ترین حربے کا تجربہ کرنا۔ کیا یہ سمجھتے ہو کہ ان مصنوعی سیاروں کی گردش کے بھی وہی اسباب ہیں، جو کائناتی سیاروں کی گردش کے ہیں! کبھی نہیں۔ یہ مصنوعی سیارے زمین کی قوت کشش کی حدود کے اندر ہیں۔ لہذا ان کی گردش کا انحصار خود انہیں کے مکفرم پر ہو سکتا ہے اور میں نے تو ان سیاروں کو خلاء میں رکتے ہیں۔“

تمہیں یہ سمجھانے کی کو شش کروں گا کہ عالمی رذار کیسے بنائے جاسکتے ہیں..... اور ان پر مقامات کا صحیح تین کیسے کیا جاسکتا ہے....!

اور اُدھر دیکھو....!

ڈاکٹر داور نے شیشے کے پاپ کی طرف اشارہ کیا۔ ”اسے میرا مصنوعی سیارہ سمجھ لو....! وہ جو ایک فٹ بال قسم کی چیز نظر آرہی ہے میں اسے واٹر لس سے کنٹرول کرتا ہوں!

”مگر یہ راکٹ کیسا ہے....!“ عمران نے شیشے کے پاپ کی طرف اشارہ کیا۔

”اوہ....!“ ڈاکٹر داور کے ہونٹوں پر خفیضی مکراہٹ نظر آئی۔ ”یہ راکٹ نہیں ہے.... بلکہ وہ راستہ ہے جس سے گذر کر یہ سیارہ فضائیں بلند ہوتا ہے.... اس کا فاصلہ سطح زمین سے اتنا زیادہ نہیں ہوتا جتنا ان سیاروں کا ہوتا ہے جو آج کل بعض ممالک کی طرف سے فضائیں پہنچنے جاتے ہیں۔ اس لئے راکٹ اس کے لئے غیر ضروری ہے اور میرا یہ رذار بھی صرف اسی شہر کی فضائے متعلق ہے... شہر و.... میں آج اس پر بعض نئے مقامات کا اضافہ کروں گا تاکہ تم اسے سمجھ سکو!“ میں کے اوپر ہی دیوار پر ایک فون نصب تھا ڈاکٹر داور نے رسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کے اور ماڈم تھے پیس میں بولے ”بیلو.... ارشاد.... پانچ منٹ کے اندر اندر سب کو اطلاع دے دو میں قلک پیا چھوڑنے جا رہا ہوں.... سب اپنے اپنے ٹرانسیمیٹر وں پر چلے جائیں اور چاروں طرف نظر رکھیں.... آج میں پچھے نئے راستے بناؤں گا! اس لئے ان کی گاڑیاں بھی تیار رہنی چاہیں!“ رسیور رکھ کر وہ پھر عمران کی طرف متوجہ ہو گئے۔

”پانچ منٹ بعد میں اسے چھوڑوں گا!“ انہوں نے فٹ بال نما چیز کی طرف اشارہ کیا۔ ”تم اس اسکرین پر بھی نظر رکھنا اور اس پر بھی۔“

عمران بے چینی سے کلائی کی گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً اس نے چونک کر کہا۔ ”ڈاکٹر صاحب! ہم اس غوط خوری کے لباس کو دیں چھوڑ آئے ہیں۔“

”وہ دیں رہے گا۔“

”میں مطمئن نہیں ہوں۔“

”اگر عائب ہی ہو گیا تو کیا ہو گا۔“

”ایک بہت بڑا نقصان! میں عرصہ سے یہ محسوس کر رہا تھا کہ ہمارے سمندروں میں کسی قسم

نی کوئی غیر معمولی حرکت ہو رہی ہے آخر وہ آدمی آپ کو غوط لگانے پر کیوں مجبور کر رہا تھا۔“

”آہا.... میں تو اس کے متعلق بھول ہی گیا تھا۔ ہاں یہ بات قابل غور ہے۔ مجھے اسے ضرور اہمیت دیتی چاہئے! مگر عمران میراڑ، اس بُری طرح الجھار ہتا ہے کہ میں بہتری اہم باتیں بھول جاتا ہوں مگر وہ میرے کاموں سے متعلق نہیں ہوتیں! اپنے کام تو مجھے ذرا ذرا سی تفصیل سیست ہر وقت یاد رہتے ہیں! اچھا تھہر و۔۔۔ ابھی تھوڑی دیر بعد ہم اس مسئلے پر بھی غور کریں گے کہ وہ غوط لگانے پر کیوں مجبور کر رہا تھا۔“

ڈاکٹر داور نے خاموش ہو کر انسی میں کا ایک بٹن دبایا اور اس کے ایک مسطح گوشے پر ایک جال دار خانہ سا بھر آیا۔ ڈاکٹر داور نے اس کے قریب منہ لے جا کر کہا۔ ”بیلو.... بیلو.... کیا تم لوگ تیار ہو۔“

”تیار ہیں!“ خانے سے بیک وقت کئی آوازیں آئیں۔

دوسرے ہی لمحے میں عمران نے دھندے شیشے کی اسکرین کو روشن ہوتے دیکھا۔ پھر جیسے ہی ڈاکٹر داور نے دوسرے بٹن پر ہاتھ رکھا فٹ بال نما چیز شیشے کے پاپ میں آہستہ آہستہ اور پڑھنے لگی۔ ڈاکٹر داور نے اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔

اب عمران کو اسکرین پر ایک نیخا سامنخرا اور پمکندار نقطہ نظر آ رہا تھا اور یہ نقطہ ایک سیاہ لکیر پر حرکت کر رہا تھا۔

ویکھتے ہی ویکھتے فٹ بال نما چیز شیشے کے پاپ کے سرے پر پہنچ کر عائب ہو گئی۔

”اب تم اپنی نظر اسکرین ہی پر رکھو۔ یہ متحرک نقطہ دیکھو اب یہ اس لکیر پر آگیا ہے...“ یعنی میرا مصنوعی سیارہ اب اپنے راستے پر لگ گیا ہے۔ لیکن ابھی روشن نہیں ہوا۔۔۔ اس کی روشنی سرخ ہوتی ہے تاکہ یہ عام آدمیوں کو کوئی غبارہ معلوم ہو۔۔۔ جیسے ہی یہ روشن ہو گا اسکرین پر رینگنے والا نقطہ بھی اپنی رنگت تبدیل کر دے گا۔ یہ ابھی سرخ ہو جائے گا۔ تجربہ گاہ سے دور نکل جانے پر ہی ایسا ہو سکے گا۔“

ڈاکٹر داور کا ہاتھ میں کے ایک بیچ پر تھا۔ جس کی شکل کسی کار کے اسٹریمگ سے بہت مشابہ تھی اور اس اسٹریمگ نما بیچ کے گرد شیشے کا ایک روشن ڈائیل تھا۔۔۔ اس ڈائیل پر ہندے بھی تھے اور مختلف قسم کے نشانات بھی۔۔۔ جب بھی ڈاکٹر داور اس اسٹریمگ نما بیچ کو گردش

وینے ڈاکٹر پر ایک سوئی حرکت کرتی نظر آنے لگتی۔  
 ”اب پھر اسکرین کی طرف دیکھو.... متحرک نقطہ اپنی رنگت تبدیل کرنے جا رہا ہے۔“  
 یک بیک و نقطہ سرخ ہو گیا اور ٹھیک اُسی وقت مشین کے گوشے پر ابھرے ہوئے جالی دار  
 خانے سے آواز آئی۔ ”روشن ہو گیا ہے جناب!“  
 ”اب وہ کہاں ہے....!“ ڈاکٹر داونے کا کہا۔  
 ”پورٹ ٹرست بلڈنگ پر....!“ خانے سے آواز آئی۔  
 ”ٹھیک ہے۔“ ڈاکٹر داونے کے پاس پر نظر رکھو کہ وہ کہاں جاتا ہے.... میں اسے  
 راستے سے ہٹا رہا ہوں۔

ڈاکٹر داونے اسٹریٹ گ نمایج کو گردش دی اور ڈائیل کی سوئی ایک چوکور نشان پر آر کی۔  
 ادھر اسکرین پر عمران نے دیکھا کہ سرخ نقطہ سیاہ لکیر سے بہت کراںکرین کے سادھے کی طرف  
 ریگنے لگا ہے۔

ڈاکٹر بھی اب اسکرین کی طرف متوجہ ہو گئے تھے اور ان کے ہاتھ میں ایک پنسل تھی۔  
 ”اب کہاں ہے....!“ انہوں نے بلند آواز میں کہا۔

”ٹھیک ایگل ناور پر....!“ آواز آئی اور ڈاکٹر داونے پنسل کی نوک متحرک نقطے پر رکھ  
 دی۔ ویسے نقطہ ریگن کراس کے نیچے سے نکل گیا تھا اور بدستور آہستہ حرکت کرتا ہوا  
 اسکرین کے اوپر ہی کے حصے کی طرف جا رہا تھا.... ڈاکٹر نے جہاں پنسل کی نوک رکھی تھی وہاں  
 ایک گرانشان لگایا۔ اور پھر اسٹریٹ گ نمایج پر ہاتھ رکھ دیا۔

اسکرین پر سرخ نقطہ پھر پنسل سے لگائے ہوئے نشان کی طرف واپس آ رہا تھا۔  
 ”اب کہاں ہے....!“ ڈاکٹر داونے پوچھا۔ نقطہ پنسل کے نشان کے قریب بیکھ رہا تھا۔  
 ”ٹھیک.... ایگل ناور پر.... جناب.... وہ کچھ دور جا کر پھر پلٹ آیا ہے۔“

”ٹھیک ہے....!“  
 ”اس کے بعد بھی ڈاکٹر داونے اسکرین کے مختلف حصوں سے سرخ نقطے کو پنسل کے نشان پر  
 لاٹئے اور ہر بار ہی اطلاع ملی کہ وہ ”ایگل ناور“ پر ہے اس کے بعد ہی نقطے کی رنگت پھر تبدیل  
 ہو گئی اور اب وہ چمکنے لگا تھا۔

”ہمارا سیارہ تاریک ہو گیا۔“ ڈاکٹر داونے اور انہوں نے ابھرے ہوئے خانے کی  
 طرف منہ لے جا کر کہا۔ ”کام ختم ہو گیا۔“

پھر بیٹن دباتے ہی خانہ ہلکی سی آواز کے ساتھ اندر چلا گیا اور مشین کا وہ گوشہ مسٹھ نظر آنے  
 لگ۔ چک دار نقطہ اب اسکرین کی لکیروں بھی پر چل رہا تھا پھر وہ اُس سیدھی لکیر پر آگیا جس پر وہ  
 شیشے کے پاپ سے گزر جانے کے بعد نظر آیا تھا۔... عمران کی نظر پاپ کی طرف اٹھ گئی پکھ دیر  
 بعد فٹ بال نما سیارہ پاپ میں نظر آیا۔... وہ آہستہ آہستہ پیچے آ رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر رک گیا اور  
 مشین کی اسکرین تاریک ہو گئی۔

”تم نے دیکھا۔“

”شاندار....!“ عمران حمیت سے چونکہ کر بڑھ لیا۔

”اس طرح اڑن طشتريوں کی مدوسے ایک عالمی فضا نما رڈار تیار کیا جا چکا ہے اور اس روڈار پر  
 مقامات کا صحیح تعین بھی ہو چکا ہے۔ مثلاً فرض کرو.... اچاکٹ تمہارے شہر پر ایک چمکدار اڑن  
 طشتري نظر آئی اور یہاں سے تجربہ کرنے والوں کو اس کی اطلاع دی گئی۔ بس دوسری طرف ان  
 کے روڈار پر تمہارے شہر کے مقام پر نشان لگادیا گیا۔....!“

”میں سمجھ رہا ہوں....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”اڑن طشترياں راز بھی رہیں، ان کے سلسلے میں دنیا کے بڑے سائنسدان بھی چکر میں پڑے  
 ہوئے ہیں.... زیادہ تر ایسی باشی سننے میں آتی تھیں کہ وہ کسی دوسرے سیارے کے ایرولپین  
 ہیں.... چونکہ اس وقت اڑن طشتريوں کو راز ہی میں رکھنا تھا اس لئے اڑن طشترياں اڑانے والے  
 ممالک کی طرف سے بھی افواہیں ہی پھیلائی جاتی رہیں.... جب وہ اسی رڈار بنانے میں کامیاب  
 ہو گئے تو علی الاعلان اس روڈار کا جگہ بہ کیا جانے لگا.... اس کے لئے مصنوعی سیاروں کی آڑی  
 گئی.... خیر ختم کرو.... ہاں اب ہم ان لوگوں کے متعلق گفتگو کریں گے، جو مختلف اوقات میں  
 یہاں پر اسرا ر طور پر داخل ہو کر کچھ تلاش کرتے رہتے ہیں۔“

”میرا خیال ہے کہ وہ سیارہ....!“

”نہیں.... یہ سیارہ ان لوگوں کے لئے وقت رکھے گا، جو پیغام رسائی کے لئے ایسے عجیب و  
 غریب ذرائع رکھتے ہوں!“ ڈاکٹر داونے ایک طویل سانس لی اور پھر بولے۔ ”وہ سنہر اس فتح

اتہمی حیرت انگریز ہے اور تم اسے ایک مخصوص قسم کا ٹرانسپریٹ ہی سمجھ سکتے ہو۔  
”میرا بھی بھی خیال ہے۔“ عمران سر ہلاکر بولا۔

”میں سمجھتا ہوں انہیں جس چیز کی تلاش ہے؟“ ڈاکٹر دادر مسکرائے۔ ”مگر وہ انہیں یہاں نہیں ملے گی...“ عمران وہ ایک ایسی دریافت ہے جس کا علم میرے علاوہ فی الحال اور کسی کو نہیں... مطلب یہ کہ وہ چیز کس طرح عالم وجود میں آئی ہے یہ صرف میں جانتا ہوں... ویسے دوسروں کو میرے پاس اس کی موجودگی کی خبر ہو چکی ہے... تبی وجہ ہے کہ یہاں اسے تلاش کرتے ہیں... عمران تمہیں ایک کام اور بھی کرتا ہے... میرے آدمیوں میں اس چور کا پہنچ لگاؤ جو یہاں کی اطلاعات ان لوگوں تک پہنچاتا ہے۔“

”یہ میں کرلوں گا۔“ عمران سر ہلاکر بولا۔ ”مگر مجھے حیرت ہے کہ آپ نے حکومت کو اس سے مطلع کیوں نہیں کیا۔“

”تم نہیں سمجھتے۔“ ڈاکٹر دادر آہستہ سے بولے۔ ”میں فی الحال حکومت سے اس کے متعلق کسی قسم کی گفت و شنید نہیں کرنا چاہتا... کیونکہ میری دریافت ابھی تجرباتی دور میں ہے ارجمند کی اور بات ہے وہ میرا گہر اد دست ہے اور میرے لئے بخی طور پر بھی کام کر سکتا ہے۔ اگر میں ان پر اسرار آدمیوں کے متعلق حکومت کو اطلاع دوں تو ممکن ہے تجرباتی دور میں ہی مجھے وہ چیز سامنے لانی پڑے... لیکن یہ نہ تو میرے لئے فائدہ مند ہو گا اور نہ ملک و قوم کے لئے... تم دیکھی ہی رہے ہو کہ آج کی دنیا اپنے تجربات مکمل کرنے کیلئے کیسے کیسے ڈھونگ رچاتی ہے محض اسلئے کہ ان کے تجربات اور اجادات کی بھک بھک کی کے کان میں نہ پڑنے پائے! کیونکہ ایک راز دوسرے تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی! میری یہ دریافت بھی ایک ایسی ہی چیز ہے... بس لکھا تھا کسی چیز کی تلاش میں لیکن کچھ اور مل گیا...! اب مجھے فکر ہے کہ اس کا صحیح مصرف معلوم کروں... ویسے وہ انتباہ کی ہے... خیر چھوڑو ہٹاؤ... تمہیں فی الحال اس چور کو تلاش کرنا ہے جو یہاں کی سراغ رسانی کرتا ہے۔“

”میں اسی لئے آیا ہوں...!“ عمران نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

کی تھی۔ اس کے بعد اس نے ایکس ٹو سے رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن اس سے ملاقات نہیں ہوئی... بلکہ زیر د کے نمبر پر بھی جواب نہ ملا جو اکثر ایکس ٹو کی حیثیت سے دوسرے ماتھوں کے لئے احکامات صادر کیا کرتا تھا۔

اس اطلاع کا ایکس ٹو تک پہنچا ضروری تھا کہ صدر ناکام ہو گیا اور تنویر اب بھی اس عمارت میں موجود ہے....!“

اپنیک فون کی گھنی بھی اور اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے بولنے والا تنویر تھا۔

”تم...!“ وہ غریباً میں تم سے اچھی طرح سمجھ لوں گا۔“ ویسے میں اب استغصی ہی دیدوں گا۔“

”مگر تم کہاں سے بول رہے ہو؟“ جو لیا نے پوچھا۔

”جہنم سے....!“ تنویر غریباً۔

”میا تم کو یعنیں روڑ کی اٹھاروں میں عمارت سے نکل آئے ہو؟“

”تم کیا جاؤ؟“

”جو کچھ بھی ہوا ہے ایکس ٹو ہی کے ایماء پر ہوا ہے۔ غالباً تم اسی وقت بھاگ نکلے ہو گے جب وہاں گولیاں چل رہی تھیں۔“

”ہاں... مگر اس کا مقصد...!“

”تم جانتے ہو کہ ایکس ٹو ہمیں مقصد سے کبھی آکاہ نہیں کرتا۔“

”تو گویا ہد چاہتا تھا کہ میں اس عمارت میں ان لوگوں کے ساتھ قیام کروں۔“

”ہاں... قطعی...“ تم نے وہاں سے نکل کر حماقت کا ثبوت دیا ہے۔“

”اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں عائد ہوتی۔“ تنویر غریباً۔ ”اگر مجھے حالات کا علم پہلے ہی سے ہوتا تو میں دیکھتا کہ کیا کر سکوں گا۔“

”اچھا... اب فی الحال تم اپنے ساتھیوں سے ملنے کی کوشش نہ کرنا! لیکن پہلے مجھے اس کا یقین دلاؤ کہ گھر تک تھہر اتعاقب نہیں کیا گیا۔“

”میں کچھ نہیں جانتا۔“

”اچھی بات ہے۔ میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ تم اپنے گھر سے باہر قدم بھی نہ نکالنا۔ خود کو دیں نظر بند رکھو...!“

”شٹ اپ...!“ توری گر جا۔ ”تم مجھے حکم دیتی ہو۔ تمہاری کیا حقیقت ہے۔“

”میری حقیقت یہ ہے کہ تم سب میرے چارج میں ہو اور اس قسم کے اختیارات مجھے ایکس ٹوکی طرف سے ملے ہیں! تم گھر سے باہر قدم نہال کر دیکھو۔... ایکس ٹو تھیں اپنی پسند کی موت مرنے سے بھی روک دے گا... وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔“

دوسرا طرف سے سلسلہ مقطوع ہو گیا۔ دیے جو لیبا کو اطمینان تھا کہ اب توری وہی کرے گا جس کے لئے اس سے کہا گیا ہے۔

وہ مطمئن ہو کر مسہری پر جائی۔ اور شام کے آنکھ بھی لگ گئی تھی۔ لیکن فون کی گھنٹی نے اسے اس طرح چونکا دیا چیزے وہ بم گرنے کی آواز بھی ہو۔

”ہیلو...!“ اُس نے جھپٹ کر سیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

”ایکس ٹو...!“

”لیں سر!“

”میا خبر ہے!“

جو لیا نے صدر کے تجربات دھرائے اور یہ اطلاع بھی دی کہ توری وہاں سے بھاگ آیا ہے۔

”لیکن وہ لوگ توری سے کیا چاہتے تھے۔“

”یہ ابھی نہیں معلوم ہو سکا۔ میں اسے پھر فون کروں گی۔“

”ہاں معلوم کرو۔ کچھ دیر بعد میں پھر رنگ کروں گا۔“

دوسرا طرف سے سلسلہ مقطوع ہو گیا۔

جو لیا نے دوسرا ہی لمحے میں توری کے نمبر ڈائل کئے! اسے یقین تھا کہ توری سورہا ہو گا۔

یہ حقیقت بھی تھی کیونکہ اسے دوسرا رنگ پر توری کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”کون ہے...!“ وہ کسی لکھنے کتے کی طرح غرار ہاتھ۔

”نیز نہیں آرہی!“ جو لیا نے اپنی آواز میں لوح پیدا کرتے ہوئے کہا۔

”تو میں کیا کروں؟“ توری نے کہا لیکن اب آواز میں غراہٹ نہیں تھی البتہ جو لیا نے خشکی ضرور محسوس کی۔

”چھپلی رات تم نے بھی اسی طرح جگا کر بور کر دیا تھا۔“

”اوہ.... اچھا!“ توری نے زبردستی ہنسنے کی کوشش کی۔

”بھی! میں یہ معلوم کرنے کیلئے بے حد بے چین ہوں کہ اس عمارت میں تم پر کیا گزری۔“

”تم پاکیں تو...!“

”اوہ.... ایکس ٹو...!“ میں اسے فون پر تلاش کرتے تھک کر سوئی تھی۔ وہ نہیں ملا۔ اسے تمہارے متعلق بھی اطلاع دینی تھی۔“

”میرے متعلق... خیر مگر میں یہ تمہیں بتا رہا ہوں۔ مجھے ایکس ٹو سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی۔“

”خیر نہ ہو.... تم فی الحال مجھے بیاؤ...!“

”میں نہیں سمجھ سکا کہ وہ لوگ کیا چاہتے تھے۔ وہ بوڑھا جو مجھے لے گیا تھا ایک جر من ہے اور اس کا نام ہف ڈریک ہے! اس نے میری کافی خاطر مدارت کی! دو خوبصورت لڑکیاں میرا دل بہلاتی رہیں۔“

”اور تم اس کے باوجود بھی نکل بھاگے! مجھے حیرت ہے۔“

”اوہ... دراصل میں الجھن میں پڑ گیا تھا۔ کیونکہ میں نے انہیں اپنے متعلق ایک ورد بھری کہانی سنائی تھی میں نے سوچا اگر ان لوگوں نے کہانی کی تصدیق کر لیکی کو ش کی تو میرا کیا حشر ہو گا۔“

اس کے بعد توری نے سوتیلی ماں اور خالم باپ کی کہانی جو لیا کو بھی سنائی۔

جو لیا نہیں پڑی اور پھر اس نے کہا۔ ”پتہ نہیں! نہیں کیسے یقین آگیا تھا کہ تمہارا باپ زندہ بھی ہو سکتا ہے۔“

”کیوں؟“

”ارے تمہارے چہرے پر تو اسی تیسی برستی ہے کہ دور ہی سے دیکھ کر رحم آنے لگے۔“

”مگر تمہیں رحم نہیں آتا...!“ توری کی بھی میں بے حیائی کا انداز تھا۔

”مجھے تیموں سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہے... خیر ہاں تو ان لوگوں نے تم سے کوئی خواہش نہیں ظاہر کی تھی۔“

”قطیعی نہیں....!“ توری نے کہا۔ ”لیکن بوڑھے کے انداز سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے کوئی کام لینا چاہتا ہے.... وہ بار بار مجھ سے یہی کہتا تھا کہ تم کسی بات کی پرواہ نہ کرو۔ میں ایسے نوجوانوں کی مدد کرتا ہوں جو اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی خواہش رکھتے ہوں۔“

”تم سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔“

”مجھے اپنی اس غلطی پر خوشی ہے کہ میں دانتہ طور پر ایکس ٹو کے کام نہ آسکا۔“

”تو نیر.....! پاگل نہ ہو۔ اس ملازمت سے الگ ہو کر بھی تم چین سے نہ رہ سکو گے۔“

”ہاں میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایکس ٹو ایک اندر یکھی آسمانی بھلی ہے پتہ نہیں کہ اور کہاں ٹوٹ پڑے۔ گراب مجھے صد ہو گئی ہے۔“

”فی الحال تمہیں اپنے مکان میں محدود رہنا ہے... ایکس ٹو کا بھی حکم ہے۔“

”تمہاری کیارائے ہے۔“

”میں تمہیں یہی رائے دوں گی کہ فی الحال وہی کرو جو وہ کہہ رہا ہے اس کے بعد یکجا جائے گا۔ وہ اپنے ماتھوں کو خوش رکھنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔“

”میں تواب اُسی صورت میں خوش رہ سکتا ہوں جب وہ مجھے عمران کو قتل کر دینے کی اجازت دے دے۔“

جو لیا نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کی۔ لیکن جب وہ بولی تو اس کی آواز میں لا تعداد قہقہے جمل رہے تھے اس نے کہا۔

”میں بھی کئی بار یہی سوچ چکی ہوں۔“

”کیا مطلب ....!“

”یہی کہ کسی دن کوئی عمران کی چٹنی بنا کر رکھ دے۔“

”مجھ پر اعتماد کرو۔“ تو نیر کے لمحہ میں بلاکی سنجیدگی تھی۔ ”ایک دن یہی ہونا ہے۔“

”چھاپ تم آرام کرو۔“ جو لیا نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

کچھ دری بعد اس نے دوبارہ ایکس ٹو کی کال ریسیو کی اور اسے تو نیر کی کہانی سنائی۔

”فی الحال“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”تم سب اپنے اپنے مکانوں ہی تک محدود رہو۔ کوئی نہیں روڑ والی عمارت پر نظر رکھنے کے لئے صرف صفر رکانی ہو گا۔ اس سے کہو وہ اس عمارت کے مکینوں پر نظر رکھے۔ دیسے وہ عمارت کے اندر وہی نقشے سے بخوبی واقف ہو گیا ہو گا۔“

”جی ہاں ....!“ جو لیا نے جواب دیا۔

”بس ٹھیک ہے! تم لوگ اس لئے اپنے مکانوں میں محدود کئے جا رہے ہو کہ حالات بہت

بیچیدہ ہیں اور میں کسی وقت بھی تم سہوں کو کسی ایک جگہ طلب کر سکتا ہوں۔ گر نہیں ظہرہ تم سب اسی وقت اداش منزل میں منتقل ہو جاؤ۔ اپنے گھروں کو چھوڑ دو۔“

”بہت بہتر جناب... گر تو نیر!“

”ہاں ٹھیک ہے۔ تو نیر کو وہیں رہنے دو۔ اس کا باہر نکلنا یا تم لوگوں کے ساتھ دیکھا جانا فی الحال مناسب نہ ہو گا۔“

”بہت بہتر جناب۔“

”اداش منزل کے ساوانہ پروف کمرے میں ایک قیڈی ہے اس کے کسی قسم کے سوالات کا جواب نہ دیا جائے اور اُسے کڑی گرانی میں رکھا جائے۔“ دوسری طرف سے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔



ڈاکٹر داور کی تجویز گاہ میں آج عمران کا آٹھواں دن تھا۔ اس دوران میں اس نے نہ جانے کتنے پاپڑ بیلے لیکن کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ ایک بار اس نے غوط خوری کا وہی بیاس پہنچ کر سمندر کی تھہ کی بھی خبری تھی جو ایک پر اسرار حملہ آور چھوڑ گیا تھا مگر اس کی وہ کوشش بھی فضول ہی ثابت ہوتی۔ پانی میں کئی گھنٹے گزارنے کے باوجود بھی اُسے نہ معلوم ہو سکا کہ ڈاکٹر داور کو غوط خوری پر مجبور کرنے کا کیا مقصد تھا۔

ڈاکٹر داور نے بھی اب خاموشی اختیار کر لی تھی۔ عمران سے کبھی یہ بھی نہیں پوچھتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے اور اس نے اب تک کتنی معلومات حاصل کیں۔ ویسے عمران انہیں اکثر اس نہرے اس فتح پر کسی نہ کسی قسم کا تجویز کرتے ہوئے ضرور دیکھتا۔

وہ ان آدمیوں کی تلاش میں بھی تھا۔ جن پر تجویز گاہ کے راز باہر پہنچانے کا شہر کیا جاسکتا۔ لیکن اسی تک وہ اس میں بھی کامیاب نہیں ہوا تھا۔ خاور اور نعمانی بھی تجویز گاہ کے آس پاس ہی موجود رہتے تھے اور ان کے پاس زیر و نمائیں کے سفری ٹرانسپورٹ بھی تھے... یہ سیٹ ایسے تھے کہ ان پر زیر و نمائیں سیٹ ہی کی گفتگو سنی جاسکتی تھی اور ان سے نشر ہونے والی گفتگو کے لئے بھی اسی ساخت کے ٹرانسپورٹ کی ضرورت ہوتی تھی۔

عمران نے اپنی کئی راتیں جاگ کر گزاری تھیں۔ اس نے اور اس کے دونوں ماتھوں نے

تجربہ گاہ کے باہری حصے پر نظر رکھنے کی کوشش کی تھی عمران دنوں شام وہاں داخل ہونے والے پر اسرا ر آدمیوں۔ نے اپنے پروگرام میں تبدیلی کر دی تھی۔ عمران کو کسی رات بھی کوئی مشتبہ آدمی نہ نظر آسکا۔

آج شام ہی سے وہ بہت زیادہ مشکل تھا کیونکہ اس کے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ کسی کیس میں اتنے دن صرف ہو جانے کے بعد بھی کوئی کام کی بات نہ معلوم ہو سکی ہو۔ وہ آبڑویٹری کے نیچے والی بالکنی پر کھڑا شامہ سمندر کی لمبیں گنتے کی کوشش کر رہا تھا۔ کوشش یوں کر رہا تھا کہ نیچے اندر ہیرا تھا دن ہوتا تو وہ لمبیں گنتے پر کھیاں مارنے کو ترجیح دیتا۔ کیونکہ جب ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہے کام موقع آجائے تو اس سے بہتر مشغله اور کیا ہو سکتا ہے۔ دفعٹا اس نے آبڑویٹری کی بڑی دور بین کے حرکت کرنے کی آواز سنی اور سر اٹھا کر اپر دیکھنے لگا۔ تاروں کی چھاؤں میں اوپر اٹھتی ہوئی دور بین اسے صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ پچھر کے زاویے پر رک گئی۔ پھر عمران اسے مغرب کی جانب حرکت کرتے دیکھا رہا۔ پھر کچھ دیر بعد وہ بندر تریخ نیچے جھکتی چلی گئی۔

مگر دوبارہ اپنی اصلی حالت پر اس انداز میں آئی جیسے اسے بڑی لاپرواں سے چھوڑ دیا گیا ہو۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران نے آبڑویٹری کے زینوں پر کسی کے قدموں کی آواز سنی اسے ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کوئی ووڈ کر زینے طے کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ آبڑویٹری کے زینے اس بالکنی تک آتے تھے اور پھر یہاں سے نیچے چیختے کے زینے دوسری طرف تھے۔

عمران اتفاق سے زینوں ہی کے دروازے کے قریب تھا۔ کوئی بہت تیزی سے بالکنی پر آیا۔ ”کون ہے۔“ آنے والے نے چیخ کر پوچھا اور عمران نے آواز پیچانی۔ یہ ڈاکٹر داور تھے۔ ”عمران....!“

”اوہ.... عمران تم ہو۔“ وہ ہانپتے ہونے بولے۔ ”نیاسیارہ.... بالکل نیاسیارہ جو دوسروں سے بالکل مختلف تھا.... آؤ.... میرے ساتھ .... چلو وہ چلو! شاید.... اف فو.... کیا میں لک گیا.... جاہ ہو گیا....؟“

”آخر بات کیا ہے....!“ عمران ان کے پیچے بڑھتا ہوا بولा۔ وہ پھر آبڑویٹری کے چکردار زینوں پر چڑھ رہے تھے اور ان کی رفتار خاصی تیز تھی۔

عمران بھی انہیں کے ساتھ دوڑتا رہا۔ وہ اپر پیچے اور ڈاکٹر داور نے دوبارہ دور بین اوپر اٹھائی۔ اس دور بین کا قطر کم از کم ڈیڑھ فٹ ضرور رہا ہو گا۔

”چلو دیکھو....! وہ چکدار لکیریں دیکھو۔“ انہوں نے عمران کی گردن پکڑ کر دور بین کے سرے کی طرف دھکلتے ہوئے کہا۔ ”میں برباد ہو گیا میں بتاؤں گا پہلے تم یہ لکیر دیکھو۔“ عمران نے اگنت میلوں کے فاصلے پر چکدار لکیروں کا ایک جال دیکھا۔۔۔ اور جال سے ایک چکدار لکیر انکل کر مغربی افق تک چلی گئی تھی۔ اس لکیر کو دیکھنے کے لئے عمران دور بین کو مغرب کی طرف جھکاتا چا گیا اور پھر اسے ایک اور چیز بھی نظر آئی یہ نیلے رنگ کا ایک نہماں شعلہ تھا۔۔۔ اور اس کی رفتار بہت تیز تھی۔۔۔ یہ مغربی افق سے اٹھ کر مشرق کی طرف آ رہا تھا۔ اس نے ساتھ ہی ساتھ عمران دور بین کو اٹھاتا چلا گیا۔ دور بین کی حرکت کا ذریعہ کسی قسم کا میکنزیم تھا ورنہ اتنی بڑی دور بین کو سنبھالنا آدمی کے بس کاروگ نہیں تھا۔

جیسے ہی نیلا شعلہ چکدار لکیروں کے جال میں پہنچا اس کے پر نیچے اڑ گئے عمران نے اسے کسی نقل چیز کی طرح پھٹتے دیکھا تھا۔

”ویکھا....!“ ڈاکٹر داور اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

”ویکھ لیا۔ مگر ایک نیلا شعلہ بھی تھا جسے میں نے پھٹتے دیکھا ہے۔“

”نیلا.... شعلہ پھٹتے.... دیکھا....!“ ڈاکٹر داور رک رک کر بولے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ملٹ سے آواز نکالنے میں دشواری محسوس کر رہے ہوں۔ ان کی آنکھیں پھیل گئیں تھیں اور ان سے نہ حیرت ظاہر ہوتی تھی اور نہ سہی کہا جا سکتا تھا کہ ڈاکٹر داور خوفزدہ ہیں۔ بلکہ ان کی آنکھیں حلقوں سے ابتدی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں لیکن چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

پھر عمران کو ایسا معلوم ہوا جیسے وہ چکر اک گرپیں گے۔ عمران نے آگے بڑھ کر انہیں سہارا دیا۔ حقیقت ڈاکٹر داور ہوش میں نہیں معلوم ہو رہے تھے۔ عمران انہیں کری پر بٹھا کر دونوں شانے پکڑے ہوئے سنبھالے رہا۔

اب ان کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں اور وہ گھری سانسیں لے رہے تھے۔ کچھ دیر بعد انہوں نے کمزور آواز میں کہا۔ ”مجھے نیچے لے چلو۔“

”آپ.... پہلے ہی سے اُسے دیکھے چکے تھے۔“ عمران نے آہتہ سے کہا۔ ”آخر میرے بیان

میں کوئی چیز آپ کے لئے غیر متوقع تھی۔

”میا تمہیں یقین ہے کہ وہ تحرک نیلا نقطہ پھٹ گیا تھا۔“ ڈاکٹر داور نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

”مجھے یقین ہے اور کسی شفیل کی طرح پھٹ کر منتشر ہو گیا تھا۔“

”میں اب کچھ بھی نہیں رہا عمران۔“ انہوں نے کمزور آواز میں کہا۔

”میری دریافت مجھ تک ہی محدود نہیں رہی.... کوئی دوسرا بھی یا تو پہلے ہی سے اس پر کام کرتا رہا ہے یا میرا راز کسی نہ کسی طرح اس تک پہنچ گیا ہے۔“

”لیکن وہ دریافت تھی کیا؟ اور اس وقت جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس کا اس سے کیا تعلق۔“

”وہ نیلا نقطہ کسی کا مصنوعی سیارہ تھا.... اس رنگت کا پہلا سیارہ میری نظر سے گزرتا ہے وہ روشن لکیریں اسی سیارے نے بنائی تھیں اور پھر انہیں لکیریوں نے اسے جاہ بھی کر دیا۔.... وہ لکیریں.... عمران.... اب دیکھو.... کیا وہ اب بھی موجود ہیں۔“

”عمران دور میں کے قریب آیا۔.... اور دور میں کوچھتر کے زاویے پر لا کر اس نے چاروں طرف نظریں دوڑا کیں لیکن روشن لکیریں کہیں بھی دکھائی نہ دیں۔

”جی نہیں.... اب وہ لکیریں نہیں دکھائی دیتیں۔“ اس نے کہا۔

”اچھا شہرو.... مجھے بھی دیکھنے دو۔“

عمران دور میں کے پاس سے ہٹ آیا۔.... ڈاکٹر داور کچھ دیر تک دور میں کے قریب رہے پھر وہ بھی ہستے ہوئے ہوئے۔ ”ہاں بھیک ہے۔ اب کچھ بھی نظر نہیں آتا۔.... تمہاری دامت میں سیارہ زمین سے کتنے فاصلہ پر رہا ہو گا۔“

”مجھے اس کا کوئی تجربہ نہیں ہے جتاب۔“

”یہ سیارہ ستر میل سے زیادہ نہیں تھا۔“

”مگر مجھے تو ایسا معلوم ہوا تھا جیسے ہزاروں میل کے فاصلے پر ہو۔“

”اوہو.... تم کیا بڑے سے بڑے ماہر آج کل دھو کے کھارے ہیں۔ مگر میری دور میں کبھی غلط بات نہیں بتاتی.... اس کو حرکت میں لانے والے میکنزیم سے ایک فاصلہ پیا بھی اٹھج ہے اور یہ فاصلہ پیا بھی میری اپنی ہی ایجاد ہے۔ اس نے آج تک کوئی غلط بات نہیں بتائی۔ اچھا عمران.... مجھے اطمینان کر لیئے دو.... تم نہیں اسی دور میں پر موجود رہو۔.... میں نیچے جا رہا

ہوں.... چباہ وہ لکیریں تم نے دیکھی تھیں دور میں بھیک اُسی زاویے پر ہے اس کی پوزیشن میں تبدیلی نہ کرتا۔ اب میں اُن لکیریوں کی طرف اپنا ایک دور مار را کٹ پھینکوں گا جو بھی تجرباتی ہی دور میں ہے۔ میں اطمینان کرنا چاہتا ہوں.... میرے خدا۔.... اگر اب بھی میرے اندر یشوں کی تقدیم ہی ہوئی تو کہیں کانہ رہوں گا۔“

”مگر اب وہ لکیریں ہیں کہاں؟“ عمران نے حیرت سے کہا۔

”یہی تو دیکھتا ہے کہ وہ لکیریں اب بھی موجود ہیں یا نہیں.... اگر موجود ہیں تو یہ سمجھ لو کہ میری دریافت اب راز نہیں رہی.... میں راکٹ پھینکنے جا رہا ہوں.... تم ایک سینکڑ کے لئے بھی دور میں نہ چھوڑتا۔....!“

عمران نے سر ہلا کر یقین دلایا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ پھر وہ دور میں کی طرف متوجہ ہو گیا۔.... ڈاکٹر داور جا چکے تھے۔

ڈاکٹر کے بیان کے مطابق دور میں کارخ ٹھیک لکیریوں والے جال کی طرف تھا۔ اس لئے عمران اندر ہرے میں آنکھیں چھاڑتا رہا کہ شاکدھ وہ چمکدار جال پھر اسے نظر آجائے۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

تقریباً دس منٹ بعد ڈاکٹر کا چھوڑا ہوا راکٹ دور میں کی سیدھہ میں نظر آیا۔ وہ اپنے کچھلے حصے سے چنگاریاں الگتا ہوا اضافا میں بلند ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ ذرا ہی سی دیر میں وہ ایک نخما سا پنچدار نقطہ معلوم ہونے لگا.... اور اپنے سامنے عمران نے اس نقطے کو بھی بالکل اسی طرح پھینک دیکھا جیسے کچھ دیر پہلے نیلے نقطے کو دیکھا تھا۔.... اس نے ایک طویل سانس لی۔ اب پھر حد نظر تک تاریکی ہی تاریکی تھی۔

وفتنہ عمران اچھل پڑا اور پھر اسے اپنی اس دھشت پر نہیں آگئی.... کیونکہ آواز تو اس فوراً کے بزرک تھی جسے عمران نے نظر انداز کر دیا تھا.... یہ باکیں جانب لکڑی کے ایک بریکٹ پر رکھا ہوا تھا۔ عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

”یلو.... عمران.... کیا رہا۔“ دوسری طرف سے ڈاکٹر کی آواز آئی۔

”فقط پھٹ گیا! یعنی کہ میرا مطلب آپ کاراکٹ۔“

”اچھا.... تم روم نمبر گیراہ میں واپس آ جاؤ۔“ ڈاکٹر کی آواز کا پر رہی تھی۔

عمران نے رسیور رکھ دیا اور نیچے جانے کے لئے دینے طے کرنے لگا۔ ڈاکٹر کی تجربہ گاہ کی

للمحاتی فضاعمران جیسے آدمی کو بھی چکرداری کے لئے کافی تھی۔  
وہ کمرہ نمبر گلزارہ میں آیا۔ یہ ڈاکٹر کاریسٹ روم تھا۔ اُس نے ڈاکٹر کو ایک آرام کریں میں پڑے دیکھا۔ وہ برسوں کے بیمار نظر آرہے تھے۔

”ڈاکٹر! ان ساری چیزوں سے زیادہ آپ کی پریشانی حیرت انگیز ہے۔“ عمران نے کہا۔  
”تم نہیں بھج سکتے۔“ ڈاکٹرنے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”وہ لکیریں اب بھی دیں قائم ہیں اور نہ جانے کب تک قائم رہیں۔ ویسے اب ان لکیروں میں چمک باقی نہیں رہی۔ وہ اب ذہن کی شٹ ہیں! اگر تم اتنی بلندی پر پرواز کرنے والے کسی چہاز میں بیٹھ کر ان لکیروں کی طرف جاؤ تو صحیح وسلامت وابس نہ آسکو گے۔ جہاز کے پر پنچے اڑ جائیں گے۔“  
”کیوں؟“ عمران نے حیرت ظاہر کی۔

”وہ ایک ایسا خطرناک مادہ ہے جو فضائی اپنے جنم کے برابر خلاء بنالیتا ہے۔ اور یہ خلا صدماں سال تک بدستور قائم رہ سکتی ہے۔ جو چیز بھی اس خلاء میں پہنچی اُس کے چھڑے اڑ گے۔ تم نے جو چمکدار لکیریں دیکھی تھیں وہ دراصل لکنکروں کی شکل کی خلائیں تھیں۔ جب یہ مادہ آسکھنے سے نکلاتا ہے تو اس میں چمک کی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ چمک ہی دراصل خلاء بنانے کا عمل ہے۔ کچھ دیر بعد چمک غالب ہو جاتی ہے اور خلاء میں باقی رہ جاتی ہے۔ مگر دیکھو عمران۔ تم ان سب باتوں کو راز ہی رکھو گے۔ ہو سکتا ہے کہ میری یا اور کسی دوسرے کی بھی یہ دریافت عام نہ ہونے پائے۔ ظاہر ہے کہ مادہ اس وقت جس کے قبضے میں ہے وہ بھی اُسے راز ہی رکھنے کی کوشش کرے گا۔“

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ بہت غور سے ڈاکٹر داور کی طرف دیکھ رہا تھا۔

آخر اُس نے کہا۔ ”اس مادے کو سنبھال کر رکھنا بے حد مشکل ہو گا۔“

”یقیناً ہے... اب تم صرف شنے ہی میں مقید کر سکو گے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ شنے کے اُس برتن میں پہلے ہی سے خلاء پیدا کر دی جائے یعنی اس میں کسی قسم کی دوسرا گیس کا گزرنہ ہو۔ خصوصیت سے آسکھن کا۔ لیکن آسکھن ہو اُسی میں بھی موجود ہے اسلئے بہت زیادہ محتاط رہنا پڑتا ہے۔ میں سمندر سے ایسی توانائی حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بس افلاق سے یہ چیز ہاٹھ لگ گئی۔“  
”بہترے ممالک سمندر سے ایسی توانائی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ الہادہ بھی اُس دریافت سے دوچار ہو سکتے ہیں۔“

”ضروری نہیں ہے! طریق کار بہتری ایسی تبدیلیاں پیدا کر دیتا ہے جن کے متاثر بالکل مختلف ہوتے ہیں اس لئے یقینی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہر تجربہ کرنے والا اس دریافت کے ایجاد سے ضرور گزرے گا۔“

”مگر جناب! کیا ممکن نہیں ہے کہ کوئی آپ ہی کی دریافت سے فائدہ اٹھا رہا ہو۔“

”ناممکن....!“ ڈاکٹر داور بالکل ہندیانی انداز میں ہنسنے۔ ”کوئی نہیں جانتا کہ میرا ذخیرہ کہاں ہے۔ کوئی نہیں.... قیامت تک نہیں جان سکتا۔“

”وہ جو سہرے اسفع سے ٹرانسیمیٹر کا کام لے سکیں یا پلاسٹک کے ایسے بچے بنا سکیں جو گوشت و پوست کے معلوم ہوں اور ان سے ٹرانسیمیٹر کا کام لیا جاسکے ایسے لوگوں کے متعلق آپ کو کسی قسم کی خوش نہیں میں بتلانہ ہوتا چاہئے۔“

”نہیں کسی کے وہم و مگان میں بھی وہ جگہ نہیں آسکے گی۔“

”آپ مجھے بھی نہیں بتانا چاہئے۔“

”نہیں....!“

”اچھا تو پھر اسے لکھ لیجئے کہ آپ کا ذخیرہ صاف ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے فی الحال اپنی سرگرمیاں ترک کر دی ہیں اور اب تجربہ گاہ کا رخ بھی نہیں کرتے.....!“

ڈاکٹر داور سیدھے ہو کر پیٹھے گئے اور عمران کو اس طرح گھورنے لگے جیسے خود عمران ہی نے ذخیرہ صاف کر دیا ہو۔

”تم کیوں مجھے خواہ مخواہ... ابھن میں ڈال رہے ہو۔ بولو!“ وہ آنکھیں نکال کر غراءے۔

”میں آپ سے اپنے شہبے کا اظہار کر رہا ہوں۔ ورنہ مجھے کیا۔ ویسے میں یہ بھی نہ چاہوں گا کہ میرے ملک کا انتہائی یقینی سرمایہ کی دوسرے کے ہاتھ لگ جائے۔“

”اٹھو.... اگر یہ حقیقت ہوئی....!“ ڈاکٹر داور کھڑے ہو گئے۔ ان کی آواز پھر حلق میں پھنسنے لگی تھی۔

”اگر یہ حقیقت ہوتی تو.... اس صدی کی سب سے بڑی ترجیحی ہو گی.... اور شاہک بھر میں زندہ نہ رہ سکوں.... زندگی بھر میں یہی ایک کام میں نے کیا تھا اور اس کا صحیح مصرف دریافت کرنے کے بعد اسے حکومت کی تحویل میں دے دیتا۔“

”اس سے بلا مصرف اور کیا ہو گا ذا کلر کہ یہ ہمیں دور مار بیلٹنک رائٹوں سے محفوظ رکھے گے۔“

”جنگ ضرور ہوگی۔“ ذا کلر داوز نے سر ہلا کر کہا۔ ”اے کوئی نہیں روک سکتا۔ لیکن اس سے دینا نہیں ختم ہو سکے گی۔ لوگ اس جنگ کے باوجود بھی زندہ رہیں گے۔ پھر... بھیشہ کے لئے فضا کیوں بر باد کرو یا جائے... موجودہ شکل میں تو یہ نادہ ایسا ہی ہے کہ اس کی بنا کی ہوئی خلاء میں صد ہاسال تک قائم رہیں گی! ہو سکتا ہے کہ کسی طرح میں اس کے اثرات کو عارضی بنانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ اسی خطرے کو مد نظر رکھ کر میں اسے ابھی تک حکومت کے علم میں نہیں لایا تھا۔ میرا کام تو اسی وقت مکمل ہو تا جب میں اس کے اثرات کو عارضی بنانے میں کامیاب ہو جاتا اور اس کا کوئی تغیری مصرف بھی دریافت کر لیتا۔... خیر چلو... میں دیکھوں گا کہ تمہارے اندر یہ کہاں تک درست ہیں۔“

ڈاکٹر داوز دوازے کی طرف بڑھ گئے۔ عمران ان کے پیچے چل رہا تھا۔ ڈاکٹر داوز اپنے ماتحتوں کو بعض ضروری ہدایات دے کر تجربہ گاہ سے باہر نکل آئے۔ لیکن عمران نے محسوس کیا کہ وہ خود کو معمول پر لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ماتحتوں سے گفتگو کرتے وقت ان کی آواز میں نہ تو پہلے کی سی کلپکاہت تھی اور نہ نقاہت۔ انہوں نے اپنے چہرے کو بشاش بنانے کی کافی کوشش کی تھی۔ بہر حال عمران کا خیال تھا کہ ان کے ماتحت ان میں کسی قسم کا جذباتی تغیر محسوس کر سکے ہوں گے۔ باہر انہیں اخیال تھا کہ ان کے ماتحت ان میں کسی قسم کا جذباتی تغیر محسوس کر سکے ہوں گے۔ رہے۔ ڈاکٹر داوز کا رخ اپنے بیتلگے کی طرف تھا۔

عمران اس سے پہلے بھی ایک آدھ بار تھا ان کے بیتلگے کی طرف جا چکا تھا اور اسے علم تھا کہ ان کی لڑکی شی وہاں تھا رہی ہے۔ اس نے دو ایک بار شی سے گفتگو بھی کی تھی اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ ایک سید ہی سادی اور بے تکلف قسم کی لڑکی ہے۔“

”اپ تو شاید بیتلگے کی طرف جا رہے ہیں۔“ عمران نے کہا۔ ”ہاں...!“

”مگر آپ اپنا خیرہ دیکھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔“  
”وہ وہیں ہے۔“ ڈاکٹر کی آواز دھیمی تھی۔

”اوہ....!“ عمران چلتے چلتے رک گیا۔

”کیوں؟ کیا ہوا۔“

”کچھ بھی نہیں چلتے۔“ عمران آگے بڑھتا ہوا بولا۔ ”اس بات پر مجھے حرمت ہوئی تھی کہ وہ دیں ہے۔“

”تمہیں حرمت نہ ہونی چاہئے۔ جب تک وہ شخشے میں مقید ہے اتنا ہی بے ضرر ہے جیسے صابن کا ذہر۔ میں نے ایسا انتظام کیا ہے کہ اس میں کوئی خلل بھی واقع نہیں ہو سکتا۔“

”جب....! آپ کہاں ہیں! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ صاحبزادوی وہاں تھا رہتی ہیں اور کوئی ایسا انتظام بھی نہیں ہے کہ مکان کی گمراہی ہو سکے۔“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ ذخیرہ ایسے تھہ خانوں میں ہے جہاں تک پہنچنا بے حد مشکل ہو گا.... بلکہ نا ممکن ہی سمجھو۔“

”کیا وہ سارے تھہ خانے آپ نے خود ہی بنائے تھے۔“

”نہیں مزدوروں نے بنائے تھے۔ مگر یہ اُس زمانے کی بات ہے جب ان اطراف میں صرف وہی ایک عمارت تھی اور کوئی نہ جانتا تھا کہ میں ایک سائنسٹ ہوں اور کبھی یہاں میری وجہ سے اتنی آبادی ہو جائے گی۔... اس وقت اتنی بڑی تجربہ گاہ قائم کرنے کا تصور بھی میرے ذہن میں نہیں تھا۔ رہ گئے تھہ خانے تو مجھے تھہ خانوں کا شوق بھیشہ سے رہا ہے اور میں نے اپنے تھہ خانے سائنسٹ اصولوں کے تحت تیار کرائے ہیں۔ تم یہ نہیں محسوس کر سکو گے کہ تھہ خانے میں ہو!“  
وہ چلتے رہے۔ رات سائیں سائیں کر رہی تھیں۔ اور سمندر کی طرف سے آنے والی تک الکو شنڈی ہوا میں ایک عجیب سماحول پیدا کر رہی تھیں۔

”اچھا....!“ عمران نے آہستہ سے پوچھا۔ ”کیا وہ مادہ آپ نے تھا رہاں منتقل کیا تھا۔“

”بالکل تھا....! اسی کو بھی علم نہیں ہے کہ ذخیرہ کہاں ہو گا۔ میں نے اپنی لا تقدیراتیں جاگ کر گزار دی ہیں اور بار بار مزدوروں کی طرح کام کیا ہے۔ محض اس لئے کہ میں اس دریافت کو راز رکھ سکوں۔ تھہ خانوں میں ایسی جگہ بھی میں نے ہی بنائی تھی جہاں اس کا ذخیرہ ہے۔“

”وہ بیتلگے کی کپا و بٹ میں داخل ہوئے۔ بعض کھڑکیاں روشن نظر آرہی تھیں۔ صدر دروازہ بند تھا۔ ڈاکٹر نے کال بیتل کا بیٹن دبایا۔ کچھ دیر بعد ایک نو کرنے دروازہ کھولا اور شاہک خلاف تو قعہ

غمود رہچے ہیں کتنے عجیب ہوتے ہیں۔“  
”اٹھئے....!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

”کیوں؟ کیا مطلب؟“  
”میں نے اپنے بال اندر ہرے میں نہیں سیاہ کئے۔ جلدی کچھ ورنہ آپ کو زندگی بھرا فوس رہے گا۔“

”کچھ کہو گے بھی....!“ ڈاکٹر داور جھینچلا گئے۔

”تہہ خانے کی طرف چلتے.... فوراً....!“

”کیوں؟“

”ڈاکٹر....؟“ دفتار عمران کا چہرہ خوفناک ہو گیا۔

”لک.... کیا بیہودگی ہے۔“

”اٹھئے.... عمران نے ریو اور نکال لیا اور اس کا رن ڈاکٹر کے سینے کی طرف تھا۔ ڈاکٹر اچھل کر کھڑے ہو گئے۔“

”میں نہیں جانتا تھا کہ تم فراڈ ہو۔“ انہوں نے دانت پیش کر کھا۔

”میں ٹریکر.... دبادوں کا.... ورنہ....!“ عمران نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔  
ڈاکٹر داور نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔ وہ اس طرح چل رہے تھے جیسے کوئی حق پرستی کی پاداش میں بچانی کے تختے کی طرف جا رہا ہو۔ بے پرواہ.... زمین کی چھاتی میں دھمک پیدا کرتا ہوا.... فخر سے سیدہ تانے....!“

اور پھر اچانک وہ رک گئے.... سامنے شی ایک دروازے پر جھکی ہوئی اس کا قفل کھولنے کی کوشش کرتی تھی اور بار بار اس طرح کنجی کو جھاڑنے لگتی تھی جیسے اس کے اندر پھنسنے ہوئے گرد و غبار کی وجہ سے قفل کھولنے میں دشواری پیش آرہی ہو۔

وہ اُن کی آہٹ سن کر سیدھی کھڑی ہو گئی.... اور اس بار ڈاکٹر نے بھی اس کے چہرے پر سرائیگی کے آثار دیکھ لئے تھے۔

”یہ کیا ہو رہا تھا۔“ انہوں نے گرج کر پوچھا۔ ”میں نے تم سے صرف کنجیاں طلب کی تھیں۔“

”مہماں کر کے ہاتھ گراج بھیجے ڈاکٹر....!“ عمران نے کہا۔ ”میرا ریو اور اب جیب میں ہے۔“

ڈاکٹر کو دیکھ کر کچھ بوکھلا سا گیا۔

”کیا بے بی جاگ رہی ہے۔“ ڈاکٹر داور نے پوچھا۔

”جی ہاں.... جناب!“ تو کرا ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔

”اسے اسٹڈی میں سمجھو! کہنا چاہیوں کا لچا لیتی آئے!“ ڈاکٹر داور نے اسٹڈی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ نو کر آگے چلا گیا۔

وہ دو دنوں اسٹڈی میں آئے اور عمران ڈاکٹر داور کے اشارے پر ایک طرف بیٹھ گیا۔ کچھ در بعد شی اسٹڈی میں داخل ہوئی۔

”ادہ.... پیلا.... آپ.... بالکل خلاف موقع!“ وہ گھبرائی ہوئی سی تھی۔

”کیوں؟“ ڈاکٹر نے اُسے گھور کر دیکھا۔

”کچھ نہیں.... کچھ بھی نہیں۔ اچھا آپ خلاف موقع نہیں آئے!“

”ہاں آیا ہوں.... چاہیاں....!“

”چاہیاں اس وقت....؟“

”بے بی تم جانتی ہو کہ میں آج کل بے حد عدمی الفرست رہتا ہوں۔ لیکن کچھ دنوں بعد میرے پاس وقت ہی وقت ہو گا۔ پھر تم مجھ سے بات بات پر بحث کرنا۔“

”چاہیاں تو میں نہیں لائی۔“

”لاؤ.... مجھے تہہ خانے کھولنے ہیں۔“

”تست.... تہہ خانے....!“ شی ہٹکائی۔ وہ کچھ سر ایسکے سی نظر آنے لگی تھی۔

”ہاں جلدی کرو....!“

عمران بہت غور سے شی کو دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اس کے چہرے پر جذباتی تغیر کے آثار محسوس کرنے اور احتمان انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

”میں چاہیاں لاتی ہوں۔“ شی جلدی جلدی بولی۔ ”ابھی ایک منٹ میں آپ ہمیں ٹھہریے میں فوراً آئی.... فوراً....!“

وہ دوڑتی ہوئی چل گئی اور ڈاکٹر داور ہنسنے لگا۔

”اس کا بچپن ابھی تک نہیں گیا عمران....!“ انہوں نے کہا۔ ”وہ بچے جو ماں کی ماتا سے

وہ لوگی سمجھتا ہوں.... لیکن سپارسیا اور ریاضی کی داستان مجھ سے بار بار نہیں سنی جاتی! کان پک گئے ہیں.... اور آب آپ آرام فرمائیے کیونکہ آپ کا ذخیرہ خالی ہو چکا ہو گا۔ قسم والوں ہی کے یہاں زہرہ کے باشندے آیا کرتے ہیں۔“

”اوٹھی تو نے یہ کیا کیا....!“ ڈاکٹر دانت پیس کر بولے۔

”اگر کسی مصیبت زدہ کو پناہ دینا ایسا ابراء ہے تو میں ابھی زہر کھالوں گی۔“ شمی بھی بھر گئی۔ ”وہ بیچاری چونکہ ایک دوسرے سیارے سے تعلق رکھتی ہے اسلئے ہر ایک کے سامنے نہیں آنا چاہتی۔“

”تم اُسے تہہ خانے میں کیوں لے گئی تھیں۔“

”اس نے کہا تھا کہ اگر میرے علاوہ اور کسی دوسرے نے بھی اُسے دیکھ لیا تو وہ خود کشی کر لے گی۔ پیامیں بچ کہتی ہوں اگر آپ نے اسے تہہ خانے سے نکلنے کی کوشش کی تو میں دوپتے سے اپنا گلا گھونٹ لوں گی۔“

”اور میں رومال سے.... جی ہاں!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”تم خاموش رہو....!“ شمی اُسے گھونسہ دکھا کر بولی۔ ”میں سمجھتی ہوں یہ سارا فساد تم نے ہی پھیلایا ہے۔“

”میرے ساتھ آؤ....!“ ڈاکٹر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسٹنڈی کی طرف گھینٹتے ہوئے بولے۔

”عمران تم نہیں ٹھہرو۔“

تقریباً پندرہ منٹ تک عمران کو وہیں کھڑے رہ کر ڈاکٹر کا انتظار کرتا پڑا۔

ڈاکٹر دوار تھا وہ اپنی آئی۔ ان کا چڑہ اتر ہوا تھا اور قدم لاکھڑا رہے تھے۔ بھر بھی انہوں نے پُر امید لجھ میں کہا۔ ”عمران میرا خیال ہے کہ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ کیونکہ وہ تہہ خانے ہی میں ہے.... اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ ذخیرے تک پہنچتی گئی ہو۔“

”مگر وہ ہے کیا بلے....!“ عمران نے پوچھا۔

ڈاکٹر نے ایک طویل سانس لی اور بولے۔ ”شمی کافی پو قوف اور سیدھی ہے اور اس کی ذمہ داری بھی سرا سر مجھ پر ہی عائد ہوتی ہے۔ میں نے اُسے فرشتہ بنانے کے چکر میں گاؤ دی بنا دیا۔“

”خیر.... چلتے....!“ عمران دروازے کے سامنے سے بٹتا ہوا بولा۔

”مگر شمی کہاں ہیں؟“

میں دراصل آپ کو یہی دکھانا چاہتا تھا۔“  
شمی کھڑی نہیں طرح کانپ رہی تھی۔ وہ کچھ کہنے کے لئے ہونٹ ہلاتی اور پھر مضبوطی سے بند کر لیتی۔

”اگر آپ دیر کرتے تو میں آپ کو یہ منظر نہ دکھا سکتا۔“ عمران پھر بولا۔

”بے بی....!“ ڈاکٹر نے بھرائی ہوئی مردہ سی آواز میں کہا۔ اب انہوں نے مژکر عمران کی طرف دیکھے بغیر اپنے ہاتھ نیچے گرا دیئے تھے۔

”پپ.... پلپا.... خدا کے لئے.... مجھے اُسے وہاں سے ہٹا دینے دیجئے۔“

”کے.... تم کیا بک رہی ہو۔“ ڈاکٹر کی آواز پھر کرخت اور بلند ہو گئی۔

”وہ بیچاری.... وہ خود کشی کر لے گی.... وہ ہمارے لئے بالکل گوئی ہے اگر کپل ٹیگا...!“

”کپل ٹیگا...!“ ڈاکٹر نے پلکیں جھپکائیں۔

”جی ہاں.... خیالات کی ترجیحی کرنے والا آلہ...!“

”بے بی۔ کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“

”پیارا غدا کے لئے میری بات سن لیجئے۔ اس کا فی گراز سمندر میں گر کر تباہ ہو گیا تھا اس۔“  
”وہ واپس نہ جاسکی۔“

”کون ہے.... کیا بلے ہے.... کہاں واپس نہ جاسکی۔“

”ایک لڑکی ہے.... بیچاری.... اس کا نام ہی نہیں ہے.... پلپا.... سپارسیا میں ناموں کی بجائے نمبر ہوتے ہیں۔ سپارسیا آپ سمجھتے ہیں نا از ہر وہ والے کو سپارسیا کہتے ہیں۔“

”شمی تو پاگل ہو گئی ہے یا میرا مذاق اڑا بھی ہے۔“

”ڈاکٹر....!“ عمران رو دینے والی آواز میں بولा۔ ”صفایا ہو گیا۔... اب میں تو جلا۔“

”کہاں....!“ وہ غرا کر عمران کی طرف پلٹے اور عمران چھت کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ ”چاند میں.... وہاں بریلی کے سرے اور لکھنو کی سکی کا برسن خوب چلے گا۔ اس کے علاوہ اب اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا۔“

”کیا تم سب مجھے لگھا سمجھتے ہو۔“ ڈاکٹر حلق کے مل چکیں۔

”نہیں....!“ عمران سعادت مندانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ”میں تو گدھے کو بھی لارڈ

”میں اُسے نوکروں کی گنگرانی میں چھوڑ آیا ہوں۔“

”کیا انہیں اس ذخیرے کا علم تھا۔“

”نہیں! وہ اُسی جگہ نہیں ہے کہ ہر ایک کی نظر اُس پر پڑ سکے۔ چلو میں تمہیں دکھاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔“

ڈاکٹر داور نے قفل کھول کر دروازے کو دھکایا۔ کہہ تاریک تھا اور انہوں نے اندر داغل ہو کر روشنی کی۔ عمران چاروں طرف بغور دیکھ رہا تھا اُس کی نظر کھڑکی پر ٹھہر گئی۔

”یہ کھڑکی غالباً بینگل کی پشت پر ہے۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں... آں... آں!“ ڈاکٹر چونکہ کربو لے اور اب وہ بھی کھڑکی ہی کو گھور رہے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دہ بالکل ہی خالی الہمہ ہو گئے ہوں۔ عمران نے آگے بڑھ کر کھڑکی پر ہاتھ رکھا اور وہ اسے ہٹلتی ہوئی سی محسوس ہونے لگی۔ اُسے بولٹ نہیں کیا گیا تھا۔

”یہ کھڑکی بھی مندوش ہی ہے۔“ عمران بڑھ لیا۔

”مگر اسے بولٹ کیوں نہیں کیا گیا!“ ڈاکٹر کی پیشانی پر ٹکشیں ابھر آئیں۔

”یہ اسی وقت معلوم ہو گا جب آپ تمہے خانے میں چلیں گے۔“

ڈاکٹر داور نے کھڑکی بولٹ کر دی! اور پھر دیوار سے لگے ہوئے ایک سوچ بورڈ پر ایک مٹ دبایا۔! بلکل سی گھٹ کھڑک رہت سنائی دی اور کمرے کے فرش کا وہ حصہ جس پر وہ کھڑے ہوئے تھے، نیچے دھنسنے لگا۔

عمران اور پر دیکھنے لگا کیونکہ فرش کی خلاف بھی پر ہوتی جا رہی تھی۔ دیوار کی جزو سے ایک دوسرا فرش برآمد ہو کر خالی جگہ کو آہستہ آہستہ پُر کرتا جا رہا تھا۔ جیسے ہی ان کے پیروں کے نیچے کا تختہ رکا۔ اور کر کی خلاف بھی غائب ہو گئی۔... عمران نے خود کو ایک کشادہ تہبہ خانے میں پالیا لیکن اُسے اتنی مہلت نہیں مل سکی کہ وہ اس کا تفصیلی جائزہ لیتا۔ کیونکہ اُسے ایک لڑکی نظر آئی جس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا رکھا تھا اور وہ انہیں دیکھنے کی بستر سے اچھل پڑی تھی۔ ڈاکٹر نے ہونٹ سکوڑ کر اپنے سر کو خیف سی جنمیں دی۔

”لے محترم...!“ عمران ہاتھ پھیلا کر بولا۔ ”تم ذرا اپنا کپل ٹیگاڑ تو نکالو تاکہ تمہیں کرچنا روز پڑی کی ایک نظم ناسکوں۔“

لڑکی کچھ نہ بولی۔ بدستور اپنا چہرہ چھپائے رہی۔ ڈاکٹر نے غصیلے انداز میں آگے بڑھ کر اُس کے پر ہاتھ ہٹادیے اور عمران اس طرح اچھل پڑا جیسے کسی نے اپاک سر پر لٹھ رسید کر دیا ہو۔ اور اس لڑکی کے حلقت سے بھی ایک خوف زدہ سی آواز نکلی۔

”یہ لڑکی تھی.... تھریسا بھل بی آف بوہیما!“ عمران نے احمقانہ انداز میں اپنی پلکیں جھپکائیں۔ لیکن وہ غافل نہیں تھا۔ جانتا تھا کہ تھریسا بھلی ہے۔ ذرا نظر بھلی پھر اس کا ہاتھ آتا مشکل ہو جائے گا۔

”اب تو کپل ٹیگاڑ جو کچھ بھی ہو اس کے بغیر ہی ہمارے خیالات کی ترجیحان ہو جائے گی۔...“  
کیوں...!“ عمران مسکرا یا۔ لیکن تھریسا خاموش ہی کھڑی رہی۔

”اے لڑکی.... اپنی زبان کھولو.... مجھ سے یہ سیاروں والا فراہ نہیں چل سکے گا۔“ ڈاکٹر نے غرا کر کہا۔

”ڈاکٹر.... آپ اس کی خبر لجھے.... اسے میں دیکھ لوں گا۔“

ڈاکٹر داور کچھ کہے بغیر ایک طرف بڑھ گئے۔... اور عمران تھریسا کو گھور تارہ۔ اُس نے یہ نہیں دیکھا کہ ڈاکٹر کہ در گئے تھے۔

”کیا تم اب بھی گونگی ہی رہو گی۔“ عمران نے مٹھنی سانس لے کر پوچھا۔

”نہیں.... اب اس کی ضرورت باقی نہیں زیستی۔“ تھریسا مسکرا۔

”یہ کیا قصہ ہے۔“

”کچھ بھی نہیں.... مجھے قصے کا علم نہیں۔ میں تو معقول معاوضے پر کام کرتی ہوں۔“

”معقول ترین کہو! اس بار میں جو معاوضہ ادا کروں گا وہ معقول ترین ہو گا۔ تم خوش ہو جاؤ گی کیونکہ تم نے شکرال والے واقعے کے بعد وعدہ کیا تھا کہ شرافت کی زندگی بسر کرو گی۔“

”میں یقیناً شرافت کی زندگی بسر کر رہی ہوں۔“

وغتنہ عمران دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سے چونک پڑا۔... اور پھر اُسے ڈاکٹر داور دکھائی دیئے جو دوڑتے ہوئے ایک راہداری سے نکلے تھے۔

”اوہ.... عمران.... عمران....“ تین ہزار کیوں بک انج ٹائم ٹائم ہے....!“ انہوں نے چیخ کر کہا اور تھریسا پر اس انداز میں جھپٹے جیسے اُسے مار ہی ڈالیں گے۔ مگر عمران نیچے میں آگیا۔ تھریسا مسکرا

ہو جائیں گے۔ لیکن اس فرائیسی پر نظر رکھئے گا۔ اگر وہ نکل گیا تو پھر میں کچھ بھی نہ کر سکوں گا۔“  
ڈاکٹر اور سرہلاتے ہوئے چلے گئے۔

”ہاں.... اب تم بتاؤ تھریسا۔“ عمران نے کہا۔ ”تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم اب شرافت سے  
زندگی ببر کر دیں گی۔“

”مجھ سے کوئی کمینہ پن سرزد نہیں ہوا.... میں اپنے ملک کے لئے کام کر رہی ہوں۔ اور اگر  
اپنے ملک کے لئے کام کرنا کمینہ پن ہے تو تم مجھ سے بھی بڑے کمینہ ہو کیونکہ خود تمہاری کوئی  
پوزیشن نہیں ہے.... تم تو اپنے ملک کے ایجنٹوں کے ایجنت ہو۔“

”میں اس بحث میں نہیں پڑتا چاہتا۔“ عمران نے لاپرواں سے کہا۔ ”لیکن اس ملک کا نام  
ضرور معلوم کروں گا۔“

”میں نام بھی بتاؤں گی۔ قطعی نہیں چھپاؤں گی۔ لیکن تم یقین نہیں کر سکو گے۔“  
”یہ مجھ پر چھوڑو۔“

”اس ملک کا نام زیویں ہے۔ اب تلاش کرو نقشے میں نہ ملے تو اسے محض کو اس سمجھو۔“

”تھریسا میں سختی سے بھی بیش آسکتا ہوں۔“

”تم مجھے مارڈا لوڈیز.... پچھلی ملاقات سے اب تک ایک پل کے لئے بھی میرا ذہن تمہارے  
خیال سے خالی نہیں رہا۔ میں نے آج تک اتنی شدت سے کسی کو بھی نہیں چاہا۔۔۔ بھی نہیں....!“  
”میں یہ سوچے بغیر تم پر تشدد کروں گا کہ تم مجھے کتنا چاہتی ہو۔“

”میں نہیں موجود ہوں عمران.... تمہارے قریب.... تمہارے سامنے....!“ تھریسا نے  
ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”تم اگر مجھے مارو گے تو یہ بھی ایک طرح کی لذت ہی ہو گی میرے لئے؟“  
”تھریسا نے آنکھیں بند کر لیں اور خوابیاں لجھے میں بولی۔“ عمران کا ہاتھ میرا گاں۔....

”عمران مارو مجھے مارو.... جس شدت سے مجھے تم سے پیدا ہے اتنی ہی قوت سے مارو.... مارو....!“

”عمران نے قہقہہ لگایا۔۔۔ اور پھر تھریسا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔“ میں تمہیں ماروں گا  
ڈارلنگ.... ارے سڑے.... میرا ہاتھ.... کیڑے پڑیں اس میں!“

”اُس کا لہجہ ٹھیٹھ دیسی بوڑھیوں کا ساتھ۔“

”مکاری نہیں عمران....!“ تھریسا آنکھیں کھوں کر سنجیدگی سے بولی۔

رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ ”خداونک چیز ہے اس لئے تھوڑی تھوڑی لے جائی جا رہی ہے اے۔“  
”تم کون ہو شیطان کی بچی۔“

”بس شیطان کی بچی۔“

”ڈاکٹر اب وقت نہ ضائع کر جئے۔ اوپر جائیے اور بقیہ کی حفاظت کے لئے جو کچھ کر سکتے ہوں  
مجھے مگر نہیں ٹھہر جیے۔“

”عمران تھریسا کی طرف مڑا اور پھر سرد لبجھے میں پوچھا۔“ وہ کون تھا جس سے تمہیں ان تہہ  
خانوں کا علم ہوا تھا۔“

”جو کوئی بھی ہو اس کا علم تمہیں کبھی نہ ہو سکے گا۔“ تھریسا مسکرائی۔ ”عمران تم میرے لئے  
طفلِ مكتب ہو۔“

”ارے.... یہ تو اس طرح گفتگو کر رہی ہے جیسے تمہیں پہلے سے جانتی ہو۔“ ڈاکٹر نے  
جرت سے کہا۔

”مجھے اس دیوانے سے عشق ہے ڈاکٹر اور....!“ تھریسا نے نہ کہا۔

”تم کون ہو! بتاؤ درنے میں بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔“ ڈاکٹر نے کہا۔ اور پھر اسے کہہ کر  
اچھل پڑے انہیں ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کوئی کتے کا پلاں کے پیروں کے نیچے آکر چین پڑا ہو۔  
عمران ہنسنے لگا اور ڈاکٹر احمدقوی کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”آپ کچھ خیال نہ سمجھے ڈاکٹر!“ عمران نے کہا۔ ”جہاں یہ عورت موجود ہو دیاں سب کچھ  
ممکن ہے.... ویسے کیا آپ یہ بتائیں گے کہ آپ کا میکریٹری کتنے دنوں سے آپکے ساتھ ہے۔“

”وہ... پلیرت... ہاں... وہ بہت عرصہ سے میرے ساتھ ہے اور میں اُس پر اعتناد کرتا ہوں۔“  
”کیا یہ عمارت اُس کے سامنے نہیں تھی۔“

”ہاں.... آں مگر کیوں؟ نہیں تم اس پر شبہ نہیں کر سکتے۔ اس سے زیادہ نیک فرائیسی آن  
مک دوسرا کوئی میری نظروں سے نہیں گزرا۔“

”آپ کی نظروں سے نہ گزارا ہو گا لیکن میں نے اس سے بھی زیادہ نیک فرائیسی دیکھے ہیں۔  
اس لئے آپ براہ کرم فی الحال پہلے تو اسے اپنے آدمیوں کی مگرانی میں دستیجھ اور اُس کے بعد یہاں

ایک فوجی دستہ طلب کرنے کی کوشش سمجھے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس میں آسانی سے کامیاب

"تمہارا یہ لجہ مکاری سے لہریز ہے..... پہلے تمہارے لجے میں خلوص تھا جب تم تشدید کی دھمکیاں دے رہے تھے..... مگر اب....!"  
"میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم کن لوگوں کے لئے کام کر رہی ہو اگر تم نے نہ بتایا تو پھر ہف ڈریک تو میری مٹھیوں نی میں ہے۔"

"اوہ.... اس حد تک آگے بڑھ چکے ہو۔" تھریسا نے جیرت سے کہا پھر نہ کرپیار بھرے لجے میں بوی.... "میں پہلے ہی جانتی تھی کہ عمران ڈیزیر کے ملک میں ایک نہیں چلے گی۔ اچھا بہتر ہو گا کہ تم ہف ڈریک ہی کو آزماؤ۔ نہ میں اپنے ملک سے غداری کر سکتی ہوں اور نہ اس دل کو جہنم میں جھونک سکتی ہوں۔" تھریسا نے بینے پر با تھر کھ کر کہا۔

"میں نے تمہیں ہف ڈریک کے متعلق بھی نہیں بتایا تم پہلے ہی سے واقف ہو۔ اس لئے اس سلسلے میں میرا ضیر مجھے ملامت نہیں کر سکتا۔"

"تم اب تک یہاں کیوں مقید رہیں تکلیف کیوں نہیں گئیں۔"

"جب تک کہ اس خطرناک دریافت کا تھوڑا سا حصہ بھی یہاں باقی تھا میں نہیں جاسکتی تھی۔ ہم یہ کام خاموشی سے کرنا چاہتے تھے پہلے کوشش کی گئی تھی کہ اسے چھپا لیا جائے بلکہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ یہ مادہ حاصل کیسے ہوتا ہے۔۔۔ مگر اس میں ناکامی ہوئی۔ اوہ.... عمران اس بھولی بچی کے لئے میں بے حد مغفوم ہوں۔۔۔ مجھے اس سے برا انس ہو گیا ہے۔ خدا کے لئے اسے ڈاکٹر کے تندس سے بچانا۔۔۔!"

"تم اپنی بیتاوکہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں۔۔۔!"

"صرف ایک بار کہہ دو کہ تمہیں بھی میرا خیال ہے۔۔۔ اس کے بعد میری لاش نڑکوں یہ گھیٹنے پڑنا۔۔۔!"

"نہیں میں تمہاری لاش کی جیلی بناؤں گا اور ہر ناشتے میں ٹوٹ پر لگا کر کھایا کروں گا۔ لیکن مجھے فسوس ہے کہ اس کے لئے مجھے بہت انتظار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ پہلے تو تم قید میں رکھی جاؤ گی پھر کیس چلے گا۔۔۔ اور اس کے بعد نہ جانے کیا ہو۔"

"تم میرے ہتھڑیاں لگانے کے بعد ہی کہہ دینا کہ تم بھی اپنے دل میں میرے لئے تھوڑی بہت جگہ رکھتے ہو۔ عمران... میرا جرم اپنی جگہ... پر... اور دل... میں کیا کہوں... میں جانتی ہوں کہ

میرے الفاظ تم پر سے اسی طرح ڈھلک رہے ہیں جیسے کسی ترقیہ پڑے ہوئے پھر سے شبنم کے قطرے۔۔۔ میں اپنے جرم کے سلسلے میں تم سے کسی قسم کی رعایت نہیں مانگ رہی۔ تم یہ نہ سمجھنا۔۔۔

میرے ساتھ جو بر تاؤ دل چاہے کرو۔۔۔ لیکن صرف ایک بار اعتراف کر لو کہ تم بھی....!  
"کہ میں بھی....!" عمران نے نہ اسمنہ بنا کر مٹھنڈی سانس لی۔ کچھ اور بھی کہنا چاہا مگر پھر صرف اُسے گھوڑ کر رہ گیا۔

"ہاں.... کہو.... خاموش کیوں ہو گئے۔"

"میں فی الحال اس منکر کے علاوہ اور کسی موضوع پر گفتگو نہیں کر سکتا۔"

"ہاں! میں جانتی ہوں۔ تم ایسے ہی ہو۔۔۔!" تھریسا نے مٹھنڈی سانس لی۔ اس کے چہرے پر گھری اداسی چھاگئی تھی۔

"ہف ڈریک کس کو جواب دے ہے۔۔۔!" عمران نے پوچھا۔

"یہاں تمہارے ملک میں وہ کسی کو بھی جواب دے نہیں ہے۔ اسے پارٹی کالیڈر سمجھو۔۔۔!"

"تھریسا۔۔۔!" عمران کچھ کہتے کہتے رک گیا۔۔۔ اس پار پھر اُس کے لجے میں پیار تھا۔

"آہا۔۔۔!" تھریسا نے آنکھیں بند کر لیں ایسا معلوم ہوا جیسے وہ اس لجے کی لذتوں میں کھو جانا چاہتی ہو۔

"عمران.... ڈارلینگ....!" وہ اسی طرح آنکھیں بند کئے ہوئے رک رک کر بولی۔ "اس لجے میں خلوص نہیں ہے۔۔۔ مگر.... تھریسا۔۔۔!" آج تک کسی نے بھی مجھے اتنی بے تکلفی سے مخاطب نہیں کیا۔۔۔ وہ ہف ڈریک بھی مجھے مادام کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔۔۔ اُف کتنی حلاوت ہے۔ اس بے تکلفانہ لجے میں۔۔۔ اس طرز مخاطب میں۔۔۔ عمران میں پیاسی ہوں۔۔۔ اس لجے کی پیاسی۔۔۔ ہوں اسی مخاطب کی پیاسی ہوں۔ لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں۔ ہف ڈریک بھی میرے سامنے بکانے لگتا ہے۔ مگر میں پیاسی ہوں.... تھریسا۔۔۔!" وہ اپنے ہونٹوں کو اسی انداز میں ڈاکٹر کی شکل میں لائی جیسے کسی کو یو سہ دینا چاہتی ہو اور پھر اُس نے آنکھیں کھوں دیں۔

"تم.... حالات کو پیچیدہ نہ بنا رہی ہو تھریسا۔۔۔!"

"میں یہاں موجود ہوں عمران! یقین رکھو اگر تمہارے بجائے کوئی اور ہوتا تواب تک اس کی بیویوں کا بھی پچھہ نہ چلنا کیونکہ میرا ملک سائنسی ترقی کے میدان میں ساری دنیا سے بہت آگے ہے۔

کر کے مجھے بھی دو ایں نے ایک رات آزمایا تھا تھریساڈار لنگ۔  
”کیسے آزمایا تھا۔“

”نیند نہیں آرہی تھی.... رات گزرتی جا رہی تھی۔ میں نے اُسی اسٹنچ کو اپنے آئی لوشن میں ڈبو کر آنکھوں پر پھیر لیا.... بس اُسی مزے کی نیند آئی ہے کہ کیا تاؤں.... میں اُسی آئی لوشن کو اکثر پی بھی لیتا ہوں۔“

”بکواس شروع کر دی تم نے! سنجیدگی سے گفتگو کرو۔ آخر میرے لئے تم نے کیا سوچا ہے۔“

”آہا.... وہ آئی لوشن.... ایسک ایسٹ اور کلویڈ ایمونیا سے تیار کیا جاتا ہے تھریس ڈیر۔“  
”تھریسا یاک یاک اچھل پڑی۔ اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

”اوہ.... تم یہ بھی جانتے ہو۔“ اُس نے آہستہ سے کہا۔

”اور اس کے باوجود بھی تم چاہتی ہو کہ میں تمہاری محبت پر یقین کر لوں۔“

”نہ کرو....!“ تھریسا جھلا کر چھپی۔ ”لیکن میں تمہیں اپنے ملک کے رازوں کے متعلق کچھ نہ بتاسکوں گی۔ خواہ تم مجھے کتوں سے نچوڑا لو۔“

”میں یہی کروں گا۔“ عمران دانت پیس کر بولا۔

تھریسا کچھ نہ بولی۔ وہ خاموشی سے اپنے بستر کی طرف مڑ گئی تھی.... ”ٹھہر دو....“ تم اس جگہ سے ہل بھی نہیں سکتیں....!  
اچاک تھریسا اس کی طرف مڑی اس کے ہاتھوں میں اعشاریہ دوپائچ کا چھوٹا سا پستول چک رہا تھا۔

”کیا تم مجھے روک سکو گے....!“ اُس نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”چلو میں آج تمہارا سگ کا اثر بھی دیکھوں گی۔“

”یقیناً ایسے موقع پر وہی کام آتا ہے۔“ عمران مسکرا یا۔

”تو چلوتا.... یہ تھریسا بمبیل بنی کا ہاتھ ہے.... میں دیکھوں گی کہ تم کتنے پھر تسلیے ہو....!“

”فائز کرو....!“

”فائز....!“ تھریسا نے مسکرا کر پستول اس کی طرف اچھال دیا۔... جسے عمران نے اپنے ہاتھوں پر روک بھی لیا۔

”میں تمہیں بیہاں تک باتا سکتی ہوں کہ ابھی کچھ دن پہلے جو نیلا سیارہ ناقابل یقین بلند یوں پر نظر آیا تھا میرے ہی ملک سے تعلق رکھتا تھا۔ اور ساری دنیا جنچ اٹھی تھی کہ وہ اس سیارے سے لا عالم ہے۔ جن ممالک نے سب سے پہلے اپنے سیارے فضا میں چھوڑے تھے انہوں نے بڑے بوکھلائے ہوئے انداز میں اعلان کیا تھا کہ وہ پر اسرار نیلا سیارہ ان سے تعلق نہیں رکھتا۔ مگر میں جانتی ہوں کہ اس کا تعلق کس ملک سے تھا۔ وہ زیر ولینڈ کا سیارہ تھا۔... زیر ولینڈ۔... جو ایک دن ساری دنیا پر حکومت کرے گا اور تمہاری دامت میں جو سب سے زیادہ ترقی پسند ممالک میں اُس کے غلام کہلانیں گے.... میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ میں بیہاں موجود ہوں میرے ہنگڑیاں لگا کر پولیس کے حوالے کر دو.... میں یہ کبھی نہ چاہوں گی کہ عمران کی بدنامی ہو۔... اُس عمران کی جسے میں اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز رکھتی ہوں.... مگر عمران ڈیر یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ میں اپنے ملک سے غداری کروں.... دنیا کی کوئی طاقت مجھ سے یہ نہیں پوچھ سکتی کہ زیر ولینڈ کہاں ہے۔“  
”میں بھی نہیں.... تھریس ڈار لنگ....!“

”نہیں.... تمہارا مقام الگ ہے....“ تمہیں اس کی اجازت دے سکتی ہوں کہ تم اپنے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ دو.... لیکن یہ ناممکن ہے کہ میں تمہیں زیر ولینڈ کا محل و قوع بناوں۔“

”پھر بیاڑا.... میں تمہیں کیا کروں! تمہارا اچارڈا لوں یا یچھے جیلی ہی بنا کر کھاؤں۔“

”تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ مجھے پولیس کے حوالے کر دو۔ اپنے ہاتھوں سے ہنگڑیاں پہنچاؤ۔ یہ میری سب سے بڑی خواہش ہے کہ میں ایک بار تمہارے ہاتھوں سے ہنگڑیاں پہن لوں کیونکہ یہ بھی تمہارے نام پر ایک بڑا دھبہ ہے کہ کئی ٹکراؤ ہونے کے باوجود بھی تم مجھے گرفتار نہ کر سکے۔“

عمران کی سوچ میں پڑ گیا۔... کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ ”وہ سنہرہ اسٹنچ کیا بلے ہے۔“

”ہاں مجھے علم ہے کہ وہی ان ساری الجھنوں کا باعث بنائے ہے۔ وہ ہمارے ایک آدمی کی غلطی سے ڈاکٹر کی تجربہ گاہ میں گرجاتا اور نہ ہمیں ان دشوار یوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ عمران دی گریٹ کو بھی کافنوں کا خبر نہ ہوتی.... اور ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتے.... حالانکہ وہ ایک تھریسی چیز ہے! ہم معمولی اسٹنچ کی بجائے سنہرے ریشوں کے اسٹنچ استعمال کرتے ہیں۔“

”آہا.... کتنا آرام دہ ہے یہ اسٹنچ.... کتنا فاکنڈہ مند....!“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”وہ ایک

پر گر کا تو میں یہی سمجھوں گی کہ میں نے زہر کھا کر غلطی نہیں کی تھی... یہ ایک سر لیج الارز زہر ہے... اچھا... جاؤ... دور ہٹو... ہٹ جاؤ... مجھے مرنے دو۔

عمران دو قدم پیچھے ہٹ گیا... تھریسیا نے پھر چہرے پر چادر کھینچ لی۔ عمران خاموش کھڑا پلکیں چھپ کا تارہا... مگر وہ اب یہی سوچ رہا تھا کہ وہ عورت تھریسیا بدل بی آف بو ہیسا ہے۔ دنیا کی چالاک ترین عورت۔

اچاک تھریسیا کا جسم بڑی شدت سے کاپنے لگا۔ اسی طرح جیسے وہ برف کے کسی ڈھیر میں گر کر ٹھنڈک کا شکار ہو گئی ہو۔

پھر ایک جھلکے کے ساتھ اُس کی گردن داہنی جانب ڈھلک گئی۔ جسم اب بالکل ساکت ہو چکا تھا۔ عمران نے اسے آوازیں دیں۔ بیض ٹوٹی... ناک کے سامنے ہاتھ لے جا کر سانس محسوس کرنے کی کوشش کی لیکن وہاں اب کچھ بھی نہیں تھا۔

اُس نے ابھی تک اتنی جلدی مرنے والوں کے جنم اکٹھے نہیں دیکھے تھے۔ وہ ہکابکا... کھڑا رہ گیا۔



ڈاکٹر داور کا فرانسیسی سیکریٹری تلاش کے باوجود بھی نہ مل سکا۔ ان کے بیٹکے کے گرد مسلح فوج کا پہراہ تھا... اور تھریسیا کی لاش پولیس کی ٹکرائی میں ہمپتاں بھجوائی جا بھی تھی... عمران بھی ڈاکٹر کے بیٹکے ہی میں تھا۔ لیکن چہرے سے یہ نہیں ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے تھریسیا کے مرنے پر ذرہ برابر بھی افسوس ہوا ہو... وہ تواب شی کو بہلانے کی کوشش کر رہا تھا جس نے تھریسیا کی لاش دلکھ کر روتے روتے اپنی آنکھیں متورم کر لی تھیں۔

بدقت تمام وہ اسے سونے کے کمرے میں پھجو اسکا ڈاکٹر داور بہت زیادہ مصروف نظر آ رہے تھے۔ اب اُن کے چہرے پر بھی پریشانی کے آثار نہیں تھے۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں پھر اسی تہہ خانے میں نظر آئے جہاں سے تھریسیا کی لاش اٹھوائی گئی تھی۔

”میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا عمران کہ میرا سیکریٹری اتنا بڑا ولیم نے ثابت ہو گا۔“ ڈاکٹر نے کہا۔ ”اس سے بن یہی ایک راز پوشیدہ تھا کہ میں نے وہ پُر اسرار مادہ کس طرح حاصل کیا تھا اور

”میں تم پر فائز کروں گی....!“ وہ تھغر آمیز انداز میں نہیں۔ ”یہ تو ایسا ہی ہے جیسے میں اپنے دل کے مقام پر پتوں رکھ کر ٹریگر بادوں۔“

”پھر میں ہی تمہیں گولی باردوں گا۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تھریسیا بدل بی آف بو ہیسا سے کوئی راز الگو دینا بہت مشکل ہے۔“

”آہا...! بس گولی ہی باردوں میں ٹھنڈے دل سے تمہارے اس فیصلے کا غیر مقدم کرتی ہوں۔“ عمران پچھہ نہ بولا۔ اس کی آنکھوں میں ذہنی الجھاؤ کی جھلکیاں صاف دیکھی جا سکتی تھیں۔

تھریسیا بستر کی طرف چلی گئی۔ پھر عمران نے اُسے لیٹھے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ وہ اپنے اپر چادر کھینچ رہی ہے۔ پھر اُس نے چہرہ بھی ڈھانپ لیا۔

عمران خاموش کھڑا رہا... دفعتاً اس نے تھریسیا کے قہقہے کی آواز سنی۔ اس نے ایک جھلک کے ساتھ چادر چہرے سے ہٹا دی تھی۔

”تم ہمارے! عمران... ہااا... ہار گئے... پیارے...!“ اُس نے کہا۔ اس کی آنکھیں بے حد نیلتی ہو گئی تھیں اور ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے وہ ذرا اسی دیر میں سو جائے گی۔

”آہا... تو کیا اُب یہ تمہارا بستر... چھت پھاڑ کر اوپر کلک جائے گا... ہو سکتا ہے...“ میں نے لڑکی سے تمہارے فے گراز کی داستان بھی سنی ہے۔

”خوبی ڈار لگک...!“ تھریسیا کی آواز دردناک تھی اور ہونٹوں پر ایک خفیہ سی مکراہٹ۔ ”میا مطلب...!“ یک بیک عمران چوک پڑا۔

”یہ لو...!“ تھریسیا نے ڈھیلے ہاتھ سے کوئی چیز عمران کی طرف اچھا دی۔ عمران نے اسے ہاتھ پر روک لیا اور دوسرے ہی لمحے میں اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ ایک چھوٹی سی شیشی تھی جس کی تہہ میں سرخ رنگ کا ایک قطرہ لرز رہا تھا اور لیبل پر تحریر تھا۔ ”زہر“

”یہ تم نے کیا کیا...!“ عمران شیشی پھینک کر اُس کی طرف جھٹا۔

”تھریسیا نہیں...!“ مگر اس کے انداز میں بڑا ضحکا لے تھا۔

اس نے بھرائی ہوئی تھیف آواز میں کہا۔ ”پھر میں کیا کرتی۔“ میں جانتی تھی کہ تم میری کی تجویز پر عمل نہ کرو گے۔ میرے مشورے کو شہبے کی نظروں سے دیکھو گے۔ تمہیں کسی بات کا یقین دلادینا بہت مشکل کام ہے۔ کیونکہ تم خندی ہو... چلو اگر تمہارا ایک آنسو بھی میری لاش

اسے کہاں چھپایا تھا... اور اس عورت تھریسیا کی حرکتوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ میرے سیکریٹری کو یقین نہیں تھا کہ وہ کس جگہ چھپایا گیا ہو گا ورنہ یہ تھریسیا اتنا لبا فراڈ کیوں کرتی۔ یعنی وہ لوگ محض شہبے کی بنا پر میرے تہہ خانے میں دیکھنا چاہتے تھے اور تہہ خانوں کے وجود سے صرف تین آدمی واقف تھے۔ میں سیکریٹری اور شی۔ لیکن اس مادے یا اس کے ذخیرے کی جگہ کا علم سیکریٹری یا شی کو بھی نہیں تھا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ اُن چیزوں کو الٹ پلٹ رہا تھا جو تھریسیے تعلق رکھتی تھیں۔ دفعۂ اُس نے ہید فونوں کے وہ سٹ اٹھائے جو شی کے بیان کے مطابق میگاز ہی رہے ہوں گے۔

”اوہ یہ سب بکواس ہے...!“ ڈاکٹر نے کہا۔ ”میں پہلے ہی دیکھ چکا ہوں۔ ان میں کچھ بھی نہیں ہے... یہ مشٹ ناک کے نیچے آکر ہونٹ چھپا لیتے ہیں۔ اس لئے ایک دوسرے کے ہونٹوں کی حرکت نہیں دیکھی جاسکتی ورنہ شی بھی اندازہ کر لیتی کہ وہ لاکی اسے یو تو فیnar ہی ہے۔“

”مگر یہ غوطہ خوری کا لباس...!“ عمران ایک گوشے کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔ ”بہت کچھ رکھتا ہے۔ ڈاکٹر... اس میں ہید فون بھی موجود ہیں اور آسکین کی تھیلوں کے نیچے ایک چھوٹی سی میٹن بھی... غالباً اس کے ذریعہ وہ لوگ پانی میں بھی ایک دوسرے سے گفتگو کر سکتے ہیں... اور سب سے زیادہ حیرت انگیز چیز وہ پستول ہے جو اس لباس کے ایک جیب سے برآمد ہوا ہے.... آپ یونہی اس کاڑیگر دبائیے کچھ نہ ہو گا... صرف ایک بھلکی سی ”ترچ“ سنائی دے گی۔ اس کی نالی پانی میں ڈال کر ٹریگر دبائیے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔“

”کیا ہوتا ہے۔“

”معاف کیجیے! اس کا تجربہ میں نے آپ کے پائیں باع و اعلیٰ حوض میں کچھ دیر پہلے کیا تھا اس کی ساری مچھلیاں گوشت کے گلکوں میں تبدیل ہو گئی ہیں۔“

”یہ تم نے کیا کیا؟ اُرے وہ بے حد قیمتی مچھلیاں تھیں! لا جوں ولا قوہ مجھ سے مشورہ لیا ہوتا۔“ ”بس اب غلطی تو ہو ہی گئی۔ میں آپ کو سو سائز لینڈ کی مچھلیاں منگوادوں گا جن کی ڈموں پر مدبو بالاز نہ ہواد لکھا ہوتا ہے۔“

”ہامیں یہ کیا بکواس ہے۔“ ڈاکٹر داور اُسے حیرت سے دیکھنے لگے۔

”ایسی یاتوں پر اسی طرح میر ادامغ خراب ہو جاتا ہے... میں آپ کو ایک حیرت انگیز ایجاد

کے متعلق بتا رہا تھا اور آپ کو اپنی مچھلیوں کی فکر پڑ گئی۔“

درجنوں ایجادوں میری جیب میں پڑی رہتی ہیں۔ لیکن اب ویسی مچھلیاں کبھی نہ مل سکیں گی.... میں ایک کمیاب نسل کا لی گولڈ فش پر کچھ تجربات کر رہا تھا۔ تم نے ان سکھوں کا ستیاناں کر دیا... لاو... دیکھوں وہ پستول...!“

عمران نے پستول نکال کر ڈاکٹر داور کو دیا۔ یہ کسی چکدار صاف دھات کا معمولی سا پستول معلوم ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر داور نے اُس کے دہانے کو انگلی سے بند کر کے ٹریگر دبایا۔ بھلکی سی ”ترچ“ سنائی دی اور پھر ڈاکٹر اس کے دہانے سے انگلی ہٹا کر ناک کے قریب لے گئے۔ یہ بیک عمران نے پھر ان کے چہرے کا رنگ اڑاتے دیکھا۔

”عمران...!“ وہ مضھل آواز میں بولے۔ ”میں مکمل طور پر لٹ چکا ہوں۔ خدا اس سیکریٹری کو غارت کرے جس نے مجھے بالکل تباہ کر دیا۔ اُرے میں اسے اپنے بیٹے سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا... اس قسم کے ایک حریبے کی ایجادوں کی فلر میں نے ہی سب سے پہلے کی تھی جو پانی مگر پھر بعض الحججیں ایسی آپری تھیں کہ میراڑ ہن دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا اس پر گو میرا کام مکمل ہو پوچھا تھا لیکن میں نے اس حریبے کو کوئی مخصوص شکل نہیں دی تھی۔ کیا پانی میں اس کا ٹریگر دہانے سے سرخ رنگ کی چکدار لہریں نکلتی تھیں۔“

”جی ہاں....!“

”بُس...!“ وہ شہنشہی سانس لے کر بولے۔ ”اب مجھے مطمئن رہنا چاہتے کہ صرف ایک راز کے علاوہ اور میرے سارے راز کسی دوسرے ملک کے سامنے دلان تک پہنچ جکے ہیں۔“

”غالباً آپ کا وہ راز یہی خلاء بیانے والا مادہ ہے۔“

”ہاں...! مگر اب یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ راز ہی رہے.... اس کی کافی مقدار وہ لوگ نکال لے گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس پر ان کا کوئی تجربہ انہیں اس کے حاصل کرنے کے طریقے ہی کی طرف لے جائے۔“

”اس پستول میں کیا چیز استعمال کی جاتی ہے۔“

”ایک مخصوص قسم کی بیٹری جسے ابھی تو انہی سے چارچ کیا جاتا ہے۔ میر اخیال ہے کہ...“

عمارت پر سنائے کی حکمرانی تھی.... باہر سلسلہ فوجیوں کا ایک دستہ موجود تھا۔ ایسا معلوم ہوا رہا تھا جیسے وہ سب بھی کسی خطرے کی بو سونگھ کر یک بیک خاموش ہو گئے ہوں۔

شمی نے بتایا کہ فون پر عمران کی کال ہے۔ عمران سوچنے لگا کہ یہاں کس نے اسے فون کیا ہوا گا.... وہ اکثر حقانہ اداز میں سوچنے بھی لگتا تھا۔ اس کے سارے ماتحت اس وقت اس عمارت کے آس پاس ہی موجود تھے ممکن تھا کہ انہیں میں سے کسی نے فون پر اس سے گفتگو کرنی چاہی ہو۔ اس نے رسیور اٹھا کر آہستہ سے کہا۔ ”ہیلو....!“

اور جواب میں اُسے کسی عورت کی بھی سنائی دی۔ .... عمران کو بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے اس کی کھوپڑی گردن سے اکھڑ کر چھٹ سے جانکرائی ہو۔ ... کیونکہ یہ آواز اور بھی تھریسا بجل بی آف یونیکے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔

عمران سنبھلا اور پھر اس نے بھی پشناشر دع کر دیا۔ اس کے علاوہ کرتا بھی کیا۔ اس کی کچھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کہنا چاہئے.... ڈاکٹر اور قریب ہی کھڑے اُسے اس طرح گھور رہے تھے جیسے ان کی دامت میں اُس کا دماغ خراب ہو گیا ہو۔

”عمران ڈار لنگ....!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور پھر ایسا معلوم ہوا جیسے دوسری طرف سے ماٹھ پیس ہی میں ایک عدو بوسہ اڑا دیا گیا۔

”ارے باپ رے....!“ عمران بڑا یا۔

”میں نے تمہیں ایک شاندار موقع دیا تھا عمران....!“ آواز آئی۔ ”لیکن تم شکوک و شبہات کا شکار ہے۔ اب بتاؤ کہیں رہی.... کل کے اخبارات میں تو بتائیں گے کہ تھریسا عمران کو جرا دے کر نکل گئی.... اگر تم نے میرے ہاتھوں میں ہٹھکریاں لگادی ہو تو میرے نکل جانے کی ذمہ داری تم پر عائد نہ ہوتی۔ دیسے نہ میرے ہاتھ ہٹھکریوں کے لئے بنے ہیں اور نہ میں خود حوالات کے لئے.... بولو.... تم سے غلطی ہوئی تھی یا نہیں؟“

”نہیں....!“ وفتا عمران نے عصیل آواز میں کہا۔

”ارے خفا ہو گئے ڈیر....! سنو تو سہی تمہارے مشرق کا صرف یہی آرٹ مجھے بے حد پسند ہے۔ اسی کی بدولت میں کمی بار کافی بڑے خطرات سے نکل گئی ہوں.... تم بھی جس دم کی تھوڑی مشق بہم پہنچا لو.... کبھی نہ کبھی کام ہی آئے گی۔“

”ٹھہر دے..... مجھے دیکھنے دو۔“

ڈاکٹر اور تھوڑی دیر تک اس پستول کو الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے۔ انہوں نے اس کے دستے میں ایک خانہ سا پیدا کر لیا غالباً وہ کسی میں کے دبانے کی وجہ سے ظاہر ہو گیا تھا۔ انہوں نے اس خانے سے کوئی شغل اور میالے رنگ کی مکعب نما چیز نہ کالی اور ہتھیلی پر رکھ کر اس طرح ہاتھ کو جبکہ دینے لگے جیسے اس کا وزن معلوم کرنے کی کوشش نہ کر رہے ہوں۔

آخر کار انہوں نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ اگر یہ تیس سال تک متواتر چوبیں گھنے استعمال میں رہے تب بھی اسے دوبارہ چارج کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔“

”اچھی بات ہے اُسے اسی طرح رکھ دیجئے اور میں اب سمندر کی سیر کروں گا۔“

”کیا مطلب....!“

”ایک زمانے میں مجھے فرائیں میں بننے کا بھی شوق رہ چکا ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ تم سوچے سمجھے بغیر اس سلسلے میں کوئی قدم نہ اٹھاؤ۔ میں تو اس وقت صرف شارلی کے متعلق سوچ رہا ہوں کہیں یہ محض اتفاقات ہی پر مبنی نہ ہو کہ وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔“

”میں کس طرح یقین کر لوں کہ جسے آج تک میں نے بیٹھے کی طرح عزیز رکھا ہے۔“

”یہ شارلی کون ہے....!“

”وہ میرا یکریٹری....!“

”آہا.... مگر ابھی کچھ دیر پہلے تو آپ نے کوئی دوسرا نام بتایا تھا۔“

”میں اسے شارلی ہی کہہ کر مخاطب کرتا تھا.... بالکل اُسی طرح پیار سے جیسے اپنے بچوں کو مخاطب کرتے ہیں۔ عمران وہ بہت ذہین ہے۔ بے حد شریف ہے.... میں کیسے یقین کر لوں۔“

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ تھریسا کی چیزیں اکٹھی کر رہا تھا۔

اچانک کسی گوشے میں لگی ہوئی اکٹھی جی آٹھی۔

”اوه....!“ ڈاکٹر چوک کر ڈا۔ .... ”یہ شی ہی ہو گی۔ آؤ چلیں۔“

عمران نے غوطہ خوری کا لباس سمیٹ کر باہمیں ہاتھ میں ڈالا اور ڈاکٹر اور کے ساتھ تہ خانوں سے نکل آیا۔

"میں روح قبض کرنے کا ہمار ہوں۔"

"واقعی تم غصے میں معلوم ہوتے ہو۔ بھی میرا کیا قصور ہے۔ مجھے وہاں سے ایک ایجو لینس گاڑی میں ڈال کر ہسپتال لایا گیا تھا۔ ہسپتال کی کمپاؤنڈ میں گاڑی رکی اور جیسے وہ لوگ مجھے اسٹرپ پر ڈالنے لگے میں نے کہا ایک چینک ہی سہی..... بس چینکنا قیامت ہو گیا۔ وہ لوگ اچھل کر بھاگے اور کمپاؤنڈ میں چاروں طرف بھوت کے نفرے گو بنجے لگے..... مجھے بہت غصہ آیا تھیں سوچو کہ یہ میری شان میں کتنی بڑی گستاخی تھی۔ بس پھر میں ان کو بر ایجلہ کہتی ہوئی کمپاؤنڈ سے صاف باہر نکل آئی اور اب ایک چورا ہے کے پیکٹ ٹیلی فون بو تھے سے تمہیں مخاطب کر رہی ہوں۔" "اچھا باب مخاطب کر جگی ہو تو میں ڈس کنکٹ کر دوں کیونکہ بہت کام پڑا ہوا ہے۔" "تمہاری مرضی....!" تھریسا کا الجہ ناخوشنگوار تھا۔

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ لیکن میر کے پاس سے ہنا بھی نہیں تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔ اس بار صدر نے اسے مخاطب کر کے تھریسا کے زندہ ہونے کی اطلاع دی۔ وہ ایجو لینس گاڑی میں اس توقع پر بیٹھ کر ہسپتال تک گیا تھا کہ شائد تھریسا کے آدمیوں سے مبھیڑ ہو جائے۔ عمران نے صدر کی اس اطلاع پر رائے زندی نہیں کی حالانکہ صدر نے گفتگو کو طول دینے کی کوشش کی تھی لیکن عمران نے صرف حیرت کا اظہار کر کے سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر تک وہ شی میں سے اس جگہ کے متعلق پوچھ چکھ کرتا رہا تھا جہاں تھریسا کا فی گراز گرا تھا۔ لیکن وہ اس وقت شی کو باہر جانے پر آمادہ نہ کر سکا۔ حالانکہ وہ ایک ٹنڈر لڑکی تھی لیکن اس رات کے حالات نے اسے کسی حد تک کم ہمت بنا دیا تھا۔ وہ عمران کو بچن میں لے گئی اور پھر کھڑکی سے وہ جگد دکھانے لگی جہاں فی گراز گرا تھا۔ اس نے اس کے لئے بہت زیادہ قوت والی نارچ استعمال کی۔ یعنی فوئی موجود تھے انہوں نے ٹرک کر دیکھا اور بڑی لات ہوئے پھر ساحل کا طرف متوجہ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد عمران باہر آگیا۔ اس وقت کوئی دوسرا اسمدر میں غوطہ لگانے کا خیال بھی دل میں نہ لاتا لیکن عمران غوطہ خوری کے لباس میں ملوس ساحل کی طرف چلا جادہ تھا۔ یہ وہی لباس تھا جو تھریسا چھوڑ گئی تھی اور عمران نے اسے ہر ہر طرح سے الٹ پلٹ کر دیکھا تھا..... اور اس کی خصوصیات ذہن نہیں کرنے کی کوشش کی تھی..... وہ بہت خاموشی سے باہر آپا تھا اور جب وہ ساحل پر پہنچ گیا تو اسے ان فوجیوں پر بے حد غصہ آیا جن کی غفلت اسے یہاں تک کسی مزاحمت کے بغیر لائی تھی۔

وہ بہ آہنگی پانی میں اتر گیا۔ لیکن جیسے ہی اس کا سر پانی میں پہنچا خلاف موقع توقع اسے اپنے چاروں طرف روشنی نظر آنے لگی۔ اتنی تیز روشنی کہ وہ پانی میں رہ کر تعین بھی کر سکتا تھا۔

پھر اچاک اس نے کسی کی آواز سنی اور اسے اس ہیڈ فون کا خیال آگیا جو غوطہ خوری کے لباس کے استر میں سلا ہوا تھا۔ آواز اسی ہیڈ فون سے آرہی تھی لیکن بولنے والا ایسی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا جو عمران کے لئے ناقابل فہم تھی۔ ویسے اس نے سب سے پہلے "مادام تھریسا۔ مادام تھریسا۔" کی تحریر سنی تھی۔

اس نے سوچا کہیں یہ لباس ہی کسی قسم کی پیغام رسانی کا باعث نہ بنا ہو جس طرح پانی میں اترتے ہی اس کے ایک حصے سے روشنی پھونٹے گی تھی اسی طرح کہیں اس نے اس کے پانی میں اترنے کی اطلاع بھی کسی کو نہ دی ہو۔ یہ لباس تھریسا سے تعلق رکھتا تھا اور عمران نے محسوس کیا تھا کہ کسی نامعلوم جگہ سے اس بولنے والے نے اسی انداز میں بار بار تھریسا کا نام لیا تھا جیسے وہ اسے مخاطب کرنا چاہتا ہو۔

عمران نے فیصلہ کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی اس نے سوچا کہ اب یہاں تھہرنا گویا دیدہ دانتے موت کو دعوت دینا ہو گا وہ بڑی تیزی سے پانی کی سطح پر امبارا۔ جب تک اس کا سر پانی میں ڈوبا رہا تھا آوازیں برابر آتی رہیں تھیں لیکن اوپر سر ابھارتے ہی اس کے گرد پھیلی ہوئی روشنی بھی عاجم ہو گئی اور آوازوں کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ وہ آہستہ پانی کا تباہ ہوا کنارے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مگر اچاک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کی ناٹکیں پکڑ کر اسے نیچے کھینچ لیا ہو۔ عمران بے نیتی سے ہاتھ پیر ہلاتا ہوا تھہ نہیں ہوتا رہا۔ دفعتاً اس کے کافنوں سے پھر کسی غیر مانوس زبان کے الفاظ مکرانے لگے۔ اس نے سوچا کہ یہ یقیناً کوئی آدمی ہی ہے جو اس کی ناٹکیں پکڑے ہوئے تھے میں کھینچ لئے جا رہا ہے۔

دفعتاً عمران نسوانی آواز میں ہنسا۔ اس نے تھریسا بمبیل بی آف بوہیما کی ہنسی کی نقل اتنا نے کی کوشش کی تھی۔ اچاک اس کی ناٹکیں چھوڑ دی گئیں۔ عمران قلا بازی کھا کر اس آدمی کے سامنے آگیا جس نے اس کی ناٹکیں پکڑ کر کھینچ لیں۔ وہ برابر اسی طرح بھی جارہا تھا۔ اور اس کے کافنوں میں "مادام... مادام" کے ساتھ ہی دوسرے الفاظ بھی گوئختے رہے۔ غالباً وہ آدمی اپنی اس گستاخی پر اظہار تاسف کر رہا تھا۔

عمران نے پستول نکالا.... اور دوسرے ہی لمحے میں اس کی ہاتھ سے سرخ لمبیں نکل کر اس آدمی کے ہیولا سے نکرائیں.... پھر نہ معلوم ہوا کہ وہ ہیولا کس طرح یک بیک ہزاروں نکلڑوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

اب عمران دوبارہ اوپر اٹھ رہا تھا.... اگر اس سے ذرا سی بھی غلطی ہوتی تو شائد اسی کے نکلڑے اس وقت تہہ سے سطح کی طرف ابھر رہے ہوتے۔

اب اُسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ لباس بجائے خود خبر رسائی کا ذریعہ ہے.... اور ہو سکتا ہے کہ ہر لباس کی نوعیت ہی الگ ہو اور وہ مخصوص نوعیت ہی لباس استعمال کرنے والے کی شخصیت کا اعلان کر دیتی ہے.... مثلاً یہ لباس چونکہ قحریبیا کے استعمال میں رہتا تھا اس لئے جیسے ہی یہ پانی میں پہنچتا تھا بعض نامعلوم آدمیوں کو کسی ذریعے سے علم ہو جاتا تھا کہ قحریبیا بدل بی پانی میں اتری ہے۔

عمران سطح پر ابھر اور کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس بارہ بے آسانی کنارے تک پہنچ گیا۔ لیکن اسے خدشہ تھا کہ اس کا علم ان لوگوں کو یقینی طور پر ہو گیا ہوا گاجن سے اس آدمی کا تعلق تھا۔ عمران نرکل کی جھاڑیوں میں آچھا۔ اس کی نظریں پانی کی سطح پر تھیں۔ مگر میں منت تک منتظر رہنے کے باوجود بھی کوئی نیا واقعہ سامنے نہ آسکا۔



کچھ دیر بعد وہ اور ڈاکٹر بنگلے کے ایک کمرے میں.... ایک بڑی میز کے قریب کھڑے اُن گلڑوں کو دیکھ رہے تھے جو سمندر کی لمبیں نے کنارے لا پھینکتے تھے.... ان کی رنگت سیاہ تھی لیکن یہ گوشت کے لو تھڑے ہی معلوم ہو رہے تھے۔

”تم....!“ ڈاکٹر داور عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کچھ کہتے کہتے رک گئے۔ ”کیا میں نے غلطی کی تھی؟“ عمران نے بوکھلا کر احتمانہ انداز میں پوچھا اور ڈاکٹر کے ہونٹوں پر خفیہ سی مکراہٹ نظر آئی۔

”میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہیں اولاد آدم کے کس طبقے کے ساتھ رکھوں....!“ انہوں نے کہا۔ ”اس طبقے کے ساتھ جس کا عدم اور وجود دونوں برابر ہیں۔“

”نہیں.... تم جیسا آدمی آج تک میری نظریوں سے نہیں گذرادا....!“

”میں غلط نہیں کہہ رہا تھا.... پہلے آپ کی نظریوں سے نہیں گزر رہا تھا.... اب گذرا ہوں.... اور ہو سکتا ہے تھوڑی دیر بعد آپ مجھے پیچا نہیں ہی سے انکار کر دیں!“

ٹھیک اسی وقت شی کرے میں داخل ہوئی اور ڈاکٹر نے جلدی سے آئیں کلا تھہ کا ایک نکلا اُن گلڑوں پر ڈال دیا جو ساحل سے لائے گئے تھے۔

”لیا... وہ زندہ ہے.... خدا کی قسم.... اس کی آواز تھی۔“ شی ہائپی ہوئی بولی۔

”میا کہہ رہی ہو.... کس کی آواز تھی....!“ ڈاکٹر داور نے پر سکون لجھ میں پوچھا۔

”سنہری لڑکی.... کی.... خدا کی قسم لیا.... اُس نے ابھی ابھی مجھ سے فون پر گفتگو کی تھی۔“

”اب تم سو جاؤ....!“ ڈاکٹر داور نے مخفی سانس لے کر کہا۔ ”تم اس لڑکی سے بے حد تباہ ہوئی ہو.... مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہارے ذہن پر اس کا بُراؤ اثر نہ پڑے۔“

”لیا... یقین کیجئے....!“

عمران احتمانہ انداز میں پس پڑا اور شی اسے کھا جانے والی نظریوں سے گھورنے لگی پھر اس نے شائد کوئی حلی کی بات کہنے کے لئے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ عمران بوکھلا کر بولا۔ ”ہاں.... دوزندہ ہے....؟“

”کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں....!“ شی دانت پیس کر ہٹریائی انداز میں چھپی۔

”بے بی.... بے بی۔“ ڈاکٹر داور اس کے بٹانے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

”لیا.... یہ آدمی مجھے خواہ مخواہ غصہ دلایا کرتا ہے۔“

”بے بی.... یہ میرا بیٹا ہے.... اس لئے اس کی توپیں نہ کرو.... کیا تم اٹھی جن بیورو کے ڈاکٹر یکٹر جزل مسٹر رحمان سے واقف ہو۔“

”ہاں میں جانتی ہوں۔“ شی کا لہجہ اب بھی ناخوشگوار تھا۔ ”وہ آپ کے دوست ہیں۔“

”یہ رحمان کا لڑکا علی عمران ہے.... ممکن ہے تم نے اس کے تذکرے بھی سنے ہوں۔“

”جی ہاں نے ہیں.... یہ شیا آپا کے بھائی ہیں نا....!“ اُس نے بُر اسامنہ بنا کر کہا۔

”اُرے.... خدا غارت کرے....!“ عمران بوکھلا کر بڑا لیا۔

”میں نے شیا سے ہی ان کے تذکرے سنے ہیں۔“ شی بُرے لجھ میں کہہ رہی تھی۔ ”گھری مگر ان سے کون خوش ہے....!“

ڈاکٹر داور جیسے مشغول آدمی بھی اطمینان سے ایک کرسی پر دراز ہو گئے تھے۔ ان کامنہ حرست سے کھلا ہوا تھا اور آنکھیں نیم واچیس۔ شمی بھی کبھی کبھی خوفزدہ نظر آنے لگی اور کبھی اس کی آنکھیں چمکنے لگتیں۔ دفعتا عمران نے ڈاکٹر داور کو مخاطب کیا۔ ”آپ کو یاد ہے یا نہیں کہ تمہے خانے میں آپ اپنے پیروں کے نیچے کتے کے پلے کی آوازن کراچل پڑے تھے۔“

”ہاں بھی....!“ ڈاکٹر داور چونک کر بولے۔ ”وہ کیا تھا؟ مجھے ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے پیروں کے نیچے کوئی کتے کا پلا اتفاقاً قابض کر چیز اٹھا ہو!“

”وہ تھریسا تھی۔“

”مگر یہ کیسے ممکن ہے اودہ تو کافی دور تھی۔“

”یہ بھی ایک آرٹ ہے ڈاکٹر....!“

”انکل نہیں کہہ سکتے۔“ شمی بول پڑی۔ ”میں بھی تو تمہارے ڈیڈی کو انکل کہتی ہوں....! ڈاکٹر....ڈاکٹر....کتنا بُر لگتا ہے!“

”نہیں....!“ عمران مختلطی سائنس لے کر بولا۔ ”میں اپنے ڈیڈی کو بھی ڈیڈی نہیں کہتا کیونکہ ۱۹۵۵ء سے کسی دوسرے ڈیڈی کی تلاش میں ہوں گمرا بھی تک نہیں مل سکا۔“

”یہ کیا بکواس شروع کر دی تم لوگوں نے....ہاں عمران پھر کیا ہوا....!“

”ہاں....ڈاکٹر....پھر جب ہم تھریسا کو ساتھ لے کر شگرال سے واپس آ رہے تھے وہ اپنے اسی آرٹ کے مظاہرے کی دھمکی دے کر نکل گئی تھی....ہم دشوار گزار راستوں سے گذر رہے تھے۔ آپ خود سوچیں اگر وہی کتے کا پلا خچروں اور ٹیٹھوں کے پیروں کے نیچے دب کر بھی چیخنا شروع کر دیتا تو ہم کہاں ہوتے! بزراؤں فٹ کی بلندی سے نیچے گرنے کے بعد ناشتہ بھی تونہ کر سکتے....کیونکہ خود ہمارا ہی جلوہ بن جاتا....اس طرح وہ نکل جانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر وہ دنیا کی شاطر ترین عورت ہے....اب اسی وقت وہ اپنے دوسرے آرٹ جس دم کا مظاہرہ کر کے نکل گئی....مگر آپ یقین کیجئے کہ میں بھی دھوکا کھا گیا تھا۔“

”آپ ویسے بھی مجھے کوئی عقائد آدمی نہیں معلوم ہوتے....!“ شمی جل کر بولی۔

”نہ معلوم ہوتا ہوں گا!“ عمران نے دردناک لمحہ میں کہا۔ ”ویسے کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ثیریا کب سے جان پہچان ہے۔“

”شیریا کون ہے....!“ ڈاکٹر داور نے پوچھا۔

”ان کی بہن....!“

”اوہ.... عمران.... میری زندگی ایسی ہے کہ میں کسی سے بھی واقعہ نہیں ہوں۔ حتیٰ کہ اپنے جگری دوستوں کے پھوٹنک سے شناسائی نہیں رکھتا۔ اب یہ شمی آتی جاتی رہتی ہے تمہارے بیہاں.... اور اکثر سنائے ہے تمہارے گھر کی لڑکیاں بھی بیہاں آتی ہیں۔“

”بل ایسی ہی زندگی میری بھی ہے.... دو سال بعد.... ابھی پچھلے دنوں دو بارہ گھر گیا تھا۔“ عمران نے خوش ہو کر کہا۔ ”مجھے ایسی زندگی بہت پسند ہے! ارے ماں باپ تو ہبھیرے مل جائیں گے لیکن گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔“

”دیکھا آپ نے.... یہ ایسے آدمی ہیں....!“ شمی طنزیہ لمحہ میں بولی۔

”غیر.... بھی اب تم لوگ لذومت.... میں ویسے ہی بہت پریشان ہوں۔“ ڈاکٹر داور نے کہا پھر عمران سے بولے۔ ”ہاں تم نے ابھی کیا کہا تھا کہ وہ زندہ ہے۔“

اور میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ کیونکہ میں نے آپ دونوں کی موجودگی ہی میں اس سے گفتگو کی تھی اسی وقت جب میں نہیں رہا تھا اور آپ مجھے اس طرح گھوڑے ہے تھے جیسے میرا دماغ خراب ہو گیا ہو اور پھر اسکے بعد میرے ایک ساتھی نے اس کی زندگی کی تصدیق بھی کر دی تھی۔ کیونکہ وہ اس کاڑی ہی میں موجود تھا جس میں اس کی لاش ہپتال لی جائی گئی تھی۔ جب لاش کا اسٹرپر اخیال جانے لگا تو اس سہری لڑکی کو ایک روپیلی سی چھینک آگئی بس پھر کیا تھا۔ ہپتال کی کپڑا زندویریان ہو گئی اور وہ“ عمران اپنی دو انگلیوں کو اس طرح خلاء میں حرکت دیئے لگا جیسے ان انگلیوں سے تھریسا کے چلنے کی نقل اتنا رہا ہو۔“

”مگر یہ ہوا کیسے! اس کی لاش تک اکٹوگئی تھی۔“ ڈاکٹر داور نے حرست سے کہا۔ ”ارے وہ تھریسا بھل بی آف بو ہیمیا ہے۔“ عمران ایک مختلطی سائنس لے کر بولا ”اور پھر اس نے اس کے کمی تذکرے چھینڈ دیئے۔ فی الحال دراصل اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے اس لئے وہ وقت کا شئے کے لئے شگرال کے قصے لے بیٹھا کہ کس طرح وہ تھریسا اور الفانی کے چکر میں پڑنے کے بعد شگرال تک جا پہنچا تھا.... لیا یہ واقعات اتنے دلچسپ تھے

”بہت دنوں سے....!“

”ٹھیک ہے....!“ عمران سر ہلا کر رہ گیا۔

”کیوں کیا بات ہے....!“ ڈاکٹر داور نے چونک کر پوچھا۔

”شیاں خاندان میں ایک ایسی لڑکی ہے جس سے شیطان تو خیر معمولی چیز ہے عمران بھی پناہ مانگتا ہے۔“ عمران نے کافی سعادت مندانہ لمحے میں کہا۔

”خیر.... خیر.... تو وہ بھی تمہاری ہی بہن ہے....!“ ڈاکٹر ہنسنے لگے۔

عمران کچھ نہ بولا۔ اُس کے ہونٹ ہل رہے تھے اور آنکھیں فرش پر تھیں۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی کم سخن مگر غصہ ور لڑکی تمہائی میں بڑدا کر اپنے دل کا بخار نکال رہی ہو۔

”مگر ڈاکٹر۔“ اُس نے کچھ دیر بعد سر اٹھا کر کہا۔ ”مجھے آپ کے رویے پر حیرت ہے آپ کا اتنا زبردست نقصان ہوا ہے یعنی آپ کے ایک نہیں بلکہ کئی راز دوسروں تک پہنچ گئے ہوں گے لیکن.... میں آپ کے چہرے پر پریشانی کے آثار نہیں دیکھ دیں و قتنی طور پر میں آپ کے چہرے پر کرب کی علامتیں ضرور پاتا ہوں لیکن کچھ دیر بعد آپ اس طرح معمول پر آجاتے ہیں جیسے کوئی بات ہی نہ ہو....!“

”ہوں....!“ ڈاکٹر داور مسکرائے اور اُن کی یہ مسکراہٹ بے جان بھی نہیں تھی وہ چند لمحے عمران کی آنکھوں میں دیکھتے رہے پھر بولے۔ ”مجھے ان چیزوں کی پرواہ کم ہوتی ہے.... ابھی ایسے ہی ہزارہا دھورے پلان میرے ذہن میں موجود ہیں اس لئے ایک آدھ کے ضائع ہو جانے سے میری فکری صلاحیتوں پر کیا اثر پڑ سکتا ہے.... میرے لئے یہی خوشی کیا کم ہے کہ میں اپنے ذہن کی عظیم بلندیوں سے ان چیزوں پر حقارت کی نظریں ڈالتا ہوں۔ تم ان جلوں پر مجھے مغفرہ سمجھو گے مگر میں اسے غرور نہیں سمجھتا۔ وہی کہتا ہوں جو دوسروے میرے لئے کہتے ہیں۔ میں نے دنیا کو بہت کچھ دیا ہے عمران....!“

اچانک فون کی گھنٹی بجی اور عمران اٹھ گیا۔

دوسری طرف سے بولنے والا بیک زیر و تھا۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ”کوئی نہیں روڈ والی عمارت جس میں ہف ڈریک رہتا تھا شغلوں میں گھری ہوئی ہے.... فائر بر گیڈا بھی تک آگ پر قابو نہیں پاسکا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ اُس عمارت سے

کوئی بھی باہر نہیں نکلا۔ فائر بر گیڈا سے کچھ آدمی اندر اسی لئے گئے تھے کہ لوگوں کو باہر نکالیں لیکن انہیں ایک تنفس بھی نہ مل سکا۔“

”ہف ڈریک وہاں موجود ہے۔“

”نہیں کوئی بھی نہیں.... اُس کی تلاش جاری ہے۔ جہاں جہاں بھی اُس کے ملنے کے امکانات ہو سکتے تھے کو شش کی گئی لیکن ابھی تک تو کوئی سراغ نہیں مل سکا۔“

”اُسے تلاش کرنے کی کو شش کرو.... اُس کے دوسرے آدمیوں پر تو تم لوگوں کی نظریں تھیں ہی.... لہذا اُن میں سے جو بھی جس وقت اور جہاں جس حال میں ملے اُسے گھیر دا اور ہیڈ کوارٹر پہنچا دو۔“

”بہت بہتر جتاب!“ بیک زیر نے کہا اور عمران نے سلسلہ مقطوع کر دیا۔ ریسیور رکھ کر وہ شی کی طرف مڑا۔

”ہاں آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اُس نے فون پر آپ سے کیا کہا تھا۔“

”کچھ نہیں.... بس وہ مجھ سے معافی مانگ رہی تھی۔ کہہ رہی تھی کہ اب تو تمہیں حالات کا علم ہی ہو چکا ہو گا.... مگر یہ حقیقت ہے کہ مجھے تم سے بے پناہ محبت ہو گئی ہے.... میں نہیں چاہتی کہ تمہارے دل میں میری طرف سے کسی قسم کی کدورت رہ جائے.... میں تمہیں یا تمہارے بیا کو کسی قسم کا نقصان پہنچائے بغیر وہ چیز نکال لے جائی جو مجھے درکار تھی.... اوہ.... بیا.... وہ کیا چیز تھی!“ وہ خاموش ہو کر ڈاکٹر کی طرف جواب طلب نظرؤں سے دیکھنے لگی۔

”کچھ بھی نہیں!“ ڈاکٹر نے آنکھیں بند کئے ہوئے جواب دیا۔ ”تم اُن بھنوں میں نہ پڑو! جاؤ اب سوچاؤ۔“

”اچھا میں نہیں پوچھوں گی پاپا.... مگر میں اس وقت آپ سے قریب رہنا چاہتی ہوں۔“

ڈاکٹر کچھ نہ بولے۔



یہ کچھ اُس شہر کی بات نہیں تھی بلکہ اُن واقعات سے سارے ملک میں بے چینی پھیل گئی۔ لیکن اُس کا علم کسی کو بھی نہیں تھا کہ ڈاکٹر داور کی تجویز گاہ میں وہ حالات کیوں رومنا ہوئے

بھی عمران کے متعلق کچھ نہیں بتا سکے تھے۔  
آج تو وہ دن بھر بندگے میں یا تو ٹھیٹے رہے تھے یا شی کے ساتھ کبھی تاش کھیلتے اور کبھی لوزو....  
انہیں اس کا بڑا قلق تھا کہ ان کے سکریٹری شارلی نے ان کے ساتھ بہت بڑا فراڈ کیا تھا.... اس  
رات سے جب وہ حیرت انگیز واقعات روئنا ہوئے اب تک شارلی کی خلک نہیں دکھائی دی تھی۔  
شام ہوتے ہوتے ان کے چہرے پر اتنی زیادہ پیزاری اور آنکھیں نظر آئے گی کہ شی کو  
استفادہ کرنا ہی پڑا۔

”ہاں.... بے بی....!“ انہوں نے صرف اتنا ہی کہا۔ ”میں آج کل ایک بہت بڑی ابھن  
میں بتا ہوں۔“

”مجھے بھی بتائیے....!“

”میاپتاوں.... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں! کاش میں صرف ایک لکڑہارا ہوتا۔“

”آج آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں پیلا....!“

”میں خود بھی سمجھتا ہوں کہ یہ بے کلی باتیں ہیں! مگر آدمی اتنا مجبور ہے اور کبھی ان بلندیوں  
پر جا پہنچتا ہے جہاں فرشتوں کی بھی سانس رکنے لگے اور کبھی ایسی پستی میں گرتا ہے جہاں خود اسے  
اپنے وجود سے انکار کر دینا پڑتا ہے۔ یعنی وہ خود کو پیچاں ہی نہیں سکتا۔“

”میں اب بھی نہیں سمجھ پیلا....!“

”خود میری سمجھ میں بھی نہیں آتا کہ بلندیوں پر ہوں یا پستیوں میں! اُف فوہ.... بے بی!“

”آدمی لکتا پیسا ہے.... اور کس طرح اُس کی پیاس بڑھتی رہتی ہے.... اور کس طرح وہ  
خواج میں اپنے لئے تکسین اور آسودگی ملاش کرتا ہے.... مگر کیا کبھی اُسے تکسین نصیب ہوتی  
ہے.... کبھی آسودگی ملتی ہے.... مگر وہ بالکل کسی سمندر ہی کی موجود در موج آگے بڑھتا چلا جاتا  
ہے۔ کبھی پیٹاںوں کو کھاتا ہے اور کبھی پہاڑوں میں رخنے کر کے ان کے پرچے اڑادیتا ہے۔ اپنی بے  
چینی کی وجہ وہ خود ہے اور اپنی تکسین کا سامان بھی اپنے ہی دامن میں رکھتا ہے.... مگر وہ دوسروں  
کا یہاں تو بھاج دیتا ہے خود اپنی پیاس بھجانے کا سلیقہ نہیں رکھتا۔.... تم اُسے پیاس سمندر کہہ سکتی ہو  
سے بیلی.... جو پانی ہی پانی رکھنے کے باوجود بھی ازل سے پیاسا ہے.... اور اس وقت تک پیاسا ہی  
رہے گا جب تک کہ اُسے اپنا عرفان نہ ہو جائے لیکن ابھی اس میں ہزار ہا سال لگیں گے.... ابھی

تھے۔ یعنی ڈاکٹر داور کی وہ خطرناک دریافت اب بھی پر دہ راز میں تھی۔ دیے یہ اور بات ہے کہ  
نیلے سیارے اور چکدار لکیروں کا تذکرہ کئی ممالک کے اخبارات نے کیا ہو.... لیکن ان ممالک  
نے بھی کسی نیلے سیارے کے وجود پر حیرت ظاہر کی تھی جو ان دونوں مصنوعی سیاروں کی ووڑ میں  
ایک دوسرے پر سبقت لے جاتا چاہتے تھے۔ وہ زمانہ بھی عجیب تھا مصنوعی سیاروں کا مسئلہ کو تر  
باڑی کی طرح ”سیارہ باڑی“ کی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔ مگر یہ امن پسند دنیا کے لئے بڑا اچھا  
ٹکون تھا کیونکہ میں الاقوامی غنڈے اب ایک دوسرے کو جنگ کی دھمکیاں دینے کی بجائے  
مصنوعی سیاروں کے میدان میں قوت آزمائی کر رہے تھے۔ لیکن ان میں سے ابھی تک کوئی بھی  
چیل بول جانے پر آمادہ نظر نہیں آتا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو مخاطب کرتے اور کہتے دیکھو.... یہ  
رہا ہمارا سیارہ.... یہ اتنا ذرا نی ہے اور زمین سے اتنے فاصلے پر گردش کر رہا ہے.... اگر کوئی اس سے  
بڑا اور اس سے زیادہ فاصلے پر گردش کرنے والا سیارہ فضائیں پھینک سکو تو خیر ورنہ اب اسے تعلیم  
کرلو کہ ہم تم سے بڑی طاقت ہیں۔ حریف سیر پر سوا سیر لگادیتا اور پھر وہی کھینچ تاں شروع  
ہو جاتی.... بہر حال ابھی تک کسی نے بھی نکلت تعلیم نہیں کی تھی۔

اچانک ایک دن ایک ملک کا سیارہ فضائیں نکلوے نکلوے ہو کر بکھر گیا اور اس پر طرح طرح  
کی قیاس آرائیاں ہونے لگیں.... لیکن جانی پہچانی دنیا میں صرف دو آدمی اس راز سے واقف  
تھے.... عمران اور ڈاکٹر داور.... وہ سیارہ ٹھیک اسی جگہ پھٹا تھا جہاں ان دونوں نے نیلے سیارے  
کو چکدار لکیروں کا جاہ بناتے دیکھا تھا۔ ڈاکٹر داور کی تجربہ گاہ اور بندگے کے گرداب بھی فوج کا بہرہ  
قام تھا۔ لیکن اس رات سے جب تھریسا فرار ہوئی تھی اب تک کوئی نیا واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔  
ڈاکٹر داور بھی عموماً خاموش نظر آتے اور ان کا زیادہ ت وقت بندگے میں گذرتا۔ شی کو بھی اس پر بڑی  
حیرت تھی۔ اکثر تو وہ اس سے کہتے ”بے بی.... ذراللہو تو کالا وزار دیر کھلیں گے۔“

اور پھر وہ حق بچھا اس کے ساتھ بالکل بچھو ہی کے سے انداز میں لوزو کھینچا شروع کر دیتے۔  
شی کے لئے ان کا آج کل کارویہ حیرت انگیز تھا۔ اس سے پہلے وہ اپنی ذہنی سطح سے اس حد تک  
کبھی نیچے نہیں آئے تھے۔ آج کل انہیں ہر وقت عمران کی ملاش بھی رہتی تھی۔ مقدمہ اس کے  
علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا تھا کہ پہنچنے میں وقت گذار دیا جائے۔ مگر عمران تو ان دونوں سرے  
سے غائب ہی ہو گیا تھا۔ اس کے لئے انہوں نے کئی بار رحمان صاحب کو بھی فون کیا تھا لیکن ”

”ہاں.... ہاں.... میں ابھی دور بین سے دیکھ کر آ رہا ہوں وہ اُسی گلے میں جہاں ہم نے چکدار لیکروں کا جال دیکھا تھا۔ وہ دائرے کی شکل میں متواتر گردش کر رہے ہیں۔“

”اوہ....!“ وہ بڑی تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

عمران چند لمحے کھڑا احتمانہ انداز میں مسکرا تاہل پھر بیٹھتا ہوا بولा۔ ”بڑی اونچی اونچی باتیں کر رہے تھے مگر تم نے دیکھا کہ کس طرح بچوں ہی کی طرح دوڑتے ہوئے گئے ہیں.... ہرے ال پلے نیلے سیارے دیکھنے کے لئے۔“

”خاموش رہئے!“ شی بگر گئی۔ ”آپ گدھے ہیں۔“

”مجھے غصہ نہیں آئے گا میرے ڈیڈی نے تو اکثر مجھے غصے میں گدھے کاچھ تک کہہ دیا ہے۔ مگر میں نے کبھی برا نہیں مانا۔ ویسے اسے اچھی طرح سمجھ لو کہ آدمیت کی معراج صرف حماقت ہے.... میں یہ بھی تسلیم کر سکتا ہوں کہ آدمی کو ابھی اپنا عرفان نہیں ہوا، جس دن بھی ہوا احق ہو جائے گا اور یہی اسکی معراج کہلاتے گی۔ آدمی اذل ہی سے احتق رہا ہے اور اذل تک انشاء اللہ احتمت ہی رہے گا۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ اسے اپنا عرفان نہ ہو سکے۔ احسان نہ ہو سکے کہ وہ احتق ہے۔ اسے اچھی روکی زیادہ سے زیادہ احتق بننے کی کوشش کرو، چاند خود ہی بوکھلا کر تمہاری چھپت پر اتر آئے گا۔

”تمہیں وہ کہانی تو یاد ہی ہو گی کہ ایک بار ہمارے آبادِ اجداد تالاب میں چاند تک اُنکس دیکھ کر اس تک پہنچنے کے لئے ایک دوسرے کی دم پکڑ کر کسی درخت کے نیچے لٹکتے چلے گئے تھے اور کس طرح یک بیک اوپر والے بزرگ کے ہاتھوں سے درخت کی شاخ چھوٹ گئی تھی.... اور وہ سارے برگزیدہ حضرات ایک دوسرے کی دم پکڑے ہوئے چاند تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے.... وہیں سے آدمیت کی معراج کی راہ شروع ہوئی تھی اور آج تمہارے پیاسا پر ختم ہو گئی.... ہلا....!“

”شی نے میز سے پیپر دیت اٹھا کر عمران پر کھینچ بارا۔

”گھٹ...!“ عمران خود کو بچا کر اٹھتا ہوا بولा۔ ”مجھے اتنی ہی دیر یہاں رکنا تھا.... نانا....!“

پھر وہ بھی باہر نکل گیا۔



ڈاکٹر داور کے قدم تیزی سے تجربہ گاہ کی طرف اٹھ رہے تھے.... اندر ہر اچھی طرح پھیل

تو وہ بچوں کی طرح گھٹھوں چل رہا ہے.... ابھی تو وہ چاند میں جانے کی باتیں کر رہا ہے۔ اُس کی ذہنیت اور سوچ بوجھ اُس بچے سے زیادہ نہیں ہے جو ماں کی گود میں چاند کے لئے ہمکتا ہے....“

مصنوعی سیارے ادا کرای طرح خوش ہوتا ہے جیسے بچے صابوں کے بلیے ادا کر مسرو ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے شرط بدلتے ہیں کہ دیکھیں کس کا بلبادیر یعنی فنا نہیں ہوتا اور پھر اس طرح شیخیاں بھارتے ہیں جیسے انہوں نے کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہو۔ گرے بی بی.... چاند کا نظر آدمیت کی معراج نہیں ہے.... چاند کی باتیں تو ایسی ہی ہیں جیسے کوئی اپنے اصل کام سے آٹا جائے اور بیٹھ کر گھٹٹانا شروع کر دے....!“

وہ خاموش ہو گئے اور شی انبیاء پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اُس نے ایسی باتیں ان کی زبان سے پہلی ہی بار سنیں ہوں۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر داور نے آہستہ سے کہا۔ ”جانتی ہو آدمیت کی معراج کیا ہے.... آدمی کی معراج یہ ہے کہ آدمی خود اپنے ہی سائل حل کر لے.... اگر اُس نے مصنوعی سیارہ فضا میں پہنچنے کی بجائے سرطان کا کامیاب علاج دریافت کر لیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اب اس کے قدم اس راہ کی طرف اٹھ گئے ہیں جس کی انتہا اس کی معراج پر ہو گی۔ اگر اس نے چاند تک پہنچنے کی ایک سمجھتا کہ اب یہ سمندر پیاسا نہیں رہے گا بلکہ خود کو بھی سیراب کرنے کی صلاحیت اس میں بیدا ہو چکی ہے.... ہزار ہا سال چاہیں.... اس کے لئے شی ہزار ہا سال....!“

”لیا بچوں کی سی باتیں کر رہے ہیں آپ....!“

وہ دونوں ہی عمران کی آواز سن کر چونک پڑے.... وہ دروازے میں اس طرح ہر اسامنہ بنائے کھڑا ہوا تھا جیسے کسی علّمند آدمی کی زبان سے کچھ احتمانہ باتیں سنی ہوں۔

”کیا مطلب!“ ڈاکٹر داور جھلا کر کھڑے ہو گئے۔ انہیں شاکن اس کی یہ بے تکنی دخل اندازی گراں گزرا تھی۔

”م.... مطلب یہ کہ آپ یہاں بیٹھے ہیں اور وہاں آپ کی تجربہ گاہ پر سات مختلف رنگوں کے متعدد سیارے منڈلارہے ہیں۔“

”نہیں....!“ ڈاکٹر داور کے لہجے میں حیرت تھی۔

ڈاکٹر اور صرف دانت پیش کر رہے گے۔  
ویکھئے ڈاکٹر.... آپ اس صدی کے بہت بڑے سائنسدانوں میں سے ہیں! ”شارلی نے  
ہے۔ ”لیکن آپ کاملک آپ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا کیونکہ وہ دولت مند نہیں ہے۔ آپ  
کے ذہن میں جتنی بھی اسکیمیں ہیں انتہائی شاندار ہیں! دنیا کو ان سے کوئی فائدہ پہنچانا چاہئے یہ  
آپ پر دیا کا حق ہے.... لیکن آپ اگر صحیح اور قدر دان ہاتھوں میں نہ پہنچے تو دنیا آپ کی تخلیقی  
صلاحیتوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے گی۔ لہذا ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو بعد عزت و احترام  
اپنے ملک میں لے جائیں! مجھے یقین ہے کہ آپ جلد ہی ہماری حکومت کے شعبہ ترقی سائنس  
کے مشیر مقرر کر دیے جائیں گے۔“

”تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ تم مجھے میری سرضی کے خلاف کہیں نہ لے جاسکو گے۔“  
”میں اس کی جسارت بھی نہیں کروں گا جناب کہ آپ کو کسی بات پر مجبور کروں! میں اپنی  
اس آبدوز میں بھی آپ کو اپنا بابس ہی سمجھتا ہوں۔“

”شارلی اس کا تجھے اچھا نہیں ہو گا۔“

”باس...!“ شارلی بعد احترام میئے پر ہاتھ بالدھ کر بولا۔ ”دوہی صورتیں ہیں... یا تو آپ  
ہمارے ساتھ چلنے یا پھر آپ اس تخلیکے کار مادے کافار مولہ عنایت فرمائیے جسے مجھ سے بھی چھپا لیا۔“  
”کس ملک سے تعلق ہے تمہارا...؟“

”یہ میں اُس صورت میں بتا سکوں گا جب آپ ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک پر تبار  
ہو جائیں۔“

”یہ دونوں ہی انویں... اولیے تم لوگ اس مادے کی تھوڑی سی مقدار چرا لے جانے میں  
کامیاب ہو گئے ہو! اُس کا تجزیہ کرڈا لو... خود ہی فارمولہ بھی معلوم کرلو گے۔“

”ایسا نہیں ہو سکا... میرے ملک کے سائنسدانوں نے کوشش تو کی تھی۔“

”یہ بہت اچھا ہوا... میں نے بھی اپنا ذخیرہ ضائع کر دیا ہے۔ اب تمہیں ششے کے اُس  
خوض میں پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں ملے گا.... اور تم مجھ سے اس کافار مولہ پوچھ رہے ہو...؟  
”میرے ساتھ قبر ہی میں جائے گا دنیا کی کوئی طاقت مجھے اُس کافار مولہ تانے پر مجبور نہیں  
رسکے گی! احمد آدمی! وہ دنیا کا تباہ کرن ترین مادہ تھا! اس کی تخریب کاریاں ایٹم اور ہائیڈرودین بھوں

پکھا تو اور سندر کی طرف سے آنے والی ہوا معمول سے زیادہ بھاری معلوم ہو رہی تھی۔ اُن کے  
چاروں طرف سنائے کی حکمرانی تھی۔ فوجیوں کا پہرہ صرف ان عمارتوں کے گرد تھا جیسا کہ ڈاکٹر اور  
کی دانست میں اسکی ضرورت تھی۔ لیکن وہ راستہ تو قطعی ویران ہی تھا جس پر وہ چل رہے تھے۔  
دفعتہ انہوں نے کسی چیز سے ٹھوکر کھائی اور منہ کے بل زمین پر چلے آئے۔ پھر نہیں بھی  
نہیں پائے تھے کہ وہ تین آدمی اُن پر ٹوٹ پڑے ایک ہاتھ اُن کے منہ پر پڑا اور مضبوطی سے جا  
رہا.... پھر ان کا گلابی گھونٹا جانے لگا۔ وہ اس طرح بے قابو کر لئے گئے تھے کہ پہنچا بھی حال تھا۔  
آہستہ آہستہ ان کا ذرا ہن تاریکی میں ڈوبتا گیا اور وہ بیہو ش ہو گئے۔

اور پھر جب انہیں ہوش آیا تو وہ اندازہ نہ کر سکے کہ لکنی دیر بیہو ش رہے تھے۔ ویسے انہیں  
اندازہ کرنے کی مہلت ہی نہیں مل سکی تھی۔ کیونکہ ہوش آتے ہی اُن کی نظر سب سے پہلے اپنے  
سیکریٹری شارلی پر پڑی جوان پر جھکا ہوا تھا۔ وہ اٹھ بیٹھے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے  
لگے.... یہ ایک مثلث نما کمرہ تھا لیکن چاروں طرف سے بند.... صرف ایک جانب ایک چھوٹا سا  
دروازہ تھا.... چھت بھی معمولی کروں کی چھت سے پنجی تھی اور دیواروں پر سینٹ کا پلاسٹر نہیں  
تھا.... بلکہ وہ کسی روحات کی معلوم ہوتی تھیں۔ یا ممکن ہے لکڑی کی رہی ہوں.... اُن کے پاش کی  
وجہ سے ڈاکٹر اور صحیح اندازہ نہ لگا سکے۔ وہاں شارلی کے علاوہ چار آدمی اور بھی موجود تھے۔  
”مجھے تم سے ایسی توقع نہیں تھی!“ ڈاکٹر اور شارلی کو گھورتے ہوئے بولے۔

”مجھے بے حد افسوس ہے جناب کہ یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ ویسے حقیقت یہ ہے کہ میں کبھی  
اُپ کا وفادار نہیں رہا۔ میں تو اپنے ملک کے لئے کام کر رہا تھا لیکن مجھے اُپ سے بے حد محبت  
ہے اور یہ اگر حالات چیزیدہ نہ ہوتے تو نہ اُپ کو یہاں لا یا جاتا اور نہ میں ہی غائب ہوتا۔.... سب  
کام پہلے کی ہی طرح چلتے رہتے ہیں...“

”بے شرم ہو تم...!“ ڈاکٹر اور گرجے۔ ”تم اتنی دیدہ دلیری سے سب کچھ کہہ رہے ہو  
جیسے کوئی برائیک کام کیا ہو۔“

”یقیناً جناب!“ شارلی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”مجھے اپنے اس کارنالے پر فخر ہے کیونکہ اس  
طرح میں نے اپنے ملک کی ترقی میں حصہ لیا ہے۔ کیا میرے ہموطن اسے ایک اچھا اور قابل  
ستائش کام قرار نہ دیں گے۔“

کراہ نگلی اور وہ اچھل کر اپنے ایک ساتھی پر آپڑا... اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنی ٹھوڑی کپڑی  
ٹھنڈی ڈاکٹر داور بھی مزکر دروازے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ وہاں انہیں ایک آدمی نظر آیا جو سر  
سے پتھر مک غوطہ خوری کے لباس میں چھپا ہوا تھا۔ پھر انہوں نے اس کا چہرہ ظاہر ہوتے  
دیکھا۔ اُس نے لباس کا اوپری حصہ الٹ کر پشت پر ڈال لیا تھا۔

”عمران....!“ ڈاکٹر داور کی آواز میں پر اروں سر تین چیخ رہی تھیں۔

”آؤ تم بھی آؤ دوست....!“ ان میں سے ایک آدمی نے مسکرا کر کہا۔

”مجھے بہت دیر میں معلوم ہو سکا کہ سارے سفاد کی ہڑتام ہی ہو۔“

”ہاں مسٹر ہفتدریک....!“ عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ”مجھے توقع نہیں تھی کہ

بیہم تم سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ اچھا بھا تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔“

شارلی نے قہقہہ لگایا اور ہف ڈریک بھی ہنسنے لگا۔ پھر ہفتدریک بولا۔ ”ڈاکٹر کے ہاتھ میں

بھی تم رویالور دیکھی ہی رہے ہو گے.... لیکن ان سے پوچھو کر یہ کہتے بے بس ہیں۔“

”رویالور.... ہونہہ!“ عمران نے اسامنہ بناؤ کر بولا۔ ”ارے میں صرف طماںچے مار مار کر تم

کھوں کو ختم کر سکتا ہوں۔“

”پکڑ لو.... اے....!“ دفعتہ ہفتدریک غریباً اور ایک آدمی عمران کی طرف بڑھا۔

”بچھے ہو....!“ عمران نے ایک سیاہ کی چیز سامنے کر دی.... اور یہ سیاہ کی چیز بربر کے ایک

پاپ کا سرا تھا۔

”عمران کیا حاقتیں پھیلانی ہیں تم نے!“ ڈاکٹر داور بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ ”عقل سے

کام لو۔“

دفعتہ بر کے پاپ سے پانی کی دھار نگلی اور وہ اچھل کر بچھے بہت گیا۔ دھار پھر بند ہو گئی۔

”اوہ.... پکڑو....!“ ہفتدریک دانت پیس کر چینا۔

”وہ آدمی پھر جھپٹا.... پاپ سے دھار پھر نگلی.... مگر اس بار اس دھار کے اندر سرخ رنگ

کی بجلیاں سی کونڈ رہی تھیں جیسے ہی وہ آدمی کے جسم پر پڑی اس کے پر نچے اڑ کر سارے کمرے

میں بکھر گئے کچھ لو تھڑے ان لوگوں سے بھی گمراۓ تھے۔

دھار پھر بند ہو گئی.... اب کمرے کی فضا پر ایک ذرا اونی سی خاموشی مسلط ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر

سے بھی کئی گناہ زیادہ ہوں گی۔“

”تم خواہ جنواہ اپنا وقت بر باد کر رہے ہو۔“ دفعتہ ایک آدمی نے شارلی سے کہا۔ ”اگر تم اس پر  
تشدد نہیں کر سکتے تو یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم دیکھ لیں گے۔“

شارلی کچھ نہ بولا۔ وہ تشویش کن نظروں سے ڈاکٹر داور کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ڈاکٹر داور اپنی

جیسیں ہٹول رہے تھے۔ اچاک انہوں نے رویالور نکال لیا۔ ان دونوں دھر دوست جیب میں رویالور

ڈالے رہتے تھے۔ مگر انہیں حرمت تھی کہ آخر ان لوگوں نے وہ رویالور ان کی جیب میں ہی کیوں

پڑا رہنے دیا تھا۔

انہوں نے دیکھاہو لوگ تھیریا خوفزدہ ہونے کی بجائے مسکرا رہے تھے۔

”ڈاکٹر یہ تینوں عکھے آپ دیکھ رہے ہیں نا!“ شارلی نے چھت کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ ڈاکٹر  
داور نے دیکھا تین عکھے چھت سے لگے ہوئے تیزی سے گردش کر رہے تھے اور ان کی بناوٹ کیسیں  
فین ہی کی تھیں۔

”یہ بھی آپ ہی کی ایجاد تھی.... آپ جانتے ہی ہیں کہ جیسے ہی آپ فائز کریں گے ان  
تینوں سے تیز قسم کی روزشی پھوٹے گی اور رویالور سے لکھی ہوئی گولی موم سے بھی زیادہ نرم ہو کر  
ہم میں سے کسی کے جسم پر چپک جائے گی۔ اس لئے اپنی ایک گولی بھی ضائع نہ کیجئے۔“

ڈاکٹر داور نے ایک طویل سانس لی۔

”میں آپ کو صرف پندرہ منٹ کا وقت دے سکتا ہوں۔ آپ پھر غور کر لیجئے۔ اس کے بعد

میں یہاں سے چلا جاؤں گا.... کیونکہ مجھ سے آپ کی تکلیف دیکھی نہ جائے گی۔ یہ چاروں اذیت  
دینے میں ماہر ہیں۔“

ڈاکٹر داور نے اپنے ہونٹ مضبوطی سے بند کر لئے۔

پندرہ منٹ گزر گئے.... اور پھر شارلی بولا۔ ”میں آپ کا فیصلہ سننا پاہتا ہوں۔“

”میں تمہیں فارمولہ نہیں بتاؤں گا اور نہ تم مجھے اپنے ساتھ ہی لے جاسکو گے۔ ویسے ہو سکتا  
ہے کہ تم میری لاش تینیں کہیں پھینک جاؤ۔“

”میں جا رہا ہوں ڈاکٹر مجھے بے حد افسوس ہے۔“

شارلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن اس میں داخل ہوتے ہی اس کے حلق سے ہلکی سی

داور کو تو جیسے سکتہ سا ہو گیا تھا۔

"اب تم سب...!" عمران مسکرا کر بولا۔ "مجھے دنیا کا سب سے بڑا سائنسٹ تعلیم کرو! میری ریڈی میڈی کھوپڑی ہر وقت چالو رہتی ہے... اور میں چکلی بجاتے ایسی ایسی ایجادات پیش کرتا ہوں کہ... ہب... کیا تم لوگ اب بھی اپنے ہاتھ اوپر نہ اٹھاؤ گے۔"

ڈاکٹر داور کچھ ایسے از خود رفتہ ہو گئے تھے کہ ان لوگوں کے ساتھ ہی انہوں نے بھی اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

"شارلی... فرزند...!" عمران نے مسکرا کر کہا۔ "اب یہ خونگوار فرض بھی تم ہی انجام دو۔ اپنے تینوں ساتھیوں کے ہاتھ پیر باندھ دو... کیونکہ میں ان کا قیمہ بنا پسند نہیں کرتا۔ یہ تو صرف ایک منور دھکایا تھا۔"

"یہ لو... میں ڈور بھی اپنے ساتھ ہی لایا تھا۔" عمران نے بھی ڈور کا گولہ باسیں ہاتھ سے اس طرف اچھا دیا۔ "چلو... جلدی کرو... ورنہ مجھے تم لوگوں پر ذرا برا بر بھی رحم نہ آئے گا۔" شارلی نے جھک کر ڈور کا گولا اٹھایا تھا۔ ان چادری ہی کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے دہماں یوس ہو گئے ہیں۔

شارلی نے ان سے کچھ کہا۔ لیکن عمران اس کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ ان تینوں نے اس کا جواب بھی دیا تھا۔ لیکن جواب دیئے وقت ان کے چہرے اور زیادہ تاریک ہو گئے تھے۔ پھر عمران نے انہیں زمین پر لیٹھ دیکھا۔ شارلی کسی ایسی بیوہ کی طرح مغموم نظر آ رہا تھا جس کا الگوتانو جوان بیٹا مر گیا ہو... وہ کیے بعد دیگرے ان کی طرف مڑا۔ اس کا چہرہ بے حد بھیاک ہو گیا تھا۔ آنکھوں سے نفرت کا جواہا کھی پھوٹ رہا تھا۔ دفعتاً غر اکر بولا۔ "تم ہمیں زندہ نہیں لے جاسکو گے۔"

"لیا تمہیں علم ہے کہ تھریسیا کس طرح فراہ کر کے نکل گئی تھی۔" عمران نے پوچھا۔  
"میں جانتا ہوں۔"

"تو اب دوبارہ فراہ نہیں چل سکے گا۔ میں تمہاری لاشیں دفن کرائے چالیس دن تک تمہاری قبروں پر دھونی لگاؤں گا اور پھر دیکھوں کہ جس دم کس پڑیا کاتام ہے۔"

"ہم تجھے اپنے ملک پر قربان ہو رہے ہیں۔" شارلی بولا۔ "ہمیں ماڈام تھریسیا کی طرح یہ آرٹ نہیں آتا۔ یہ دیکھو... یہ زہر لی سوئی ان تینوں کا خاتمه کر چکی ہے اور اب میں بھی....!"

"تم ایسا نہیں کر سکو گے۔!"

"مجھے کون رو کے گا۔"

"میں...!" عمران سینے پر ہاتھ مار کر ساتھ ہی رہ کے پانچ سے پانچ کی دھار نکل کر شارلی کے چہرے پر پڑی۔ شاندیہ اس کے لئے غیر متوقع تھا اس لئے وہ بوکھلا کر آگے کی طرف جھک آیا۔ اس نے دونوں ہاتھ غیر ارادی طور پر اپنی آنکھوں پر رکھ لئے تھے ظاہر ہے کہ ایسا کرتے وقت سوئی اس کے ہاتھ سے گر گئی ہو گی...! اسی خیال کے تحت عمران نے دوسرے ہی لمحے میں اس پر چھلانگ لگادی۔ لیکن شارلی تو اس سے پہلے ہی نیچے گر چکا تھا۔... عمران کا جسم ایک بے جان جسم سے نکلایا۔... شارلی بھی ختم ہو چکا تھا۔  
ڈاکٹر داور بھی ان آدمیوں کے جسم مٹلتے بھر رہے تھے۔

"بڑا ہو کا گھلایا ڈاکٹر...!" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہ جس دم نہیں بلکہ حقیقتا زہر ہے... دیکھئے ان کے جسم نیلے پر گئے ہیں اسی لئے وہ بے چوں چ رہا ان تینوں کو باندھنے لگا تھا کہ اس طرح اسے ان تینوں کو ختم کرنے کا موقع مل جائے گا... اور پھر... اس نے بھی خود کشی کر لی... یہ لوگ نہیں بتانا چاہتے تھے کہ ان کا تعلق کس ملک سے تھا... اچھا ڈاکٹر اب فی الحال چپ چاپ یہاں سے ہٹک لجئے! سمندر بہت وسیع ہے... اور مجھے یقین ہے کہ سمندر ہی ان کی اس حرث انگیز ترقی کا واحد ذریعہ ہے...!"

ڈاکٹر داور بھی غوط خوری کے اُسی لباس میں تھے جس میں انہیں یہاں تک لایا گیا تھا۔ عمران نے بہت تیزی سے اپنا اور ان کا لباس درست کیا۔ پھر وہ اُس آبدوز کشی سے نکل کرپانی میں آگئے۔ یہ کشتی ساخت کے اعتبار سے عام کشیوں سے بہت مختلف تھی اور پانی کے اندر بھی اسکی کھڑکیاں کھوئی جا سکتی تھیں لیکن ایسا کرتے وقت پانی کا ایک قطرہ بھی اندر نہیں داخل ہو سکتا تھا۔ وقت عمران نے غوط خوری کے لباس میں لگے ہوئے ہیڈ فون سے تھریسیا کی آواز سنی، جو کہہ رہی تھی۔ "جاو! جاو!... تم سے خدا سمجھے... تم نے بڑا علم کیا ہے۔ میں نے تمہاری ایک ایک حرکت اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے... تمہاری وجہ سے ان آدمیوں کی قیمتی جانیں گی ہیں جو صحیح معنوں میں میرے ملک کا بہترین سرمایہ تھے۔ میں دل کے ہاتھوں مجرور ہوں... میں دل کے ہاتھوں مجرور ہوں... درست... تم اپنی چیزہ دستیوں کا نتیجہ دیکھتے۔ تم اپنی پانی میں ہو سطح پر

نہیں ابھرے میں چشم زدن میں تمہارا خاتمہ کر سکتی ہوں.... جاؤ.... اب میں چاہتی ہوں کہ پھر کبھی تم سے ملاقات نہ ہو.... جاؤ.... تمہاری شکل دیکھتے ہی میں بے لب ہو جاتی ہوں.... میرا ہاتھ تم پر نہیں اٹھتا.... اور میں سوچتی ہوں کہ میں کیتا ہوں.... مجھے ایک دن ان چاروں روحوں سے شرمندہ ہوتا پڑے گا.... جنہوں نے میرے دیکھتے ہی دیکھتے اپنے جسموں سے ترک تعلق کر لیا تھا.... جاؤ.... ابھرو.... خدا کے لئے جلدی سطح پر ابھرو.... کہیں میں اپنا فصلہ تبدیل نہ کردوں.... تم بولتے کیوں نہیں.... بولو....!

عمران خاموش رہا.... وہ پھر تھریسا کی باتوں میں نہیں آسکتا تھا۔ اس نے سوچا ممکن ہے یہ بھی اس کا کمر ہو سکتا ہے۔ بولتے ہی وہ اس جگہ سے واقف ہو جائے جہاں اس وقت یہ دونوں اپر پہنچنے کے لئے ہاتھ پر بارہ ہے تھے۔ ہو سکتا ہے وہ اسی لئے اس کو مخاطب کر رہی ہو پکھد دیر بعد وہ سطح پر ابھر آئے۔



ایک بار پھر بحری فوج کے غوطہ خور آس پاس کا سندھر چھانتے پھر رہے تھے لیکن دوسری صبح تک اس آبدوز کا سراغ نہ مل سکا۔

ڈاکٹر داور بے چینی سے عمران کے منتظر تھے۔ کیونکہ وہ انہیں گھرتک پہنچانے کے بعد پھر غائب ہو گیا۔ آخر دہ شام تک پہنچتی ہی گیا اور ڈاکٹر داور بالکل بچوں کی طرح اٹھ کر اس سے پٹ گئے۔ عمران مایوسانہ انداز میں سرہلا کر بولا۔ ”پچھے نہ ہوا ڈاکٹر.... اب ان میں سے کسی کا بھی سراغ ملنے کے امکانات نہیں رہ گئے!“

”انہیں جہنم میں جھوکو.... یہ بتاؤ کہ وہ سات رنگ کے سیارے تم نے کہاں اور کس طرح دیکھے تھے۔“

”افسوس کہ میں نہ دیکھ سکا! میں تواریختے ہی سے....!“  
”جی ہاں! وہ سیارے دراصل اس وقت میری عقل کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ میں تو دراصل

آپ کو اس وقت باہر بھیجا چاہتا تھا۔“  
”اوہ....!

”لیکن میں آپ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ اب وہ آپ ہی کو لے جانا چاہیں گے کیونکہ اس سے پہلے بھی ایک بار انہوں نے کوشش کی تھی۔ یاد ہے آپ کو وہ رات جب ہم پہلی بار ملے تھے وہاں تو وہ چاروں آپ کو اس میدان سے اٹھا کر ساحل پر لائے تھے۔ وہاں آپ کو غوطہ خوری کا بابس پہنچایا اور پانی میں اتر گئے۔ ان کے بعد ہی میں بھی اتر گیا اور پھر ان کے بابس سے پھوٹنے والی روشنی میری رہنمائی کرتی رہی اور میرے پاس جو بابس تھا اسے میں نے سمجھنے کی کوشش کی تھی اور اس کے استعمال سے اچھی طرح واقف ہو چکا تھا۔ اس لئے میں نے اس سے روشنی نہیں بچوئے دی۔ اندھیرے ہی میں ان کا تعاقب کرتا رہا۔ اور ان کے ساتھ ہی میں بھی اس آبدوز کشتی میں داخل ہو گیا تھا۔ یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ اس کے جس حصے میں ہم سب سے پہلے داخل ہوئے تھے وہ تاریک تھا ورنہ داخل ہوتے ہی ان لوگوں سے دودو ہاتھ کرنے پڑتے۔ بہر حال اس کے بعد بھی مجھے کوئی دشواری نہیں پیش آئی۔ کیونکہ کشتی میں ان پانچوں کے علاوہ اور کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

میں نے وہ گنتگلو ناظم بلطف سنی تھی جو آپ کے اور ان کے درمیان ہوئی تھی۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ آپ پستول نکال لینے کے باوجود بھی اسے استعمال نہ کر سکے تو مجھے تشویش ہوئی! اسی پندرہ منٹ میں مجھے کچھ کرنا تھا جو آپ کو آخری فیصلے کے لئے ملے تھے اور اسی وقت مجھے اس پستول کا خیال آیا جس سے سرخ لہریں نکلتی تھیں! لیکن وہ پستول بھی پانی کے بغیر بے کار تھا۔ میں کشتی کے دوسرے حصے میں چلا آیا۔ یہ تو کامن سنہ کی بات تھی کہ اس کشتی میں کہیں نہ کہیں پیٹے کے پانی کا شناک ضرور ہو گا۔ بس مجھے پانی کے ذخیرے کے ساتھ رہ بڑا ایک کافی لمبا اس پل گیا اور اس کے بعد تو آپ نے اس پستول کا ایک بالکل نیا استعمال دیکھا ہی تھا۔“

”آہا.... میں آج بھی اس پر تھیم ہوں۔“ ڈاکٹر داور اس کے شانے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بوالے۔ ”کم از کم میں تو اتنی جلدی میں کبھی اس کے امکانات تک نہ پہنچ سکتا۔ میں واقعی تمہاری ریڈی میڈ کھوپڑی کا شدت سے قائل ہو گیا ہوں! عمران تم چھو گریت ہو! میں نے تمہارے متعلق جتنا تھا تم اس سے بھی کہیں زیادہ ثابت ہوئے ہو! اگر مجھے یہ بتاؤ کہ ان کا تعلق کس ملک سے تھا۔“

”میرے فرشتے بھی نہ بتا سکیں گے۔ ان کا ایک آدمی جیس فلکیر میرے قبضے میں تھا۔ لیکن

وہ بھی یہ نہیں بتا سکا کہ وہ کس ملک کے جا سو س تھے۔ اب اُسے باقاعدہ طور پر پولیس کے حوالے کر دیا گیا ہے... پچھے بھی ہو ڈاکٹر لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ وہ لوگ ترقی کی دوڑ میں بہتوں سے آگے معلوم ہوتے ہیں! مگر انہیں "ترقی چور" یعنی کہاں زیادہ مناسب ہو گا۔"

"ترقی چور سے کیا مراد ہے؟"

"متفق ممالک کے سامنے انہوں کی محنت سے فائدہ اٹھانا ہی ان کا مسلک ہے۔"

"پتہ نہیں دنیا کے کتنے ڈاکٹر داور کے ساتھ ان کے شارٹی لگے رہتے ہوں گے۔ خیز چوری یے مجھے اس ملک کا نام معلوم ہو گیا ہے لیکن آپ اسے دنیا کے نقشے پر نہیں ملاش کر سکتے۔"

"کیوں.... کیا نام ہے۔"

"زیرولینڈ....!"

"اب تم مجھے یہ وقف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"نہ یقین بیجھا!" عمران نے لاپرواں سے کہا۔ "ویسے شارٹی نے ان تینوں آدمیوں کو باندھنے سے پہلے کچھ کہا تھا جس میں یقینی طور پر زیرولینڈ کا نام آیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس نے یہی کہا ہو کہ اب تم زیرولینڈ پر قربان ہو جاؤ۔"

"مگر یہ ہے کہاں....!"

"جہاں بھی ہو....! ایک نہ ایک دن دنیا پر جاہی ضرور لائے گا۔ ارے ہاں.... کیا آپ نے اپنی وہ خطرناک دریافت کچھ ضائع کر دی۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے.... مگر عمران میں چاہتا ہوں کہ تم اسے کبھی زبان پر نہ لاؤ.... اب اس کے متعلق صرف دو ہی جانتے ہیں.... میں اور تم....!"

"اوہو.... تو کیا آپ اسے اب بھی حکومت کے علم میں نہیں لائے۔"

"نہیں.... فوج تو میں نے یہ کہہ کر طلب کی تھی کہ کچھ غیر ملکی میری تحریک اور مکان سے کچھ چرا ناچاہتے ہیں کیا چرا ناچاہتے ہیں؟ اس کی وضاحت میں نے نہیں کی تھی۔ اس کے علاوہ میری اور درجنوں اسکیمیں حکومت کے علم میں ہیں لہذا وضاحت کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ ماہ میں نے پانی سے حاصل کیا تھا.... اور اب پھر وہ پانی ہی کا جزو بن گیا ہے۔"

"اس کے متعلق کبھی کوئی نہ جان سکے گا.... اسے تغیری کاموں میں بھی استعمال کیا جا سکتا

ہے لیکن اگر وہ پھر کبھی کسی چور کے ہاتھ لگ گیا تو ساری دنیا تباہ ہو جائے گی۔!"  
"مگر آپ تو کہہ رہے تھے کہ ابھی تک آپ اس کا کوئی دوسرا استعمال نہیں دریافت کر سکتے۔"  
"ہاں پہلے نہیں کر سکتا تھا! مگر ابھی پچھلے دونوں جب اسے ضائع کر دینے کے امکانات کا جائزہ لے رہا تھا مجھ پر اس کے سلسلے میں کئی اور باتیں بھی مخفی ہو سکیں! مگر ختم کرو۔ اب میں اس کے تصور سے ہی بھاگنا چاہتا ہوں۔"

"چھا تو اب میں بھی بھاگنا ہی چاہتا ہوں۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "لیکن میں وہ سنہرالا سفخ نے جا رہا ہوں۔ اس بھاگ دوڑ کے سلسلے میں وہی میرا معاف ہے... نااا....!"  
"ٹھہر و.... سنو تو سکی....!" مگر عمران جا پکا تھا۔

### ﴿ختم شد﴾

## کالی تصویر

(مکمل ناول)

### پیشہ

شہردار سے مشر زیڈی احمد نے پوچھا تھا کہ ”ورندوں کی بستی“ والے ڈینی ولسن سے عمران کی پہلی ملاقات کب اور کتنی حالات میں ہوئی تھی۔ زیر نظر کہانی ”کالی تصویر“ اسی سوال کا جواب ہے! میرے بھتیرے ناول اسی قسم کے سوالات کے جواب ہیں۔ آپ نے جو کچھ پوچھا، میں نے اس پر سوچا اور کسی کہانی کا پلاٹ بن گیا۔

لیکن اس کہانی کو پڑھتے وقت یہ نہ بھولئے گا کہ یہ عمران کے ابتدائی دور کی کہانی ہے، جب وہ نہ تو بہت زیادہ مشاق تھا اور نہ اس کے پاس وہ لامدد و دوسائل نہ تھے، جو آج کے ایکس ٹو کو حاصل ہیں۔

پھر بھی آپ اس کہانی کو غیر دلچسپ نہ پائیں گے اور کہانی پیش کرنے کا انداز بھی آپ کو نیا ہی معلوم ہو گا۔ میں ہر امکانی کو شش کرتا ہوں کہ ہر کہانی نئے انداز میں پیش کی جائے تاکہ آپ میری مختلف کہانیوں میں گماشتہ یا کیسانیت نہ محسوس کر سکیں!

اس کہانی میں آپ عمران کے طریق کار کی داد دیے بغیر نہ رہ سکیں گے.... وہ ایک لڑکی کو غصہ دلا دلا کر کیس کے متعلق ساری اہم باتیں معلوم کر لیتا ہے۔

ابن صفحہ

پھر شاید سوئی اس کی انگلی میں چھپ گئی اور وہ سی کر کے رہ گیا۔ اس کے چہرے پر حماقت اور غمے کے ملے جلے آثار تھے۔

دوسری طرف فرزانہ کی سیلیل شرط ہادر گئی تھی۔ ... لڑکوں کی اکثر سہیلیاں عمران کی حماقتوں کی داستانیں سن کر اسے دیکھنے کے لئے آیا کرتی تھیں۔ فرزانہ کی نبی سیلیل نے بھی آج اسے دیکھ کر کہہ دیا تھا کہ وہ الحق نہیں معلوم ہوتا بلکہ خواہ خواہ خود کو حق ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے...! اس پر ان دونوں میں شرط ہو گئی تھی اور فرزانہ نے اسے دکھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ تمہائی میں بھی نہ صرف الحق معلوم ہوتا ہے بلکہ احقةانہ حر کتیں بھی اس سے سر زد ہوتی ہیں۔ وہ دونوں دوسرے کمرے میں چھپی ہوئی دروازے کی جھری سے عمران کے کمرے میں جھاک رہی تھیں۔ اس کمرے میں انہوں نے اندر ہیرا کر دیا تھا کہ عمران کو کسی قسم کا شکر نہ ہو سکے۔ عمران سوئی اور تاراگے سے لٹاتا رہا... پھر اس نے جھنجھلا کر سلیمان کو آواز دی.... اور وہ پندرہ ہویں آواز پر وہاں پہنچ گئا۔

”ابے... اس کو کیا کہتے ہیں، جو انگلی میں لگایا جاتا ہے... لوہے کا ہوتا ہے... اور اس پر دانے سے ابھرے ہوتے ہیں!“ عمران نے ایک ہی سانس میں پوچھا۔  
سلیمان چند لمحے سر کھجاتا رہا پھر پوچھا۔ ”گول ہوتا ہے... صاحب....!“  
”ہاں... گول ہوتا ہے... یعنی کہ یوں... یوں....!“ عمران نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھ گھانے کی کوشش کی۔

”شریفہ کہتے ہیں صاحب...! اور اکثر لوگ ستیا پھل بھی کہہ دیتے ہیں۔ مگر ایسے ہی لوگ ہم کی بیوی پوں کا نام شریفہ ہو۔“

”مجھے چھل پڑھاتا ہے...!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ ”اب کیا میں شریفہ بھی نہیں جانتا! مگر وہ تو پھل ہوتا ہے... ابے میں کہہ رہا ہوں... یعنی کہ یوں....!“

”یعنی کہ یوں....!“ سلیمان نے بھی کچھ سوچنے ہوئے اپنی کلنے کی انگلی کے گرد بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے حلقہ بنایا۔ اور پھر نہ اسامنہ بناؤ کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیا سمجھا...!“ عمران نے جھلانے ہوئے لجھے میں پوچھا۔  
”کچھ گیا... اسے گیری کیا گل کچھ واپس کہتے ہیں!“

یہ ان دونوں کی کہانی ہے جب عمران اور کیپشن فیاض میں گاڑھی چھنتی تھی! یعنی عمران اس زمانے میں بہت زیادہ حق تھا: ہونا بھی چاہئے کیوں نکدہ وہ اس کی آزادی کا دور تھا! اس پر کسی قسم کی ذمہ داریوں کا بار بھی نہیں تھا۔ اس کے باپ رحمٰن صاحب بھی اسے کسی نہ کسی طرح برداشت نہ کرتے تھے اور وہ ان کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ رہتا کیا تھا بلکہ دوسروں کو اس کے ساتھ رہنا پڑتا تھا۔ سب ہی عاجز تھے۔ یہ اور بات ہے کہ گھر کی لڑکوں نے اسے سکھلوتا بیار کھا ہو، اب اسی وقت عمران بڑی دیر سے ایک سوئی میں تاگاڈائی کی کوشش کر رہا تھا! لیکن انہیں تک کامیاب نہیں ہوئی تھی۔ پچھہ دیر پہلے اس کی پیچازا و بہن فرزانہ سوئی اور تاگا لائی تھی۔

”بھائی جان... ذرا یہ تاگا ڈال دینا...!“ اس نے کہا تھا۔  
”ابھی فرصت نہیں ہے...!“ عمران نے کہا تھا۔ ... جو دیساً ملکی کی تیلیوں سے جو پنپڑی بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔

”جب فرصت ملے تب ڈال دینا...!“ وہ سوئی اور تاگا وہیں رکھ کر چلی گئی تھی اور جب عمران کو فرصت ملی تو اس نے کوشش شروع کر دی۔ ....  
”گیا... گیا... گیا... دھست تیری کی...!“ عمران نے کہا اور اس طرح دونوں ہاتھ بلانے جیسے سوئی اور تاراگے کے کان ایٹھ رہا ہو۔

انگلی میں پہن لیتا... لو ہے کا ہوتا ہے... عورت میں آپڑا سیتے وقت انگلی میں پہنٹی ہیں۔“

سلیمان نے پھر اپنے سر پر دو ہتھ مارا۔

”اب کیا ہوا۔“

”نادے اسے تو انگشٹا نہ کہتے ہیں۔“ سلیمان نے کہا۔ ”وہ مہیا کر دوں گا مگر سوئی تاگے سے آپ کو کیا سروکار...!“

”آہستہ بول بے!“ عمران نے چاروں طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا۔

”یہ فرزانہ کی بیچی میرا متحان لیا کرتی ہے... سوئی تاگا دے گئی تھی... کہ ذرا سوئی میں ڈال دیجئے! اگر میں نہ ڈال سکتا تو نہیں گی کہے گی کہ آہا ہا آپ ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ذی آسکن ہیں۔ سوئی میں تاگا بھی نہیں ڈال سکتے۔ ذرا... تو ہی ڈال دے... بے لیکن اگر کسی سے کہا تو گردن مردودوں گا۔“

”اب میں جتنی ذیر سوئی میں تاگا ڈالنے بیٹھوں گا وہ مردود صاحب کے پاس بیٹھ جائے گا۔“

”کون...؟“

”ربوی ملائی والا...!“

”کیا مطلب!“

”پانچ روپے ہو گئے ہیں اس کے! روزانہ آدھ پاؤ ربڑی ملائی کھاتا ہوں! پانچ روپے ادھار ہو گئے ہیں اس کے... میرے پاس اس وقت نہیں ہیں۔ مگر وہ چالک پرا اکھڑا ہے کہتا ہے کہ اگر ابھی میں نے حساب بے باق نہ کر دیا تو وہ صاحب سے کہے گا۔“

”ابے... مگر... بہت تیزی سے واپس آنا...!“ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ ٹوٹ لئے ہوئے کہا۔ پھر پانچ کافونٹ نکال کر اسے دیتا ہوا بولا۔ ”دیرہ لگانا... فوراً...!“ سلیمان نوٹ سنپھال کر باہر نکل گیا۔ اور ادھر فرزانہ نے اپنی سیلی میں سے شرط جیت لی۔

عمران سلیمان کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ اچاک فون کی کھٹتی بجھی اور عمران نے رسیور اٹھایا۔

”یہلو...!“

”عمران...!“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔ ”میں فیاض بول رہا ہوں۔ پیکاک سر کس سے...!“

”وہی... وہی...!“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”دوڑ کر لیتا تو آ...!“

”جی...!“ سلیمان کی آنکھیں بکل پڑیں۔

”میں نے کہا مجھے اس کی ضرورت ہے جلدی سے لادے...!“

سلیمان فرش پر اکٹوں بیٹھ کیا۔ پہنچ دی تک سر کچڑے بینشار باہر بیٹھانی پر دو ہتھوں چلانے لگا۔

”ابے... ابے... یہ کیا... شفی کے...!“ عمران بونکھا کر اس کی طرف جھپٹا۔

سلیمان برابر اپنا سر پینتار بیٹھا۔ آخر عمران نے اس کے بال مٹی میں جکڑے اور اسے سیدھا حاکڑا کر دیا۔

”میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتا؟“

”جناب! میں اسے کہاں ڈھونڈوں گا! میرا اپ بھی اگر اپنی قبر سے اٹھ کر آئے تو اسے نہیں

ٹلاش کر سکے گا... اگر میں نے آپ کو نام بتا دیا تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ میں ہی اسے

ٹلاش بھی کروں... صاحب، لگر میں اور بھی نو کر ہیں!“

”ابے تو اس طرح سر پینتے کیا ضرورت تھی۔“

”اپنی نعلیٰ پر تو میں اپنی گردن بھی اڑا سکتا ہوں۔ مجھ سے نعلیٰ یہ ہوئی کہ میں نے آپ کو

نام بتا دیا ہے...!“

”اچھا یہ نعلیٰ تھی...!“ عمران آنکھیں بکال کر بولا۔

”نعلیٰ ہی تھی صاحب! اجب میں ایک چیز میا کرنے کی قوت نہیں رکھتا تو اس کا نام کیوں

لوں... آپ کا حکم تو نادر شاہی ہوتا ہے... آخراں میں اسے کہاں ٹلاش کر تا پھر وہ گا۔“

”اچھا...!“ عمران مردہ سی آواز میں بولا۔ ”تو پھر اس انگلی میں نلکپر ہی لگادے۔“

سلیمان نے اس کی انگلی کو آنکھوں کے قریب لے جا کر دیکھا کئی جگہ خون کی ننھی بوندیں

اظفر آئیں۔

”یہ کیا ہو گیا صاحب!“

”سوئی تاگا ہو گیا ہے...!“ عمران نے مخفی سانس لی۔

”میں نہیں سمجھتا...!“

”سوئی تاگا بھی نہیں سمجھتا... ابے کیا بھس بھرا ہوا ہے کھوپڑی میں... اگر وہ ہو تا تو اسے

”کیوں بول رہے ہو پیا ک سر کس سے....!  
”فوراً پہنچو!... ایک حادثہ ہو گیا ہے۔“

”مجھے فر صت نہیں ہے! میں سوئی میں تاگاڑاں رہا ہوں۔“

”مگر تم سر کس سے بول رہے ہو! اس لئے میں نہیں آسکوں گا۔“

”کیوں؟“

”ایاں بی کہتی ہیں کہ کھیل تماشوں میں لپچ لفگے جیا کرتے ہیں۔“

”عمران آ جاؤ... ورنہ پھر خود مجھے ہی آتا پڑے گا اور پھر تمہاری کھیل بھی آئیں گی۔“

”اس وقت رات کے آٹھ بجے ہیں کھیل بھی آرام کر رہی ہوں گی۔ مگر میں سوئی میں تاگاڑا لے بغیر نہیں آسکوں گا پر یقین کا معاملہ ہے۔“

”ڈال بھی چکو کسی صورت سے! جلدی آو....!“ فیاض نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

عمران نے رسیور کھ کر... پھر سوئی تاگے سے الجھنا شروع کر دیا۔



پیا ک سر کس تماشا یوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ لیکن ان میں بے چینی پائی جاتی تھی۔ وہ باہر جانا چاہتے تھے۔ مگر پولیس نے پنڈاں کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا... تماشا یوں کو روکے رکھنے میں جو بھی مصلحت رہی، ہو لیکن وہ واقعہ ظاہر ایسا نہیں تھا جس کے لئے تماشا یوں کو بھی روکا جا سکتا۔ کونکہ سر کس کی سب سے حسین لڑکی میری لین جھولے پر مری تھی۔ ... پہلے وہ زندہ رہ کر جھولے پر اپنے کرتب دکھاتی رہتی تھی اور اب اس کی لاش جھول رہی تھی.... ابھی تک اسے اتنا نہیں گیا تھا۔... اس کے ساتھی ہی نے محسوس کیا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔ وہ دونوں جھولتے ہوئے ایک جھولے سے دوسرے جھولے پر جا رہے تھے کہ اچانک اس کے ساتھی نے اس کے جسم میں سختی محسوس کی اور ساتھ ہی یہ بھی محسوس کیا کہ اب وہ اس کا ساتھ نہ دے سکے۔ اس نے اس کے ہاتھ چھوڑ دیے اور وہ دونوں الگ جھولوں پر جھولتے رہے.... میری لین جھولے پر ایسی لٹکی ہوئی تھی جھولے کا ذنباً گھٹنوں کے نیچے تھا اور تاگمیں دوہری ہو گئی تھیں....

اس کے ساتھی نے ایک بار پھر اس کے ہاتھ پکڑے اور آہستہ سے کہا۔ ”آو....!“  
لیکن جھولے کا ذنباً میریلین کی ناگوں ہی میں پھنسا رہا۔ اس نے اپنے جھولے سے نکل کر ساتھی کے جھولے پر جانے کی کوشش نہیں کی۔ ساتھی نے پھر اس کے ہاتھ چھوڑ دیے اور وہ پلے کی طرح ہی جھولتی رہی۔ لیکن وہ پینگیں نہیں، لے رہی تھی! جھولے کی رفتار ایسی ہی تھی جیسے وہ آہستہ آہستہ خود بخود ہی رک جائے گا.... ایسا ہی ہوا۔... جھولا بالآخر رک گیا اور میریلین بے حس و حرکت اٹھی لٹکی رہی۔

محکمہ سراجِ رسانی کا سپر شنڈنٹ سر کس ہی میں موجود تھا۔ ایک وہی نہیں اس جیسے ہزاروں ہنچ میریلین کے دیدار کے لئے آیا کرتے تھے۔ پیا ک سر کس کی دھوم ہی میریلین کی وجہ سے تھی! اپنے شوہیں بے پناہ اڑھام ہوتا تھا اور بکنگ ٹکر بکنگ کرتے کرتے بوکھلا جاتے تھے۔ میریلین کا ساتھی جھولے سے اتر گیا لیکن وہ بدستور.... اسی طرح لٹکی رہی۔ نیچے مخزے بننے طرح طرح کی مصککہ خیز لیا سوں میں اچھل کو درہ ہے تھے۔

میریلین کے ساتھی نے سر کس کے مالک اور منتظم ذینی ولسن کو اس کی اطلاع دی اور وہ بھی رنگ میں دوڑ آیا۔... میریلین اب بھی اسی طرح لٹکی ہوئی تھی۔

پھر اسے قریب سے دیکھا گیا وہ بے جان تھی۔ بے حس و حرکت.... اور اس کا جسم پھر ہو گیا تھا۔ اس بڑی طرح اکڑ گیا تھا کہ جھولے میں پھنسی ہوئی تاگمیں سیدھی نہیں کی جا سکتی تھی! ابھی اوجہ تھی کہ وہ مر نے کے بعد بھی جھولے ہی میں لٹکر رہ گئی تھی۔

سارے پولیس افسروں میں اکٹھے ہو گئے جو سر کس میں موجود تھے یہ سر کس ہی دیکھنے آئے تھے۔ یہاں ان کی موجودگی کی اور کوئی وجہ نہیں تھی۔ لاش کی نہ کسی طرح اہازی گئی؛ فیاض نے لاش کی حالت دیکھتے ہی عمران کو فون کیا تھا اور اب بے چینی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ لڑکی کی موت معمولی حالات میں نہیں ہوئی۔ ہارٹ لیور کے صد بائیس اس کی نظرؤں سے گزرے تھے مگر کسی کے جسم پر نیلاہٹ نہیں نظر آئی تھی اور نہ ہی اتنی جلدی لاش میں اکٹن ہی بیدا ہوتے دیکھی تھی۔ تماشا یوں کو جب اس حادثے کا علم ہوا تو وہ رنگ میں پیچنے کی کوشش کرنے لگے لیکن پولیس افسروں کی موجودگی نے انہیں اس سے باز رکھا۔ پھر اور بھی پولیس طلب کر لی گئی۔ پھاٹک پر پھرہ لگادیا گیا تھا اور تماشا یوں سے اپنی لگنی کہ وہ اپنی جگہوں پر سکون سے بیٹھے رہیں۔

پس پڑھا کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنے سے آنکھیں نیچے کھک آتی ہیں۔  
”بورنہ کرو....!“ فیاض نے کہا۔

وہ ایک گوشے میں کھڑے گفتگو کر رہے تھے جہاں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ عمران نے شدیکمی تھی اور صرف سر ہلا کر رہا گیا تھا۔

”اچھالاش کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔“ فیاض نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”اچھی خاصی ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”ایسی لاشیں کم دیکھنے میں آئی ہیں!“

”واہر کے ان خیال سے تھق ہونا پڑے گا کہ کسی زہریلی نوئی ہی سے اس کا خاتمہ کیا گیا ہے۔“ فیاض بولا۔

”تھق ہو جاؤ۔“

”عمران....!“

”لیں... مائی ڈسٹر... سوپر فیاض...!“

”آخر ڈھنگ کی بات کیوں نہیں کرتے....!“

”بھرم کو تو پکڑیں لیا تم نے اب، میں ڈھنگ کی باتیں کر کے کیا کروں گا۔“

”میں اس پر بھی مطمئن نہیں ہوں....!“ فیاض بڑا بڑا۔ ”وہ اتنا حق نہیں معلوم ہوتا! اگر سے یہی کرنا ہوتا تو اس موقع پر نہ کرتا جب کہ اسکے پھنس جانے کے امکانات بہت واضح تھے۔“

”تو پھر اسے کیوں حرast میں کیوں لیا ہے۔“

”کچھ نہ کچھ تو ہونا چاہئے! ان الحال اس پر شبہ کیا جاسکتا ہے۔“

”ایک بات کہوں... سوپر فیاض....!“

”بکھر بھی یار جلدی سے۔“

”مجھے اس سر کس میں نوکری دلوادو.... بے کاری سے نگ آگیا ہوں... بیہی سہی!“

”اچھا ب تم گھر جاؤ!“ فیاض نے ناخش گوار لجھ میں کہا۔ ”میری بھی آئی گئی عقل خبط رہے ہو۔“

”مجھے اس سر کس کے مالک سے ملاؤ۔“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”چلو.... وہاب اپنے آفس ہی میں ہو گا۔“

کیپن فیاض نے ہر چھانک کے پہرداروں کو بہادیت دی تھی کہ اگر باہر سے کوئی آنے والا اس کا حوالہ دے تو اسے فوراً ہی اس کے پاس پہنچا دیا جائے۔

پولیس بہتال کا ڈاکٹر طلب کر لیا گیا تھا۔ اس نے بھی اسے ہادث فلیور کا کیس نہیں قرار دیا۔ اس کا خیال تھا کہ موت سریع الاشہر ہر کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔

”سریع الاشہر کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“ کیپن فیاض نے کہا۔ ”کیونکہ وہ تقریباً آدھے گھنٹے تک اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کے بعد اس جھولے میں لکھی ہوئی نظر آئی تھی.... اگر وہ سریع الاشہر تھا تو وہ آدھے گھنٹے تک کیسے زندہ رہی! اور جھولا جھولتے وقت کچھ کھانے پینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“

”ضروری نہیں ہے کہ اس نے کوئی زہر آسود چیز کھائی ہو۔ سوال زہر کے جسم میں داخل ہونے کا ہے۔“

وہ کسی طرح بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ مثلاً زہر انجکٹ کر دیا جائے۔ مگر انجکشن کا مسئلہ بھی ایسا ہے جیسا کھانے کا... آہا... یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی زہریلی سوئی جسم کے کسی حصے میں چھا دی جائے۔ بہترے زہر ایسے بھی ہیں جو سوئیوں ہی کے ذریعہ استعمال ہوتے ہیں اور ان کا اثر جیسے اگلی طور پر فوری ہوتا ہے۔“

”تب پھر یہ وہی ہو سکتا ہے جو اس کے ساتھ جھول رہا تھا۔“ کسی پولیس افسر نے کہا۔ فیاض نے اس کے خیال کی تردید نہیں کی.... اور اس آدمی کو فوراً حرast میں لے لیا گیا جو میر یلين کے ساتھ جھول رہا تھا.... وہ اتنا زوس تھا کہ اس نے اس پر احتجاج نہیں کیا! بظاہر اس کی ذہنی حالت درست نہیں تھی۔ وہ اس طرح پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہر ایک کو دیکھنے لگتا تھا جیسے خواب دیکھ رہا ہو۔ یا پھر وہ معاملات اس کی فہم سے بالاتر ہوں۔

کچھ دیر بعد عمران بھی دہاں پہنچ گیا۔ فیاض نے اسے حالات سے آکاہ کرتے ہوئے کہا۔ ”بڑی مصیبت یہ ہے کہ بہاں کی پولیس آفیسر بھی موجود ہیں.... انہوں نے بھی مجھے دیکھا ہے۔ اگر اس کیس کے سلسلے میں.... کچھ نہ کر سکا تو خواہ جوواہ آنکھیں پیچی ہوں گی۔“

”ہاں واقعی تم بہت بد نما معلوم ہو گے۔ اگر آنکھیں اوپر سے کھک کر گالوں پر آ گیں.... مگر تمہیں مطمئن رہنا چاہئے ایسا نہیں ہو گا.... میں نے بہت سامنے پڑھی ہے لیکن یہ کہیں

تماشائی جاچکے تھے۔ پنڈال سنان پر اقا اور لاش پر چادر ڈال دی گئی تھی۔ وہ ابھی رنگتی میں پڑی ہوئی تھی۔

فیاض عمران کو نیجر کے آفس میں لایا۔ نیجر اپنے تمیں ماتخوں کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ اس نے کیپٹن فیاض کو دیکھ کر باتھ کے اشارے سے تینوں سے جانے کو کہا۔

نیجر ایک بوڑھا مگر مضبوط جسم والا یوریشین تھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ ”میں برباد ہو گیا جناب۔“ اس نے فیاض سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور پھر کھڑا ہو کر بولا۔ ”معاف کیجئے گا۔ میں بے حد پریشان ہوں.... تشریف رکھئے جناب!“

”مجھی بھی افسوس ہے.... مسٹر ڈیلی لسن....!“ فیاض نے کہا۔ ”وہ ایک بہترین فنکارہ تھی۔“

”یہ سرکس محض اسی کی وجہ سے چل رہا تھا۔“ ڈینی لسن بولا۔ ”اب کل سے بیہاں خاک لڑے گی۔ دشمنوں نے جو چاہا تھا وی ہو گیا۔“

”دشمن....!“ فیاض نے حیرت ظاہر کی۔

”جی ہاں دشمن!“ ڈینی غصیلی آواز میں بولا۔ ”آج کل گلوپ سرکس والے بھی شوکر ہے ہیں۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک کے پاس میریلین ہی ہو۔ گلوپ سرکس والے کی باد میریلین کو بھی بھڑکانے کی کوشش کر چکے ہیں۔ آخر میں جب انہیں ساری راہیں مسدود ہوتی نظر آئیں تو انہوں نے میریلین کو مارہی ڈالا۔ مقصد اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کہ ہمارے ہاں آؤ بولنے لگیں۔“

”اوہو.... تو آپ کے بیہاں اُلو بھی ہیں۔“ عمران بول پڑا۔

ڈینی چوک کر عمران کو گھورنے لگا پھر ناخوشنگوار لبھ میں بولا۔

”حاوارہ ہے جناب....!“

”ہاں تو گلوپ والے....!“ فیاض جلدی سے بولا۔

”بہت دنوں سے بیچپے پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن میریلین کی وجہ سے مجھے شکست نہیں دے سکتے تھے۔“

”اچھا.... اس کا ساتھی کیسا آدمی ہے۔“

”اے تو فضول حرast میں لیا گیا ہے۔ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔“

”خیر ہم اسے بہتر سمجھتے ہیں۔“

”میں نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے جناب میں آپ کو رائے نہیں دے رہا۔“

”وہ کتنے دنوں سے میریلین کے ساتھ کام کرتا رہا ہے۔“

”وونوں نے ایک ساتھ ہی میرے سرکس میں ملازمت کی تھی۔ وہ میریلین کا پیچاڑا بھائی ہے۔“

”تواب کل سے آپ کے سرکس میں نشانہ رہے گا۔“ عمران نے پوچھا۔

”میر اتو یہی خیال ہے جناب! یہ بھیڑ بھاڑ میریلین ہی کی وجہ سے ہوتی تھی۔“

”اب بھی ہو گی۔“ عمران غصیلی آواز میں بولا۔ ”سرکس میں نشانہ نہیں ہو سکتا۔... ہرگز نہیں۔“

”وہ کیسے جناب....!“

”اعلان کر ادیتھجے کر کل ڈیوک آف ڈھمپ اپنے کمالات دکھائیں گے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”یہ تمہارے سرکس میں ملازمت کرنا چاہتے ہیں۔“ فیاض اتنا کر بول پڑا۔ عمران کی بے شکی

باتیں اسے کھل رہی تھیں۔

”اے جناب! اس وقت مجھے ملازمتیں دینے کا ہوش کہاں ہے۔ میریلین بہت اچھی لڑکی تھی! بہت خوش اخلاق سب سے پسند کرتے تھے۔ میں نے ایک ہیرا کھو دیا۔“

”میں اس لڑکی کی جگہ نہیں لینا چاہتا۔“ عمران نے ہر امان جانے کا مظاہرہ کیا۔

”میں اس وقت مذاق کے موڑ میں نہیں ہوں۔“ ڈینی نے بھی ناخوش گوار لبھے میں کہا۔

”ایسے حالات میں کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔“

”ارز.... ہب....!“ دفعہ اسرا عمران فیاض کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

”اس لڑکی کی قیام گاہ پر چلو....!“

”وہ بیکیں ایک خیٹے میں رہتی تھی۔“ ڈینی نے کہا۔

”میں اس کا سامان دیکھنا چاہتا ہوں۔“ فیاض بولا۔

”چلے....!“ ڈینی اٹھ گیا۔

وہ ایک ایسی جگہ آئئے جہاں بہت سی چھوٹی چھوٹی چھوٹے اور ایاں نصب تھیں! ڈینی نے ایک

چھوٹے ارمی کا پردہ ہٹایا اور اندر گھس کر ایک کیر دیں لیپ روشن کر دیا۔ روشنی میں اٹھیں وہاں

بڑی اتری نظر آئی اسرا سامان بے ترتیبی سے بکھرا پڑا۔

”اوہ.... میر بیٹین اتنی بد سلیقہ تو نہیں تھی۔“ ذہنی تشویش کن لہجہ میں بڑا لیا۔  
”یعنی وہ اپنا سامان اس طرح نہیں پھیلا سکتی تھی۔“

”ہرگز نہیں جتاب....!“ ذہنی نے کہا۔ ”میر اخیال ہے کہ کسی نے اس کے سامان پر ہاتھ  
صاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ دیکھنے دونوں سوت کیس کھلے پڑے ہیں۔ سامان نکال کر بکھر دیا  
گیا ہے.... مگر وہ بڑی رقبیں اپنے پاس نہیں رکھتی تھی۔“

”آہ.... اتنی تصویریں....!“ عمران نے خوش ہو کر کہا کیونکہ سوت کیسوں کے قریب بے  
شمار تصادم بکھری پڑی تھیں اور یہ سب کیرے سے کھینچ گئی تھیں۔  
”جی ہاں.... تصویری مجع کرنا اس کی ہابی تھی۔“

”میر اخیال ہے کہ یہ حرکت بھی کسی بابی والے ہی کی ہو سکتی ہے۔“ عمران نے کہا۔  
”میں نہیں سمجھا۔“

”آخر تصویریں اس طرح کیوں بکھری گئی ہیں۔“ عمران تصویروں پر جھکتا ہوا بولا۔ ”اوہ یقیناً  
یہی بات ہے۔ تصویریں اٹھی پڑی گئی ہیں۔ ان میں ایک بھی ایسی نظر آتی جو اٹھی پڑی ہو۔“  
فیاض خاموش کھڑا رہا۔ اسے خوش تھی کہ عمران کام کے موڈ میں آگیا ہے۔

”عمران نے سوت کیس کی بقیہ چیزوں نکال لیں لیکن کسی سوت کیس کے اندر ایک بھی تصویر نہ مل۔  
”فیاض.... یہ دیکھو۔ ظاہر ہے کہ یہ تصویریں ابھی انہیں سوت کیسوں سے نکال گئی ہوں  
گی! لیکن اب ان میں ایک بھی نہیں ہے.... کیا خیال ہے؟“

”تمہارا خیال کسی حد تک درست بھی ہو سکتا ہے۔“

پھر اس نے ایک سوت کیس نیچے کھکھایا اور ایک تصویر اس کے نیچے سے بھی برآمد ہوئی مگر  
یہ اٹھی پڑی ہوئی تھی اور اس کی پشت پر کچھ تحریر تھا۔

عمران اسے چراغ کے قریب لے جا کر پڑھنے لگا۔ پھر الٹ کر تصویر دیکھی۔ یہ ایک کالی تصویر تھی۔  
یعنی صاحب تصویر کا چہرہ واضح نہیں تھا بلکہ وہ ایک پر چھائیں کی تصویر معلوم ہو رہی تھی۔

”خوب!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”سنو! کسی غالم نے کیا بات لکھ دی ہے.... اسے بیشہ یاد  
رکھنا کہ میری محبت اتنی شدید....!“

”ترماخ....“ کوئی چیز کیروں میں یہ پ سے نکلائی اور شیشہ چور بچور ہو گیا۔

اور پھر کوئی عمران پر آپڑا۔ تصویر نیچے گر گئی یا اس سے نکلنے والے نے چھین لی تھی۔  
پونکہ یہ حملہ قطعی غیر متوقع تھا اسلئے عمران توازن برقرار رکھنے کی بنا پر سوت کیسوں پر جا گرد  
”لیتا.... پکڑتا....!“ اس نے ہاک کیا۔

”خبردار.... خبردار....!“ کیپٹن فیاض غریا۔ مگر باہر پھیلی ہوئی تاریکی ان پر قبیلہ کاٹی  
رہی کیونکہ حملہ آور نے اسی کے دامن میں پناہ لی تھی۔

چھولداری کے اندر تو اتنا اندر ہیرا تھا کہ وہ نہ تو حملہ آور کو آتے دیکھ سکے تھے اور نہ فرار  
ہوتے! ذہنی نے دیا ملائی کھینچی عمران جھپٹ کر باہر نکلا فیاض اس کے پیچھے تھا۔ لیکن اب کیا  
ہو سکتا تھا.... وہ حملہ آور کی گرد کو بھی نہ پاسکے۔ جو اتنی دلیری سے حملہ کر سکتا ہو! وہ یقیناً کافی  
پلاک بھی ہو گا۔

پھر بھی وہ لوگ تفریباً آؤ دھے گھنٹے تک اسے تلاش کرتے رہے۔

اسکے بعد عمران پھر چھولداری میں واپس آیا اور ایک ایک تصویر اپنے قبیلے میں کر لی۔ ایک  
گھنٹے تک وہ چھولداری کی مختلف چیزوں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر باہر نکل آیا۔ فیاض اور ذہنی باہر ہی  
اں کا انتظام کر رہے تھے۔ فیاض کا خیال تھا کہ عمران کو فی الحال تباہی چھان بیٹن کرنے دی جائے۔  
باہر نکل کر عمران نے نارچ بجھا دی۔ اس کی دونوں جیسوں میں تصویریں بھری ہوئی  
تھیں۔ تصویروں کے علاوہ اس نے وہاں سے اور کوئی چیز نہیں لی تھی۔

وہ پھر ذہنی کے آفس میں واپس آگئے۔ کیپٹن فیاض نے شاید کافی کے لئے کہا تھا۔ یہاں  
انہیں کافی کیڑے تیار ملی۔ ذہنی تین بیالیوں میں شکر ڈالنے کے بعد کافی انڈیلے لگا۔

”ہاں مسٹر پیکاک....!“ عمران نے ذہنی کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن ذہنی احتجا  
باہر اٹھا کر بولا۔ ”میرا نام ذہنی دلسن ہے جتاب.... سر کس.... پیکاک کہلاتا ہے....!“

”اوہ... تو اچھا مشر و لسن! اس آدمی کے متعلق کیا خیال ہے جس نے یہ پ توڑ کر میری  
بیب سے چیو ٹکم کے پیکٹ اڑانے کی کوشش کی تھی۔“

”چیو ٹکم کے پیکٹ“ ذہنی اور فیاض نے بیک وقت دہرا دیا۔

”غمگنی کسی سے دبلا ٹھوڑا ہی ہوں....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”اوہ.... تم کسی تصویری کی پشت پر کوئی تحریر پڑھ رہے تھے۔“ فیاض نے کہا۔

”صرف انڈھیرے میں بچپان سکوں گا۔“

”میا مطلب....!“

”وہ کسی کی پر چھائیں تھی۔“

”یاد مت دماغ خراب کرو۔“ فیاض چھبھلا گیا۔

”کالی تصویر سوپر فیاض.... کسی پر چھائیں کی تصویر.... خط و خال واضح نہیں تھے۔“

”کالی تصویر....!“ ڈینی آنکھیں بند کر کے بڑھایا۔

”اور اس کی پشت پر جو تحریر تھی.....“

”بار بار نہیں دھرا سکتا۔ کونکہ دونیا کی آئس کریم میری بھی ایک بہت بڑی کمزوری ہے۔“

فیاض سمجھ گیا کہ وہ یا تو بتانا نہیں چاہتا یا پھر جو کچھ بک رہا ہے وہی درست ہو گا۔ عمران

ڈینی کو بہت خور سے دیکھ رہا تھا۔ ڈینی کی آنکھیں اب بھی بند تھیں اور اس کے ہونٹ آہستہ

آہستہ بل رہے تھے۔

عمران نے آہستہ سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور ڈینی چونک کر استقہامیہ انداز

سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”میں سمجھا شاید آپ سو جانے کا رادہ کر رہے ہیں.... اس لئے شب تھیر....!“ عمران انہما

ہوا بولا۔

”بھی نہیں.... بھی نہیں! میں دراصل اس کالی تصویر کے تذکرے پر کچھ یاد کرنے کی

کوشش کر رہا تھا۔ مجھے نہیں یاد کہ میں نے کسی کالی تصویر کا تذکرہ کب اور کہاں سنا تھا؟“

”سنا تھا تذکرہ....!“ عمران نے اس کی آنکھوں میں دلیختہ ہوئے پوچھا۔

”یقیناً....! مگر یاد نہیں پڑتا کہ کہاں سنا تھا۔“

”تذکرہ کیا تھا....!“

”خوبصورت لڑکیوں کا تذکرہ تھا.... اور پھر یہ یاد نہیں کہ کالی تصویر کی بات کیسے نکلی تھی؟“

مگر بات تھی کسی کالی تصویر ہی کی۔“

”یاد کرنے کی کوشش کیجئے....!“

”میں کوشش کروں گا آپ کو اس کے متعلق کچھ بتا سکوں۔“

”اڑے ہاں.... وہ تو بھول ہی گیا۔ اس پر لکھا ہوا تھا اسے ہمیشہ یاد رکھنا کہ میری محبت  
اتنی شدید کبھی نہیں ہوتی کہ میں تمہیں دونیا کی آئس کریم پر ترجیح دے سکوں....!“

”کیا بات ہوئی....!“ ڈینی حرمت سے فیاض کی طرف دیکھنے لگا۔

”لاو.... وہ تصویر مجھے دو....!“ فیاض نے عمران کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

عمران نے جیسوں سے ساری تصویریں نکال کر میں پر ڈھیر کر دیں اور پھر بولا۔ ”ملاش کرو۔“

فیاض اور ڈینی نے اپنی پیالیاں رکھ دیں اور تصویریوں پر جھک پڑے۔ عمران بدستور چسکیاں لیتارہا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔ فیاض اور ڈینی البتہ بہت زیادہ متفکر نظر آرہے تھے۔

”ان میں سے تو کسی کی بھی پشت پر کچھ تحریر نہیں ہے۔“ فیاض نے کچھ دیر بعد کہا اور عمران اس طرح چوک پڑا جیسے کسی نے بہت زور سے اسے آواز دی ہو۔

”تو میں کیا کروں....!“ اس نے بڑی معصومیت سے کہا۔

”اوہ....!“ فیاض یک اچھل پڑا۔ ”تو وہ تم سے وہ تصویر چھین لے گیا۔“

”ہو سکتا ہے بھی ہوا ہو.... میں تو اس وقت دراصل یہ سوچ رہا تھا کہ دونیا کی آئس کریم میں اگر تھوڑا سا لیسوں بھی نچوڑ دیا جائے کیسی رہے گی۔“

”عمران سمجھ گی....!“

”ہاں مسٹر پیکا.... آرر.... یعنی کہ مسٹر و اس! آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ میں

نے اس آدمی کے متعلق پوچھا تھا جس نے مجھ پر حملہ کیا تھا....!“

”میں اس کے متعلق کیا عرض کر سکتا ہوں جناب! یہ پٹوٹے کے بعد انڈھیرا ہو گیا تھا!“

انڈھیرے ہی میں وہ داخل ہوا تھا.... آپ ہی کی طرح میں بھی اس کی شکل نہیں دیکھ سکا....!“

”میا وہ تصویر ہی لے گیا تھا۔“ فیاض نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

عمران نے اثبات میں سر ہلایا۔

”تم نے تصویر اچھی طرح دیکھی تھی۔“

”اچھی طرح دیکھی تھی....!“

”تب تو تم اس آدمی کو کہیں بھی بچپان لو گے جس کی تصویر تھی۔“

”ہیا بکواس شروع کر دی تم نے!“ فیاض بگز گیا۔  
”گھو نگھٹ میں ڈاڑھی بلے!“ عمران کروں جھٹک کر بولا۔  
اور فیاض سمجھ گیا کہ اب وہ یہاں نہیں بیٹھنا چاہتا۔ اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”اچا  
مسڑوں! کل صبح پھر آپ کو تکلیف دی جائے گی۔“  
”کل شو ضرور ہو گا۔“ عمران بولا۔ ”آپ میریلین کا سوگ نہیں مناسکیں گے۔“ عمران نے  
ڈینی کو خاطب کیا۔  
”نہیں جتاب! میں کم از کم تین دن تک شو نہیں کر سکوں گا.... میریلین کسی بکری کے  
پچے کا نام نہیں تھا بلکہ وہ بھی....!“  
”ہام...!“ عمران نے یک بیک بلند آواز میں جھاہی لی اور آہستہ آہستہ منہ چلانے لگا۔ ڈینی  
چونکہ اس بلند باگ جھاہی کی وجہ سے اپنا جلد پورا نہیں کر سکا تھا اس نے وہ غصیل نظر وہی سے  
عمران کی طرف دیکھنے لگا۔  
”یہی بہتر ہو گا مسڑوں! کہ کل سر کس بندہ کیا جائے۔ اگر ہم صبح مجرم پر ہاتھ ڈال سکے تو  
یہ سوگ منانے سے بہتر ہو گا۔“ کیپیٹن فیاض نے کہا۔



دوسرے دن کیپیٹن فیاض نے میریلین کے ساتھی کو اپنے آفس میں طلب کیا۔ یہ ایک  
جو ان العر اور خوش شکل آدمی تھا۔ صحت بھی بڑی نہیں تھی۔ لیکن اس کی آنکھوں سے ایسی  
دیرانی ظاہر ہوتی تھی جیسے وہ اپنے بکنی کر کیلیں بیٹھن کو دفن کر کے آیا ہو۔  
”تمہارا کیا نام ہے...!“ فیاض نے اُسے گھوڑتے ہوئے کہا۔  
”لیموئیں برڈنٹ...!“ اس نے مردہ سی آواز میں جواب دیا۔  
”میریلین سے تمہارا کیا رشتہ تھا؟“  
”وہ میری کزن تھی۔“  
”جب اس نے تم سے شادی کرنے پر ناز خاص مدی ظاہر کی تھی تو اس سے کتنے دنوں تک  
نہیں ملے تھے۔“

”دیکھتے دراصل بات یہ ہے کہ مجھے اس آدمی کے متعلق یاد کرتا پڑے گا۔ جس نے تذکرہ  
چھیڑا تھا۔ چونکہ وہ مذکورہ میرے لئے غیر دلچسپ تھا اس لئے میں نے دھیان نہیں دیا تھا۔ خیر قدر  
خواہ کچھ ہو مگر اسے آپ لکھ لیجئے...!“

”ٹھہریے...!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ڈینی خاموش ہو گیا۔ عمران بوكھلائے ہوئے انداز  
میں جھیسیں ٹوٹے اگا بھر اس نے نوٹ بک تکالی اور فاؤ نشین پن سنپھال کر بیٹھ گیا۔

”ہاں... بولئے... کیا لکھو سوار ہے تھے؟“  
ڈینی نے ہمارت آمیز سکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”میں کہنا چاہتا تھا کہ قصہ خواہ کچھ ہواں  
حادثے میں گلوب سر کس والوں کا ہاتھ ضرور ہے۔!“

عمران نوٹ بک پر لکھنے لگا۔ پھر ڈینی کے خاموش ہوتے ہی بولا۔ ”اور کیا لکھوانا چاہتے ہیں؟“  
”کیپیٹن!“ ڈینی نے عمران کی طرف اشارہ کر کے فیاض سے کہا۔ ”میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ  
کیا چاہتے ہیں۔“

”میں یہ چاہتا ہوں۔“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”مکہ مجھے سر کس میں ملازمت مل  
جائے... ورنہ تجھ پنج یہاں میرے خاموش ہو جانے کے بعد صرف اُلو بولیں گے۔“

”آپ کیا کر سکیں گے۔“  
”جو کچھ نہ کر سکوں گا اس پر بھی صبر کر سکوں گا۔“ عمران نے پھر ٹھنڈی سانس لی۔  
”بھی مشورہ ہے کہ جو کچھ یہ کہیں وہی کیجیے!“ فیاض نے ڈینی سے کہا۔  
”اوہو! تو کیا آپ اس طرح تقیش کریں گے۔“

”غالباً!“ فیاض نے جواب دیا۔  
”اوہو...! تو میں انہیں مشورہ دوں گا کہ یہ گلوب سر کس میں ملازمت کریں۔“

”میں مجبور ہوں۔“ عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔  
”گلوب کے نام پر میرے ذہن میں کسی ایسے کانے آدمی کا تصور اُخہرتا ہے جس نے اپنے  
لڑکے کا نام نورالعین رکھا ہو اور دوسرے لڑکے کا نام نورالغین رکھ لینے کے بعد مطمئن ہو گیا کہ  
جملہ حقوق محفوظ ہو گئے ہیں۔“

”میں کیا عرض کر سکتا ہوں جناب! اگر یہ جرم مجھے سے سرزد ہوا ہو گا تو دنیا کی کوئی قوت مجھے نہ پچاسکے گی۔“

”اوہ ہو.... تم یہ کیوں سمجھ رہے ہو کہ میں تمہیں چافی دلوانے پر تلا بیٹھا ہوں۔“

”میں یہ نہیں سمجھا جناب!... مگر حالات میرے موافقت میں نہیں ہیں۔“

”اس کا حلقة احباب تو کافی و سمع رہا گا۔“

”مدد و تھا جناب! اوہ اپنا وقت نہیں بر باد کرتی تھی اسے اپنے فن کے مظاہرے کا بڑا شوق تھا اور وہ اپنا زیادہ تر وقت مختلف قسم کی مشقیں بھم پچانے میں صرف کرتی تھی۔“

”پچھے نہ کچھ دوست تور ہے ہی ہوں گے۔“

”دوست نہیں! ملے والے کہنے اور وہ سر کس میں کام کرنے والے ہی ہو سکتے ہیں۔“

”بھی کسی ایک دوست نے دوسرے دوست کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی بھی کی تھی۔“

”میں سمجھ رہا ہوں آپ جو کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں! لیکن میرے علم میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے۔“

”کسی ایسے ملنے والے کا نام بتاؤ جس سے وہ نسبتاً زیادہ منوس رہی ہو! یادہ ٹھے والا ہی اس کے زیادہ قریب ہونے کی کوشش کرتا رہا ہو۔“

”سر کس کا ہر جوان آدمی اور ایک ایک تماثلی ایسے آدمیوں کی نہرست میں آسکتا ہے جنہوں نے اس سے قریب ہونے کی کوشش کی ہو۔“

”پچھے دیر کے لئے فیاض خاموش ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب کس زاویے سے آغاز کرے۔ دفعتاں نے کہا۔“ میر بیٹیں کو تصویریں جمع کرنے کا شوق تھا۔“

”جی ہاں... بہت زیادہ... اکثر بعض نئے ملنے والوں سے بھی ان کی تصاویر کی فرمائش کر بیٹھتی تھی۔“

”اوہ وہ تصویریں کا مجموعہ دوسروں کو بھی دکھاتی رہی ہو گی۔“

”جی ہاں بالکل اسی بیچے کی طرح جس نے بہت سارے خوش رنگ پھر جمع کر رکھے ہوں۔“

”دراصل اس کے مزاج میں بچکانہ پن بھی بہت زیادہ تھا۔ جس کی بنا پر اکثر لوگ غلط فہمی میں بھی جلتا ہو جایا کرتے تھے۔“

ایک بے جاں سی مسکراہٹ اس کے ہوننوں پر نظر آئی اور اس نے کہا۔ ”میں اسے بہت پسند کرتا تھا! لیکن شادی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا تھا۔“ وہ میری کزن تھی۔ میرے پچھا کی لوکی بس اتنا ہی رشتہ تھا اور شاید یہ رشتہ اس سے آگے کبھی نہ بڑھ سکتا۔“

”آنچھا تو وہ کسی اور سے کورٹ میرچ کر رہی تھی۔“

”مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے...!“

”حقیقت...! لڑکے... حقیقت...!“ فیاض میر پر ہاتھ مار کر بولا۔

”میں حقیقت ہی عرض کر رہا ہوں جناب!“ اس نے مضھل آواز میں کہا۔ لیکن اس کی آنکھیں بدستور دیران رہیں۔ حالانکہ فیاض کا پہ سوال انتباہ آمیر تھا۔ پھر یہی بات ہو سکی تھی کہ اس نے اس سوال پر دھیان ہی نہیں دیا تھا ورنہ ان سپاٹ آنکھوں میں بے چینی کی لمبیں ضرور نظر آتیں۔ فیاض نے بھی اس کی آنکھوں پر خصوصیت سے نظر رکھی لیکن ابھی تک وہ معمول ہی پر رہی تھیں! وہ چند لمحے اسے گھور تارہ پھر بولا۔ ”دیکھو پوٹ مارٹم کی روپورٹ ہی تمہارے لئے کافی ہو گی۔“

”اب جو کچھ بھی ہو جناب!... ہمارے پیشے میں موت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ خود میری ہی نظرؤں میں درجنوں افراد ایسے گزرے ہیں جنہیں جھوٹے گر کر اپنی ریڑھ کی بندی کا مام کرنا پڑا تھا یا پھر وہ ماتم کے قابل ہی نہیں رہ گئے تھے۔“

اس سوال کے جواب پر فیاض کو بڑا غصہ آیا تھا۔ لیکن اس نے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ چند لمحے اس نے پھر اسے گھورتے رہنے میں صرف کئے اس کے بعد بولا۔ ”پوٹ مارٹم کی روپورٹ ایک ایسی سوئی کی کہانی سناتی ہے جو مرنے والی کے سینے سے نکالی گئی تھی اور یہ سول اتنی زبردی نیتی ثابت ہوتی ہے کہ آدمی کو چھین کی شکایت کرنے کا موقعہ نہیں مل سکتا۔“

فیاض کو اس کی سپاٹ آنکھوں میں پچھے تبدیلیاں نظر آئیں مگر یہ تبدیلیاں خوف کی طرف اشارہ نہیں کرتی تھیں بلکہ انہیں خاص حیرت کی لمبیں کہا جا سکتا ہے۔ اس نے دو تین بار بلکہ جھپکا کیں اور پھر بڑا یا۔

”یقیناً یہ چیز میرے خلاف جا سکتی ہے۔“

”پھر...!“ فیاض کی آواز میں چیخ تھا۔

”کیوں کہ میری موجودگی ہی میں اس نے اس تصویر کی پشت پر وہ جملہ تحریر کیا تھا۔“

”کس نے؟“

”میریلین نے...!“

”ایسا بک رہے ہو...!“

”جی...!“ وہ چونکہ پڑا۔

”وہ تحریر میریلین کے ہاتھ کی تھی۔“

”جی ہاں... جناب! اس نے میری موجودگی میں اس کی پشت پر لکھا تھا... میں نے اس سے پوچھا تھا کہ وہ تصویر کس کی تھی لیکن کوئی جواب دینے کی سماں نے اس کی پشت پر لکھا شروع کر دیا تھا... میں نے بھی اس سے کچھ نہیں پوچھا تھا۔“

”لیکن اس تصویر کے متعلق الجھن میں ضرور بتلا ہو گئے ہو گے۔“

”قدرتی بات ہے... مگر وہ قتی طور پر... حقیقتاً میں نے اس تصویر کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔“

”کیوں؟ کیا وہ ایک عجیب و غریب تصویر نہیں تھی۔ فرض کرو تم اپنی ایسی کوئی تصویر بواستے ہو تو...!“

”مجھ سے بھی ابھی حماقت سرزد ہو سکتی ہے۔“ وہ مسکرا لیا۔

”مجھے افسوس ہے کہ تم اس وقت تک حرast میں رہو گے جب تک کہ اصلی جرم ہاتھ نہ لگے۔“

”محوری ہے جناب! میں آپکو کسی طرح بھی یقین نہیں دلا سکوں گا کہ یہ جرم میں نے نہیں کیا۔“

فیاض نے میز پر رکھی ہوئی گھٹٹی کاٹنے والی اور ایک سادہ لمباں والا کمرہ میں داخل ہوا فیاض

نے قیدی کو لے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے ایک فائیل کھول لی۔

”وہ الجھن میں پڑ گیا تھا دراصل اس نے نئی رائے قائم کی تھی کہ میریلین کا قتل رقات ہی کا

نتیجہ ہو سکتا ہے... اور وہی تصویر اس رائے کی محک معلوم ہوتی تھی۔ لیکن وہ تحریر اگر میریلین

ہی کی تھی تو کئی نئے الجھاوے بھی پیدا ہو سکتے تھے۔



ڈنی و لسن اپنا نچلا ہونٹ چبارہا تھا۔ اس کی پیشانی پر سلوٹیں ابھری ہوئی تھیں اور انگلیوں  
میں دباؤ ہوا سگار بھج پکا تھا لیکن نہ سگار کا ہوش تھا ورنہ نچلے ہونٹ میں تکلیف کا اساس۔

”اچھا تو مجھے ان ہی لوگوں کے متعلق بتاؤ جو کبھی غلط فہمی میں بتلا ہوئے ہوں۔“  
”یہ بھی بہت مشکل ہو گا جناب! او یہے حقیقت تو صرف یہ ہے اکثر میں نے ہی غلط فہمی کرے  
امکانات کے متعلق سوچا ہے... لیکن دو ثقہ کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ کتنے لوگ غلط فہمی میں  
بتلا ہوئے ہوں گے۔“

”مجھے افسوس ہے کہ تم دو ثقہ کے ساتھ کچھ بھی نہیں کہہ سکتے... خیر تو اس کی تصادیر کا  
مجموعہ تم نے بھی دیکھا ہو گا۔“

”ہزاروں بار...!“

”کیا تم نے ان میں کبھی کوئی کالی تصویر بھی دیکھی تھی۔“

”کالی تصویر...!“ اس کی آنکھیں جرأت سے پہلی گئیں۔ ”یقیناً اس کے پاس ایک ایسی  
تصویر تھی۔“

”وہ تصویر کس کی تھی۔“

”میں کیا عرض کروں جناب! مجھے اس نے اس تصویر کے متعلق کبھی کچھ نہیں بتایا۔“

”اس کی پشت پر کوئی تحریر بھی تھی؟“ فیاض نے پوچھا۔

”جی ہاں... تحریر تھی۔“ اس نے ٹھنڈی سانس لی۔

”کیا...؟“

”کے ہمیشہ یار کھانا کہ میری محبت اتنی شدید نہیں ہوتی کہ میں اسے اپنی آن پر ترجیح دے سکوں۔“

فیاض نے ایک طویل سانس لی۔ اسے یقین ہو گیا کہ عمران نے اس تصویر کے سلسلے میں

اسے اندر ہرے میں رکھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن مقصد کیا تھا۔

”ہاں...!“ فیاض نے اسے پھر مخاطب کیا۔ ”کیا تم بتا سکو گے کہ وہ تصویر کس کی تھی۔“

”میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ اس نے مجھے اس تصویر کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔“

”چونکہ مجھے اس سے دلچسپی نہیں تھی اسی اسلئے میں نے اسے تانے پر کبھی جبور بھی نہیں کیا۔“

”مگر اس تحریر کے متعلق تو ہر ایک الجھن میں پڑ سکتا ہے...!“

”ہاں...! مگر میں نہیں۔“

”کیوں؟“

وجہ یہ تھی کہ شام کا اخبار اس کے سامنے میز پر موجود تھا جس میں میر ملین کی لاش کے متعلق بالکل تازہ خبر پہلے ہی صفحے پر دیکھی جاسکتی تھی۔ اس میں ایک ایسی سوتی کا تذکرہ تھا جو پوسٹ مارٹم کے دوران میں مرنے والی کے بینے سے برآمد ہوئی تھی... اس زہر ملی سوتی کو اخبار والوں نے موت کی سوتی قرار دیا تھا... اور پولیس کی بے بی کا مشکلہ اڑاتے ہوئے ظاہر کیا تھا کہ اس سال کا سب سے بڑا کیس بھی لازمی طور پر فائلوں ہی کی نظر ہو جائے گا۔ ڈینی نے اس کے بعد پھر کوئی خبر نہیں پڑھی تھی۔ صرف سوچتا رہا تھا۔

دفعاتچہ ڈینی اسی چوتھا نمبر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں بھی شام کا وہی اخبار تھا جو ڈینی کے سامنے پڑا ہوا تھا... اس نے وہ اخبار میز پر رکھ کر کسی کار قعہ بھی ڈینی کی طرف بڑھا دیا۔  
”کس نے دیا ہے؟“ ڈینی نے پوچھا۔

”رُنگ ماشر نے جتاب!“ چپڑاں نے کہا اور پچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔  
”جتاب عالی!“ رُنگے میں تحریر تھا۔ ”میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس اعلان کا کیا مطلب ہے۔ اگر یہ اعلان آپ کی طرف سے شائع کرایا گیا ہے تو ہمیں بھی پہلے ہی سے باخبر ہونا چاہئے تھا... پھر میں یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس ثریجڈی کے دوسرا ہی دن شو کرنے میں کون سی عقل مندی پہنچا ہے۔ اس سلسلے میں نہ تولاز میں کو آپ سے ہمدردی ہو سکتی ہے اور نہ تماشائیوں کو... سچھ تجھب نہیں کہ آپ کو کسی بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑے... اور پھر یہ ڈیوک آف ڈھمپ کون ہے جو اپنے کمالات دکھائے گا... ملاز میں جلد اس کی وضاحت چاہتے ہیں! تاخیر آپ کے لئے مضر ہو گی میں اپنا فرض سمجھ کر آپ کو آگاہ کر رہا ہوں۔“

ڈینی نے رُنگ رکھ کر پیپر دیٹ سے دبادیا اور اخبار کے صفحات اتنے لگا اور پھر اسے وہ اعلان مل ہی گیا۔

## ”مفت بالکل مفت!“

آج آٹھ بجے شب سے نوبجے تک ڈیوک آف ڈھمپ کے کمالات مفت دیکھتے پیکاک سرکس کی غنی دنیافت ڈیوک آف ڈھمپ۔ پہلی بار مظاہر عام پر... کمالات کا پہلا مظاہرہ مفت... داطلے پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ اگر پنڈال ناکافی ہوا تو قاتمیں کھول دی جائیں گی... زیادہ سے زیادہ تعداد میں تشریف لائیے۔“

ڈینی نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ یہ اس کی تباہی کا سامان تھا... کچھ دیر تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا پھر چپڑاں سے بولا۔ ”رُنگ ماشر کو بھیج دو۔“ پھر اس نے فون پر کیپشن فیاض نکل کر نمبر ڈیائل کرے۔

”ہیلو...!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”میں ڈینی ہوں جتاب!“ ڈینی نے بھراہی ہوئی آواز میں کہا۔ ”یہ آپ لوگوں نے کیا کیا۔ میر اشارہ اس اعلان کی طرف ہے جو ”نی روشنی“ کی تازہ اشاعت میں نظر آ رہا ہے۔“

”ہا...!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”مجھے علم ہے! تمہارے لئے ایک نی مصیبت کھڑی ہو گئی ہے لیکن تمہیں اس کا مقابلہ کرنا ہے۔ بس تھوڑی سی محنت کرنا پڑے گی۔“

”لیکن آخر ایسا کیوں کیا گیا ہے جتاب! کتنی بڑی بدناہی کی بات ہے۔ سرکس میں کام کرنے والے مجھ سے خفا ہو گئے ہیں اور ہر ہر تال کر دینے کی دلکشیاں دے رہے ہیں۔“

”انہیں سمجھانے کی کوشش کرو کہ یہ گلوب سرکس والوں کی حرکت ہے۔“

”اوہ...!“ ”اور اس اعلان کے خلاف ایک روپورٹ درج کراؤ۔“

”مگر ان لوگوں کے لئے کیا کروں گا جو اس اعلان پر یہاں چلے آئیں گے۔“

”پنڈال کے چاروں طرف باہر لاڈا ٹیکٹ کے ہارن فٹ کراؤ اور اس پر رابر اعلان کراتے رہو کہ یہ اعلان کسی دشمن کی طرف سے شائع کرایا گیا ہے۔ ہم تو میر ملین کا سوگ منازبے ہیں

ہمارے یہاں تین دن تک کسی قسم کا روگرام نہیں ہو گا۔“

”بہت بہتر جتاب!“ ڈینی کی آواز کا پر رہی تھی... دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ کچھ دیر بعد رُنگ ماشر دفتر میں داخل ہوا... یہ ایک پستہ قداوز کھیلے جسم کا دھیڑ غر آدمی تھا۔

”بیٹھ جاؤ...!“ ڈینی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

ڈینی چند لمحے سے خاموشی سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”کیا تم لوگ مجھے اتنا ہی برآدمی سمجھتے ہوئے؟“

”اوہ... تو کیا وہ اعلان...!“ رُنگ ماشر چونک پڑا۔

”وہ میری طرف سے نہیں شائع کرایا گیا۔ گلوب والے ہر طرح سے ذلیل کرنے کی کوشش ہے ہیں... میرے خدا... اب کیا ہو گا۔ شاید میں آج ہی برآمد ہو جاؤں۔“

”مجھے یاد آگیا ہے کہ میں نے کالی تصویر کا تذکرہ کیاں ساختا۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔  
ڈینی کی بھنوں تین لیکن اور اس نے زیر یہ لبجھ میں کہا۔ ”میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ  
آپ کس فلم کے آدمی ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔“

”اوہ.... میں دراصل بہت غم زدہ آدمی ہوں.... اور صرف رونار لانا چاہتا ہوں...!“  
”جی ہاں.... یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں.... اور آپ کی یہ خواہش بے آسانی پوری ہو سکتی  
ہے۔ بشرطیکہ آپ آج سات بجے یہاں تک آنے کی زحمت گوار افرمائیں۔“

”مگر شاید آج میں اپنے کمالات کا مظاہرہ نہ کر سکوں۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔  
”میرے لئے یہ طوفان بد تمیزی بے حد تکلیف دہ ہو گا جناب!“

”کمالی تصویر کی بات کرو۔“

”آپ یہاں تشریف لا یجے۔“

”میں بھی اسی ہنگامے کے وقت پہنچوں گا۔“

”آپ کا عہدہ کیا ہے جناب! معاف کیجئے گا یہ سوال پچھے ہے ہو وہ سا ہے۔ مگر پھر بھی  
چادرت کر رہا ہوں۔“

”میں چوکر کا پیش کار ہوں۔“

”میں نہیں سمجھا....!“

”تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟“

”قصور تو میرے مقدر کا ہے۔“

ڈینی نے ریسیور کھو دیا کیونکہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا۔

وہ ایک بار پھر اخبارا لئے لگا لیکن اب اسے اس اعلان سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ وہ تو  
dra صل میر ملین کی لاش میں پائی جانے والی سوتی کے بارے میں سوچ رہا تھا اور اس سے تعلق  
رکھے والی خبر کو اب تک کمی بار دہرا چکا تھا.... مگر حیرت تھی کہ اس پر اسرار تصویر کا تذکرہ کیوں  
نہیں کیا گیا تھا جو انتہائی دیدہ دلیری کے ساتھ پولیس افسروں سے چھین لی گئی تھی۔

کالی تصویر.... وہ اس کے لئے ایک مستحق الجھن! اسے افسوس تھا کہ پچھلی رات اس نے

اکی کاتذکرہ کیوں چھیڑا تھا۔

”نہیں جتاب ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہمیں پار مددی سے اس طوفان کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ پولیس کو  
، پورٹ سچے امداد کے لئے درخواست کیجئے۔ ورنہ تماشا یوں کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔“

”پندال کے چاروں طرف ہارن فٹ کراؤ....!“ ڈینی نے کہا ”اور برابر اعلان کرتے رہو  
کہ یہ کسی دشمن کی حرکت ہے۔ ہم تین دن تک میر ملین کا سوگ متائیں گے۔“

”بہت بہتر جناب! آپ یقین کیجئے کہ اب گلوب والوں کی موت کے دن قریب آگئے ہیں۔  
میں دیکھوں گا کہ کتنا دام ہے ان میں۔“

”نہیں.... میں کمیہ پن میں جہارڈی کا مقابلہ نہ ہو سکوں گا۔“

”جہارڈی....!“ رنگ ماشر بر اسمانہ بنا کر بولا۔ ”میں دیکھوں گا کہ جہارڈی کتنا کمینہ ہے۔“

”نہیں.... ماشر! ہم کوئی غیر قانونی حرکت نہیں کریں گے۔“

”آپ کی شخصیت اس سے الگ ہی رہے گی۔“

”نہیں میں اپنے کسی ساتھی کو بھی غلط راستوں پر دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ ہم ان لوگوں سے  
قانونی زور آزمائی کریں گے۔“

”اچھا تو ہمیں جلدی کرنی چاہئے۔“ رنگ ماشر اٹھ گیا۔

”اس حلکے کے پولیس اسٹشن پر پورٹ بھی درج کراؤ۔“ ڈینی نے کہا۔

”بہت بہتر جناب۔“ رنگ ماشر نے کہا اور باہر چلا گیا۔

ڈینی کے پیڑے پر تکڑ کے آثار تھے اور وہ آہستہ آہستہ اپنالیاں گال کھمارہا تھا۔ باہم آنکھ  
بند ہو گئی تھی۔

دفعتاون کی کھنثی بھی.... اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

”بھیلو....!“ دوسری طرف سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

”لیں، اٹ اڑ ڈینی....!“

”ٹینی نہیں!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”وہ جس کی دم پر پیسہ ہوتا ہے۔“

”کون ہے؟“ ڈینی بر اسمانہ بنا کر غریبا۔

”ڈیوک آف ڈھمپ....!“

”اوہ.... فرمائیے۔“ ڈینی بر اسمانہ بنا کر بولا۔



عمران اور کیپٹن فیاض سڑکیں ناپر ہے تھے۔ سورج ابھی بھی غروب ہوا تھا۔

”کیوں خواہ مخواہ مجھے تھکاتے پھر ہے ہو۔“ فیاض بربادیاں

”پیدل چلنے سے معدہ ہضم ہو جاتا ہے... معدہ... نہیں... خیر... کچھ نہ کچھ تو ضرور ہو گا۔“

”میں کہتا ہوں! کہاں چل رہے ہو۔“ فیاض جلا گیا۔

”فی الحال ہم سڑک پر چل رہے ہیں۔“

”عمران....! میں تمہیں بینا شروع کر دوں گا۔“

”بڑا مزہ آئے گا سوپر فیاض.... آج یہ تجربہ بھی سہی!“

”جہاں چلنا ہو مجھے بتاؤ۔ میں نیکی کرلوں...!“ فیاض نے عنصیلی آواز میں کہا۔

”لیا کرو گے تم! ابھی حال ہی میں شادی بھی کر چکے ہو۔“

”چھاچھلو!...!“ فیاض گروں بھنک کر بولا۔ میں بھی دیکھوں گا کہ تم کتنا پیدل چل سکتے ہو۔“

”اوھر تھکا اوھر تمہاری بیٹھ پر... غم غم غم!...!“

اس طرح عمران اسے پیکاک سر کس تک پیدل لے آیا۔ یہاں میدان سے سڑک تک سر ہی سر دکھائی دے رہے تھے اور سر کس کے پنڈال کا مانیکر و فون برابر جیچ رہا تھا۔ ”بھایو! ہم اپنی بہترین فنکار میریلین کا سوگ منار ہے ہیں! ہمارے اسی دشمن نے یہ شوشہ بھی چھوڑا ہو گا جو میریلین کی موت کا باعث بناتا ہے۔ ہم تین دن تک سوگ منائیں گے.... بھایو!...!“

”کیسی مصیبت میں پھنسا دیا تم نے بیچاروں کو...!“ فیاض بربادیاں

”اڑے تو تم نے روکا کیوں نہیں تھا مجھے!...!“ عمران شکایت آمیز لہجے میں بولا۔ ”تم جانتے ہو کہ میرا دماغ آج کل ریڈ یو بنگستان کی قوالیاں سن سن کر بہت کمزور ہو گیا ہے۔“

”میں کہاں سے یہ بیال لے بیٹھتا ہوں۔“ فیاض نے بڑا سامنہ بنا کر کہا۔

”لیا و بیال....!“

”تم و بیال ہو...!“

”یار ارو ڈیکھو! اے و بیال نہیں بول کہتے ہیں۔“

”میں کہتا ہوں تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔“

”اڑے تو کیا گود میں اٹھا کر لایا تھا۔ اگر نہیں آنا چاہتے تھے تو انکار کر دیتے!“

فیاض دانت پیش کر رہ گیا۔ کسی پلک مقام پر وہ عمران سے ڈرتاہی رہتا تھا پتہ نہیں کہ اور کس کے سامنے کیا کہہ بیٹھے....!

کچھ دیر تک کوئی مانیکر و فون پر حلق چھاڑتا رہا پھر بھیڑ چھٹنے لگی۔ پانچ چھ کا نیشنل بھی اس بھیڑ میں نظر آ رہے تھے مگر عضوِ معظم کی طرح! اتنے بڑے مجھے پر اثر انداز ہونا بھی کھیل نہیں تھا اگر مانیکر و فون کی جیچ دھاڑ بروقت نہ شروع ہوتی تو پنڈال کے پر پچے اڑ جاتے۔ کچھ دیر بعد میدان خالی ہو گیا۔ بہت تھوڑے سے افراد نہیں کہیں رک گئے تھے اور غالباً وہ اسی مسئلے پر بحث کر رہے تھے۔

عمران ڈینی کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔ فیاض کو بہر خال اس کا ساتھ دیا تھا۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ دل ہی دل میں اس نے عمران کو ہزاروں سلواتس سناؤں ہوں۔

عمران نے اجازت لئے بغیر پیچ ہٹائی اور اندر داخل ہو گیا۔ یہاں ڈینی ایک دوسرے پوری شین سے جھگڑ رہا تھا۔ یوں ہوئے دونوں کی آوازیں بلند ہو جاتی تھیں۔

و دوسرے اور پوری شین درازِ قد اور بہترین تم کے کسرتی جسم کا مالک تھا۔ چہرے پر بھوری فرشت کٹ ڈاڑھی تھی۔ اس کی آواز بھی ڈینی کی آواز پر بھاری پڑتی تھی وہ کہہ رہا تھا۔ ”تم دغا باز ہو تم جھوٹے ہو۔ تم نے مجھے بدnam کرنے کے لئے یہ جاں پھیلایا ہے۔“

”یہ تو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ میں نے تمہارے لئے جاں پھیلایا ہے یا تم نے میرے لئے۔“

”تمہارے پاس کیا بیوٹ ہے؟ ڈاڑھی والا فریاد۔“

”کچھ بھی نہیں....!“ ڈینی نے لاپرواٹی سے کہا پھر سنبھل کر بولا۔ ”میرے آدمیوں نے کسی کا نام نہیں لیا تھا۔ تم کیوں دوڑے آئے ہو اگر تمہارے ہاتھ ملوٹ نہیں تھے....!“

”خاموش رہو...!“ ڈاڑھی والا گرجا۔

عمران نے مڑ کر ہاتھ کے اشارے سے فیاض کو بہر ہی ٹھہر نے کے لئے کہا۔ عمران اتنی آہنگی سے داخل ہوا تھا کہ دونوں ہی اب تک اس کی موجودگی سے بے خبر رہے تھے۔

دفعتاً عمران نے اپنے حلق سے ہلکی سی آواز نکالی.... اور وہ دونوں چوک کر اس کی طرف دیکھنے لگے.... عمران کے چہرے پر حمافت طاری تھی.... ڈینی نے کچھ کہنے کے لئے ہوت

کھولے ہی تھے کہ عمران حلدی سے جھک کر بولا۔  
”چائے لاوں جتاب۔“  
”نن... نہیں...!“ ڈینی بوکھلا گیا۔  
ڈاڑھی والا پھر ڈینی کی طرف متوجہ ہو کر گرنے لگا۔ تمہارے تمام آدمی کہتے پھر رہے ہیں کہ میریلین کی موت میں جرہارڈی کاہاتھ ہے۔ لہذا اس وقت بھی جو کچھ ہوا ہے اس کے لئے بھی جرہارڈی ہی بدنام ہو گا۔ تمہیں شرم آنی چاہئے...!  
”تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے...!“ ڈینی غریا۔ ”اگر وہ کہتے ہیں تو مجھ پر اس کی ذمہ داری کیسے عائد ہو سکتی ہے۔“  
”خیر.... میں بھی دیکھوں گا!“ ڈاڑھی والا کرسی کھسکا کر اٹھتا ہوا بولا۔ ”ایے طوفان میں نے کمی دیکھے میں ان سے پنسنا بھی جانتا ہوں۔“  
وہ باہر نکلا چلا گیا۔ عمران نے اپنے شانوں کو جبش دی اور احمقانہ انداز میں مسکرانے لگا۔  
”جرہارڈی! گلوب کاماک!...!“ ڈینی آہستہ سے بولا۔  
دفعۂ جرہارڈی پھر پلٹ آیا۔ اب وہ عمران اور ڈینی کو باری باری گھور رہا تھا۔  
پھر اچانک وہ ڈینی کو گھونسہ دکھا کر بولا۔ ”میں سمجھتا ہوں تمہاری چالیں اور تم اس لڑکی کے قتل کا الزمہ میرے سر تھوپنا چاہتے ہو۔ میں نے دیکھ لیا ہے کہ ایک بڑا افسر باہر موجود ہے... اور اس نے یقینی طور پر ہماری گفتگو سنی ہے! تم زبردستی مجھے گھیرنا چاہتے ہو... خیر... خیر... دیکھا جائے گا... تم سے جو کچھ بھی ہو سکے اس میں کمی نہ کرو۔“  
”تم جا سکتے ہو...!“ ڈینی حلچ پھاڑ کر چیخا۔  
اور جرہارڈی بڑی تیزی سے دروازے میں مر گیا۔  
ڈینی کانپ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں... شاید غصے کی وجہ سے اب اسے زبان ہلانے میں بھی دشواری محسوس ہو رہی تھی ویسے چہرے سے تو یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔  
عمران اسے ٹوٹ لئے والی نظر وہ سے دیکھ رہا تھا۔  
اچانک کیپن فیاض اندر آگیا اور سب سے پہلے اس کی نظر ڈینی ہی پر پڑی۔ ڈینی اسے دیکھتے

ہی کھڑا ہو گیا۔  
فیاض نے عمران کی طرف دیکھا جو مسکی صورت بنائے ایک گوشے میں کھڑا تھا۔  
”وہ بہت غصے میں تھا!“ فیاض نے ڈینی سے کہا۔  
”ترشیف رکھئے جتاب! جی ہاں وہ بہت غصے میں تھا۔“  
”وہ خود ہی آیا تھا یا تم نے اسے فون پر چھیڑا تھا۔“  
”میں ایسے کندہ ناتراش لوگوں کی طرف دیکھا بھی گواہ نہیں کرتا! ان سے گفتگو کیا کروں گا۔“  
”آپ بھی ترشیف رکھئے جتاب!“ ڈینی نے عمران سے کہا۔  
”کمالی تصویر! مسٹر پیکا!“  
”میر انعام ڈینی ولن ہے جتاب!“ ڈینی نے ناخوش گوار لمحے میں کہا۔  
”کمالی تصویر!“ عمران نے چھٹت کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔  
”وکھیے...!“ ڈینی فیاض کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”یہی اس وقت حرast میں تھا جب اس  
ہا معلوم حملہ اور نے اندر ہیرے میں تصویر پر ہاتھ صاف کیا تھا۔“  
”آہا ٹھہر دو...!“ فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”یہی کامیریلین سے کیا رشتہ تھا۔“  
”غائباؤہ اس کی کزن تھی۔“  
”ہاں... اچھا ٹھیک ہے۔ وہ اس وقت حرast ہی میں تھا... بھر!“  
”اس لئے یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ وہ حملہ آور یہی ہی رہا ہو گا۔“  
”یہ سوچنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔“  
”میں نے کمالی تصویروں کے سلسلے میں اس کا نام سناتھا۔“  
”یعنی کہ... واد... نہیں یہ تو قطعی غلط ہے۔“ عمران ایک کرسی کھیچ کر بیٹھتا ہوا بولا۔  
”میں یا غلط ہے؟“ ڈینی نے غصیلی آواز میں پوچھا۔  
”تم خواہ مخواہ اس شریف آدمی کو پھانسی دلوانا چاہتے ہو۔ بھلا کمالی تصویر سے اس کا کیا تعلق  
ہو سکتا ہے۔“  
”آپ سے گفتگو کرنے کے لئے نہ میں زبان رکھتا ہوں اور نہ آپ کی باقیں سمجھنے کے لئے  
”ماغ...!“ ڈینی نے خشک لمحہ میں کہا۔

”مکالی تصویرے متعلق تم نے کیا بتا تھا؟“ فیاض نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا  
”اسے غیر واضح تصاویر کھینچوںے کا نقطہ ہے۔“

”یہ بات تم نے پہلے کیون نہیں بتائی؟“

”مجھے یاد آئی تھی جتنا!“ ڈینی نے طولیں سانس لے کر کہا۔

”پھر تم نے اسے چھپایا کیوں تھا؟“ فیاض کے تیور بدلتے گئے۔

”اگر وہ آپ کی حرastت میں نہ ہوتا اور انہیہرے میں کسی نے تصویر چھینی ہوتی تو میں حتیٰ  
طور پر آپ کو اس سے آگاہ کر دیتا کہ وہ یہ میں برداشت کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔“

”کیا آپ نے اس قسم کی تصویریں اسکے پاس دیکھی تھیں۔“ عمران غیر متوقع طور پر بول اٹھا۔

”نہیں مجھے کبھی اتفاق نہیں ہوا۔“

”پھر آپ نے کیسے کہہ دیا۔“

”اوہ! میں نے بھی کسی سے سنائی تھا۔“

”کس سے سنائھا۔“

”سر کس ہی کی ایک لڑکی نے ایک بار بتایا تھا۔“

”کیا بتایا تھا...!“

”بھی کہ یہی کے الہم میں اس کی تقریباً نصف درجہ ایسی تصویریں ہیں جو مختلف زاویوں  
سے کھینچوائی گئی ہیں مگر سب پر چھائیاں معلوم ہوتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ایسی ہی تصویریں کھینچاتا ہے اور  
اپنے مداحوں کو بھیجتا ہے۔ اس کے پاس بہتری لڑکیوں کے خطوط آتے ہیں جو اس سے خطو  
کتابت جاری رکھنے کی اور اس کی تصویر حاصل کرنے کی خواہش مند ہوتی ہیں۔“

”اس لڑکی کا نام اور پتہ! جس سے یہ معلومات حاصل ہوئی ہیں!“ فیاض نے جیب سے نوٹ  
بک اور قلم نکالتے ہوئے کہا۔

”پسیکی ڈیوڈ سن.... ہمیں رہتی ہے۔ گیارہویں چھوٹداری میں۔“

فیاض نے نام نوٹ کر کے نوٹ بک بند کرتے ہوئے کہا۔ ”تم اس سے اس کا کوئی تذکرہ  
نہیں کرو گے۔“

”نہیں کروں گا۔“ ڈینی نے آکتا ہوئے لجھ میں کہا۔

”مگر تم نے جرہارڈی کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔“

”آپ نے دیکھا کہ وہ آپ کی موجودگی کا علم ہو جانے کے باوجود بھی بادلوں کی طرح گرج  
رہا تھا۔“

”ہاں میں نے سنائھا... تم اس کی فکر نہ کرو۔“

”تو کیا وہ اسی طرح یہاں آکر میری توہین کر تاہے گا۔“

”وہ تمہارا بخی معاملہ ہے۔ اس کے خلاف ازالہ حیثیت عربی کا دعویٰ دائر کر دو۔“

ڈینی کچھ نہ بولا۔ مگر شاید اسے فیاض کے جواب پر غصہ آگیا تھا۔ وہ اپنا ہونٹ دانتوں میں  
بائے بیخارا ہے۔

عمران نے فیاض کو اٹھ جانے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں کچھ کہے بغیر باہر نکل گئے۔ ڈینی نہیں  
ٹھیک نظروں سے گھور رہا تھا۔

### ۴

پسکی چھوٹے قد کی ایک گڑیاں ہوئی تھیں۔ ساتھیوں سے اس کے تعلقات اچھے تھے۔ ہنوز  
اورہ لزیریز تھی اسے صرف اسی وقت غصے میں ذیکھا جاسکتا تھا جب اسے چھینکیں آرہی ہوں!  
چھینکوں کے دورے اس پر اچاک پڑتے تھے اور پھر وہ چھینکتی ہی چلی جاتی تھی.... اور یہ نہ رکنے  
والہ چھینکیں اسے اکثر اتنا غصہ دلادیتی تھیں کہ وہ دوسروں کی موجودگی کی پرواہ کئے بغیر اپنے منہ  
پر چھپنے والہ ناشرد ع کر دیتی تھی۔

یہ دورے قطعی غیر متوقع ہوتے تھے۔ اس نے جب وہ شو کے لئے تیار ہونے لگتی تھی تو  
اسے ایسی دو ایسیں بھی استعمال کرنی پڑتی تھیں جو نزلے کی تحریک کو فوری طور پر روک سکیں۔  
ایسے جب وہ رے پر چھتری سنہجاتے ہوئے دوڑ لگاتی تھی تو یونچ کافی احتیاط سے جال پھیلایے  
ہاتے تھے کیونکہ کئی بار ایسا ہو چکا تھا کہ رے پر چلتے وقت چھینکوں کے دورے پڑنے تھے اور وہ  
کاپڑ کے مٹکے کی طرح یونچ مٹتے ہوئے جال پر آگری تھی.... وہ اس کی ایک بہت بڑی  
کاروری تھی لیکن تماشائی اس سے بھی محظوظ ہوتے تھے.... اور وہ لوگ جو اکثر پیاک سر کس  
کا شود کھینچ کے لئے آتے رہتے تھے خصوصیت سے پسکی کی چھینکوں کے منتظر رہتے تھے، مگر یہ  
بھل ضروری نہیں تھا کہ ہر شو میں اس پر دورے ہی پڑتے رہیں..... زیادہ تر ایسا ہوتا تھا کہ وہ

بہت سکون اور اطمینان کے ساتھ آپنا کام ختم کر لیتی تھی۔....!

آج تین دن کے بعد پھر اسے شو کے لئے تیاری کرنی تھی۔ لیکن یہ چھینگیں...! یہ بھی غمیت تھا کہ وہ شو سے پہلے ہی شروع ہو گئی تھیں۔ لیکن غصہ تو بہر حال آتا تھا۔ مگر وہ اپنے گاہوں پر تمپٹ نہ لگا سکی کیونکہ چھولداری کے باہر سرکس کا ایک نیافن کار کھڑا اندر آنے کے لئے اجازت طلب کر رہا تھا۔

”ابھی... نہیں...!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”چھین... میں چھین... چھین... چھین رہی ہوں...!“

”میں آپ کو چھینگے سے نہیں روکوں گا۔“ نئے فنکار نے کہا۔

اور پیکی کو اس پر شدید غصہ آیا کہ وہ چھینگنا بھول گئی۔ پتہ نہیں چھینکوں کی طرف سے تو جہ ہٹ جانے کی وجہ سے سکون ہو گیا تھا یادورہ ہی ختم ہو چکا تھا۔

پیکی نے ناک پر رومال رکھ کر نہنتوں کو اتنا مسلاک وہ سرخ ہو گئے۔ پھر ”شون شون“ کرتی ہوئی غصیلی آواز میں بولی۔ ”آجاو... آجاو... آجاو...“ تمہیں دوسروں پر رحم بھی آتا چاہئے۔ یہاں لوگوں کو مجھ سے ہمدردی ہے کوئی میر انداق نہیں اڑاتا۔

”مم... مجھے بھی... ہم... ہمدردی ہے۔“ وہ چھولداری میں داخل ہوتا ہوا ہکلایا۔

”کیا ہمدردی ہے...!“ پیکی اسے گھورتی رہی اس کے چہرے پر رہنے والی حماقت اسے اور زیادہ غصہ دلا رہی تھی... اس نے سوچا کہ آخر یہ ڈفر کون سا کار نامہ سر انجام دے گا۔ کیا کرے گا... مسکن کے مالک اور شجر ذینی ولسن نے اسے ہدایت دی تھی کہ وہ اس کے ساتھ ریبرسل کرے اور اسے اسی کے ساتھ کام کرنا ہو گا۔

”ریبرسل میں کیا ہو گا۔“ اس نے جھلا کر پوچھا۔

”تم سر کے مل کھڑی ہو جانا اور میں تمہاری کمر پر لا تین رسید کروں گا۔“

”کیا مطلب...!“

”ہاں ٹھیک ہے...!“ اس نے ایسے انداز میں سر ہلا کر کہا جیسے وہ پیکی کے کسی سوال کا جواب ہو۔

”تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔“

”نہیں...!“

”کس گدھے نے تمہیں ملازم رکھا ہے۔“

”مسٹر ذینی ولسن نے... وہ پنڈال میں موجود ہیں اور انہوں نے تمہیں ریبرسل کے لئے بلایا ہے۔“

”تم چھی بات ہے تو پھر ذینی ہی کا دماغ خراب ہو گیا ہو گا۔“

”پتہ نہیں میں نے انہیں ابھی ناک سے سگریٹ پیتے نہیں دیکھا۔“

”اچھا خاموش رہو۔“

اجنبی فن کار نے اپنے ہونٹ مضبوطی سے بند کر لئے۔

پیکی زرد رنگ کے ڈرینگ گاؤن میں بڑی حسین لگ رہی تھی ڈرینگ گاؤن کے نیچے سرکس کا مخصوص لباس تھا وہ پنڈال کی طرف روانہ ہو گئی...! احمد فنکار اس کے پیچے چل رہا تھا۔

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم کیا کر سکو گے...!“ پیکی نے مژکر پوچھا۔

”کمر پر لات رسید کر سکوں گا۔“ بڑی سعادت مندی سے جواب دیا گیا۔

”اگر اس قسم کی کوئی ریبرسل ہوئی تو میری لات ذینی کی کمر پر پڑے گی۔ مجھے ملازمت کی پرواہ نہیں ہے۔“

وہ پنڈال میں پہنچ گئے۔ لیکن یہاں سنا تھا۔ ذینی کہیں بھی نظر نہ آیا۔ پیکی غصے کے انداز میں اس کی طرف مڑی اور فنکار نے کہا۔ ”قہینا مسٹر ذینی ولسن بہت زیادہ پڑے ہوئے تھے۔ تمہی تو انہوں نے اس قسم کے ریبرسل کے لئے کہا تھا اور اب غائب ہی ہو گئے ہیں۔“

”جنم میں جائیں۔“ پیکی نے کہا۔ ”مجھے تو تھوڑی دیر مشق کرنی تھی اور تم تو بالکل یہ تو قوف آدمی معلوم ہوتے ہو آخر تمہیں کس لئے رکھا گیا ہے۔“

اس نے اپنی جیسوں سے لوہے کے دو گولے نکالے اور انہیں زمین پر ڈال دیا۔ پھر دیکھتے ہیں کہ کھڑک وہ ان گولوں پر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنے جسم کو تولتا رہا۔ پھر پیکی نے ایسا مظہر دیکھا کہ اس کی زبان لگک ہو گئی۔ وہ انہیں گولوں پر چاروں طرف دوڑتا پھر رہا تھا۔ اس طرح کہ

نہ اس کے پنجے زمین پر لگتے تھے اور نہ ایڑیاں۔

کسی طرف سے ڈینی بھی آگیا تھا اس کی آنکھیں بھی حریت سے بچل گئیں تھیں... احمد گلوں پر چلا ہوا پیکی کے قریب آیا اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے... اور پیکی اس کے ساتھ دوڑتی چل گئی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اسکینگ کر رہا ہو۔

”اپنا لبادہ اتار دو...!“ احمد نے اس کے ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا۔ ”اب ہم ریہر سل شروع کریں گے!“ پیکی پہلے ہی مرعوب ہو چکی تھی اس نے چپ چاپ لبادہ اتار دیا۔

اور پھر کچھ دیر بعد اسے ٹیک ٹیک لطف ہی آگیا! وہ ہاتھ کے بل احمد کے سر پر تی کھڑی تھی۔ اس کی ناٹکیں اور پر تھیں اور سر عمران کے سر سے ایک فٹ کے فاصلے پر تھا اور اس کا سارا ازور احمد کے ہاتھوں پر تھا... اور احمد رنگ میں چکراتا پھر رہا تھا۔ ڈینی کسی بٹ کی طرح ساکت تھا اور اس کی نظر اس کے پیروں پر تھی۔ وہ صرف اتنا ہی دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے پنجے ایڑیاں پر تو نہیں لگتے۔ وہ کافی جائے ہوئے ذہن کا آدمی تھا اس لئے وہ دھوکہ تو کھا ہی نہیں سکتا تھا۔ مگر اسے یہ کہنے کا موقع نہ مل سکا کہ احمد فکارا بھی کچا ہے۔ کچھ دیر بعد اس نے پیکی و زمین پر اتار دیا اور خود بھی گلوں پر سے اتر آیا۔

پیکی کافی رات گئے تک اس کے متعلق سوچتی رہی اور چونکہ میں ہی منٹ بہت زیادہ تھکا دینے والے تھے اس نے سونے میں بھی کوئی دشواری نہیں پیش آئی۔

وسری صبح خاصی خو شگوار تھی۔ اس نے بستر ہی پر ناشست کیا۔ ویسے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اس کا معمول ہی تھا کہ بستر سے اترے بغیر ناشست کرتی تھی۔ عادت نبڑی سکی مگر عادت ہی تھی۔ جسے ترک کر دینا اس کے بس سے باہر تھا۔

ٹھیک آنھے بجے احمد فن کار بڑی بے تکلفی سے چھولداری کا پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوا... اور اس پر پیکی کو غصہ بھی نہیں آیا کیونکہ وہ خود ہی اس سے ملنے کے لئے بے چین تھی۔

”رات تو ہم بہت شاندار رہے۔“ وہ مسکرا کر بولی۔

”میری ڈاڑھی کی وجہ سے...!“ احمد نے سنجیدگی سے کہا۔

”یہ کیا حماقت ہوئی...!“ پیکی بھی پڑی۔

”میرا خیال ہے کہ آج کے شومن ثم بھی ڈاڑھی لگایتا...!“

”کیا بکواس ہے...!“

”در اصل ڈاڑھی ہی مجھے بیٹھنے کر رہی تھی۔ ورنہ میں گر گیا ہوتا اور تمہاری بڈیاں بھی سرمد ہو گئی ہوتیں۔“

”میں تمہیں آج ڈاڑھی نہیں استعمال کرنے دوں گی۔ آخر یہ کیا خط ہے۔“

”بیس شوق ہے مجھے...!“

”تمہارا نام کیا ہے...!“

”عمران...!“

”نام تو اچھا ہے... مگر تم صوزت سے تو الوں معلوم ہوتے ہو۔“

”اچھی بات ہے...!“ عمران سر بلاؤ کر بولا۔ ”تم میری توہین کرتی رہو! میں بھی دیکھ لیوں گا... مگر... تم جانتی ہو کہ ہر آرٹسٹ کے ساتھ کوئی نہ کوئی خط ضرور ہوتا ہے... مثلاً یہی دیکھ لو کہ لیکی برڈنٹ کالی تصویریوں کے خط میں بتلا تھا... اب اُر میں ڈاڑھی...!“

”ٹھہر و کیا تم لیکی کو پہلے سے جانتے ہوئے۔“

”ہاں یقیناً... ہم دونوں شاداب نگر میں بہت دونوں تک ساتھ رہتے ہیں۔ مجھے اس سے

پیکی کے پنجے زمین پر لگتے تھے اور نہ ایڑیاں۔

گلوں پر چلا ہوا پیکی کے قریب آیا اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے... اور پیکی اس کے ساتھ دوڑتی چل گئی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اسکینگ کر رہا ہو۔

”اپنا لبادہ اتار دو...!“ احمد نے اس کے ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا۔ ”اب ہم ریہر سل شروع کریں گے!“ پیکی پہلے ہی مرعوب ہو چکی تھی اس نے چپ چاپ لبادہ اتار دیا۔

اور پھر کچھ دیر بعد اسے ٹیک ٹیک لطف ہی آگیا! وہ ہاتھ کے بل احمد کے سر پر تی کھڑی تھی۔ اس کی ناٹکیں اور پر تھیں اور سر عمران کے سر سے ایک فٹ کے فاصلے پر تھا اور اس کا سارا ازور احمد کے ہاتھوں پر تھا... اور احمد رنگ میں چکراتا پھر رہا تھا۔ ڈینی کسی بٹ کی طرح ساکت تھا اور اس کی نظر اس کے پیروں پر تھی۔ وہ صرف اتنا ہی دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے پنجے ایڑیاں پر تو نہیں لگتے۔ وہ کافی جائے ہوئے ذہن کا آدمی تھا اس لئے وہ دھوکہ تو کھا ہی نہیں سکتا تھا۔ مگر اسے یہ کہنے کا موقع نہ مل سکا کہ احمد فکارا بھی کچا ہے۔ کچھ دیر بعد اس نے پیکی و زمین پر اتار دیا اور خود بھی گلوں پر سے اتر آیا۔



پیکی کے لئے وہ رات حریت انگیز تھی۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں ہو چاہا کہ ”پیکاک سر کس میں کوئی خاص مقام حاصل کر سکے گی۔ ڈینی کا خیال بالکل صحیح لکھا تھا۔ گلوں پر چلنے والے کے ساتھ پہلے ہی مظاہرے نے اسے کہیں کا کہیں کا پہنچا دیا تھا۔“

مگر وہ احمد کے متعلق الجھن میں پڑ گئی تھی۔ کیونکہ وہ اپنی صحیح شکل، صورت میں تماشا یوں کے سامنے نہیں آیا تھا اور اسے یہ دیکھ کر حریت ہوئی تھی کہ وہ میک اپ بھی بہت اچھا کر لیتا تھا۔ اس کی چہرے پر فرق نہ کب ڈاڑھی تھی اور باریک موچھیں... آنکھوں پر ریملس فریم کی عینکاں حالانکہ اس مظاہرے کے سلسلے میں عینک کا استعمال مزید دشواریوں کی وجہ بھی بن سکتا تھا لیکن کیا مجال کہ عینک آنکھوں پر سے کھلکی بھی ہو۔ اس نے بڑی آسانی سے نیں منٹ تک اپنے فن کا مظاہرہ جاری رکھا تھا۔

”لو کیاں!“ عمران نے بُر اسامنہ بنا کر بُوچھا۔

”نہیں مرد...!“

”ہاا... ہو سکتا ہے تم میرے متعلق کہو! کیونکہ میں حقیقتاً...!“

”نہیں تم نہیں!“ پیکی جھنجھلا گئی۔ رفت اس کے پیسے کی جگہ خون بھا سکتا ہے۔“

”کون رفت...!“

”وہی جو شرود سے کشتی لڑتا ہے۔“

”اوہ... وہ سیاہ قام جبشی!“

”تم اسے جبشی کہہ رہے ہو۔ اس کے سینے میں بڑا پور نور دل ہے! وہ دوستوں کے لئے جان

بھی دے سکتا ہے۔ ہر وقت حاضر رہتا ہے۔“

”پھر اس نے لیبی کے لئے کیا کیا ہے؟“

”وہ سب کچھ کرے گا مگر قانون کی حدود میں رہ کر۔ لیبی کے فلفے کا سب سے زیادہ اثر اسی پر

ہوا ہے۔“

”ہوں...!“ عمران کسی سوچ میں پڑ گیا پھر ہنس کر بولا۔ ”اگر وہ اپنی تصویر کھینچوائے تو وہ

ویسے ہی کالی تصویر کھلائے گی۔“

”میں کہتی ہوں تم اس کا تذکرہ کیوں لے بیٹھے ہو۔“

”پتہ نہیں کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ ہر وقت دوسروں کے تذکرے میں کھویا رہا کروں۔“

”پہلے تم کہاں کام کرتے تھے...?“

”پہلے میں کام نہیں کرتا تھا بلکہ کام مجھے کرتا تھا۔“

”یعنی...! اب کیا بتاؤں شرم معلوم ہوتی ہے بہر حال میں اس سے پہلے کسی اچھی حالت

میں نہیں تھا۔“

”میں کیسے یقین کر لوں...!“

”کیوں...?“

”تمہارے ہاتھ کھر درے نہیں ہیں!“

عمران بوکھلا کر اپنے ہاتھ دیکھنے لگا اور ایسا منہ بنا لیا جیسے اس جملے کا مطلب سمجھنے کی کوشش

ہمدردی ہے۔“

”مگر پولیس نے اسے گرفتار کر لیا ہے۔“ پیکی نے تشویش کن لمحج میں کہا۔ ”مجھے بھی اس سے ہمدردی ہے۔ وہ بہت لکھا پڑھا اور فلسفی قسم کا آدمی ہے۔“

”ہائیں...!“ عمران نے حیرت سے کہا۔ ”یہ تو مجھے نہیں معلوم! شاداب مگر میں وہ صرف ایک کھلڈر والا کھانا۔“

”تم جانتے ہو کہ وہ کالی تصویریں کیوں کھینچوائاتھا۔“

”نہیں میں نہیں جانتا...! وہ تو میں نے ابھی حال ہی میں نہیں۔“

”کالی تصویریں وہ ان لڑکیوں کو بھیجا تھا جو اسے عشقی خطوط الہامی تھیں اور اس کی تصویر طلب کرتی تھیں۔“

عمران نے قہقهہ لگایا بالکل اسی انداز میں جیسے وہ اسے یو تو ف بنانے کی کوشش کر رہی ہوا یہ بہت بُری بات ہے۔ اچھا چلو میں یو تو ف ہی سہی! لیکن...!“

”میں تمہیں یو تو ف نہیں بنارہی...!“

”پھر کالی تصویریں کے متعلق غلط بیانی سے کیوں کام لے رہی ہو۔“

”میں تمہیں حقیقت بتارہی ہوں! وہ ویسے بھی فلسفیوں کی سی باتیں کرتا تھا! میری سمجھ میں تو بھی نہیں آئیں اس کی باتیں!“

”مگر وہ لڑکیوں کو کالی تصویریں کیوں بھیجا تھا۔“

”پتہ نہیں...! اس نے اسکے متعلق بھی سچھ نہیں بتایا! مگر تم اس کا تذکرہ کیوں لے بیٹھے ہو۔“

”وہ میرا دوست ہے...!“ عمران دردناک آواز میں بولا۔

”تو پھر کوشش کرو کہ وہ رہا ہو جائے۔ لیکن بہت اچھا آدمی ہے۔ یہاں کبھی کسی کو اس سے کوئی شکایت نہیں رہی۔ سب اس سے خوش تھے۔“

”ہو سکتا ہے...!“ عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ ”مگر مجھے یہاں اس کا کوئی ایسا دوست نہیں نظر آیا جو اس کے لئے جان کی بازی لگا سکے۔ اچھا آدمی تو وہی ہو سکتا ہے جس کے لئے دوسرے جان دینے سے بھی گریزنا کریں۔“

”ایسے لوگ بھی مل جائیں گے، جو اسے پوچھتے تھے!“ پیکی مسکرائی۔

کر رہا ہو!

”تم جھوٹے ہو! تم نے کبھی مفلوک الحالی کی زندگی نہیں بزرگی۔“

”میں کب کہتا ہوں.... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو کام میں پہلے کرتا تھا اس کا علی الاعلان اظہار بھی کر سکوں۔ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ میں فاتح کرتا رہا ہوں۔“

”اوہ نہ..... مجھے کیا؟“ پیکی نے لاپرواہی سے اپنے شانوں کو جینش دی۔

”ہاں.... وہ لڑکی میر میلين بھی..... لیمی سے محبت کرتی رہی ہو گی۔“ عمران نے کہا۔

”لیمی سے مجھے بھی بہت محبت ہے! لیکن اب تم اس تذکرے کو بیٹھ ختم کر دو...!“

عمران خاموش ہو گیا۔ وہ ایک طرف لگی ہوئی چھوٹی سی میز کی طرف دیکھ رہا تھا جس پر تین چار جاسوسی ناول پڑے ہوئے تھے۔

”مجھے بھی جاسوسی ناول بہت پسند ہیں!“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ ”کہاں کا لطف صرف انہیں میں ہوتا ہے۔“

”اے! میں تو خود بھی جاسوس ہو گئی ہوں! انہیں پڑھ پڑھ کر....!“ پیکی نہ کر بولی۔

”نہیں! میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا۔ تم اتنی ذہین ہو نہیں سکتی!“ عمران نے بہت برا سما منہ بنا کر کہا۔ لجھے میں حقارت تھی۔ پیکی یک لخت سرخ ہو گئی۔

”تم کیا سمجھتے ہو خود کو....!“ اس نے غصے کے لجھ میں کہا۔ ”جاڈا! کسی اور سے پوچھو کالی تصویروں کے متعلق! کسی کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہ ہو گا۔“

عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”اگر کسی کو علم نہیں ھاتا تو اس کا تذکرہ میری زبان پر کیسے آیا....!“

”تمہیں.... ماستر ڈینی سے معلوم ہوا ہو گا! اسے علم ہے اور میں نے ہی اسے بتایا تھا.... اور یہ بات بھی صرف میں ہی جانتی ہوں کہ رفت لیمی کے لئے جان بھی دے سکتا ہے اور کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ لیمی رفت کو منہ لگاتا ہو گا۔ کیونکہ رفت سے کبھی نفرت کرتے ہیں۔ اسے حقیر سمجھتے ہیں۔ ارے خود تم ہی اسے جذبی کہہ رہے تھے۔ سیاہ فام کہہ رہے تھے۔ تم! جو شاید اسی کی قوم اور مذہب سے تعلق رکھتے ہو۔“

”یہ تو صرف تہاری ہی دریافت ہے!“

”یقیناً....!“

”جب پھر تم ذہین ہی ہو گی۔“ عمران نے مایوسانہ لجھ میں کہا۔

”لے۔ تم کیسے آدمی ہو! کیوں خواہ مخواہ مجھے محضہ دلاتے ہو۔“

”میں کیسے یقین کروں کہ تم ذہین ہو! جبکہ خوبصورت لڑکیاں عموماً یوں قوف ہوتی ہیں۔“

”تم گدھے ہے ہو....!“ وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں چلتی۔

”گدھا ہوتا تاجر انہیں ہے جتنا غیر ذہین ہوتا.... اور ذہانت کا ذہنہ و رائپیٹا....!“

”تم آخر جاہتے کیا ہو....!“ وہ ہاتھی ہوئی بولی۔

”تمہاری ذہانت کا ثبوت....!“

”یعنی....!“

”تم نے ابھی کہا تھا کہ جاسوسی ناول پڑھ پڑھ کر تم خود بھی جاسوس بن گئی ہو! کیا تم تاکتی ہو کہ میر میلين کیسے مری....!“

”کیا تم نے اخبار میں نہیں پڑھا کہ اس کے سینے سے ایک زہریلی سوئی برآمد ہوئی تھی۔“

”میں نے پڑھا تھا! مگر.... پھر تم یہ بھی کہتی ہو کہ لیمی فرشتہ ہے۔“

”آہا....! تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ سوئی لیمی نے چھائی ہو گی۔“

”میں کیا ایک نہما سا پچھے بھی یہی سمجھے گا۔“ عمران نے جواب دیا۔

”صرف نہنے سے بچے ہی سمجھ سکتے ہیں!“ پیکی نے طنزیہ لجھ میں کہا۔

”بکھدار آدمی یہ سوچیں گے کہ لیمی یہ حرکت شو کے دوران میں نہیں کر سکتا۔ شاید کوئی احتق آدمی بھی ایسا نہ کرے.... کیونکہ اس طرح شبہ اس کے علاوہ اور کسی پر نہ کیا جا سکتا۔“

”ارے تو پھر وہ سوئی اس طرح اس کے جسم میں پہنچی....!“ عمران نے کہا۔

”تم جب جانتے ہی نہیں تو میری ذہانت کا امتحان کیا لو گے....!“

”باتوں.... باتیں کیا بخاری ہو!“

”اسی سویاں بلوپاپ میں رکھ کر پیشکی جاتی ہیں! شکار کرنے کا یہ طریقہ بہت پُرانا ہے اور افریقہ کے نیم وحشی باشندے آج بھی سویاں کی بجائے بانس کی نلکیوں میں زہر آلوں کاٹے استعمال کرتے ہیں۔!“

”چلو میں نے تسلیم کر لیا! مگر اسے ذہانت نہیں کہیں گے۔“

”ذہانت کی الیٰ تیسی اب تم خاموش رہو! ورنہ اچھان ہو گا۔“ پیکی پھر میزگئی۔

”ہلا.....!“ عمران نے تھہبہ لگای۔ ”بلوپاپ کا نزد کرہ جاسو سی ناولوں میں عام ہے! لیکن تمہیں شاید نہ معلوم ہو کہ زیادہ فاصلے سے بلوپاپ کا استعمال کار آمد نہیں ہوتا۔“

”یعنی...!“

”میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تماشا یوں کی گیلری... رنگ سے کافی دور ہے! وہاں سے بلوپاپ کا استعمال فضول ہی ہو گا۔“

”کیا تم کوئی سراغ رسائی ہو...!“ پیکی پلکیں جھپکاتی ہوئی بولی۔

”نہیں! مجھے بھی سراغ رسائی کا شوق ہے! مگر میں بے وقوف ہوں۔ پرانے سرے کا گدھا اسی لئے مجھے سر کس میں ملازamt کرنی پڑی ہے۔ ورنہ کسی بہت بڑے عہدے پر ہوتا۔“

”شکل ہی سے ظاہر ہے۔“ پیکی نہ پڑی۔ انداز میں تمسخر تھا۔

”تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔“

”تمہاری بات کا جواب....!“ پیکی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”سروری نہیں ہے کہ بلوپاپ تماشا یوں کی گیلری ہی سے استعمال کی جائے۔ رنگ سے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔“

”ہاں... تاکہ تماشا یوں بھی اسے استعمال ہوتے دیکھ سکیں۔“

”تم تو دماغ چاٹ جاتے ہو...!“ پیکی پھر جھلانی۔

”کچھ بھی ہو! اسی کے جواب پر تمہاری ذہانت کا انحصار ہے۔ ورنہ میں سفر اطا کے اس قول پر یقین کروں گا کہ حسین لڑکیاں عام طور پر یہ وقوف ہوتی ہیں۔“

”اڑے تم پیچارے سفر اطا کی ناگ کیوں کھینچ رہے ہو۔ اس نے کبھی ایسا نہ کہا ہو گا۔“

”تم نے سفر اطا کا وہ جاسو سی ناول پڑھا ہی ہوا گا جس میں اس نے کہا تھا....“

”تم جاہل ہو! سفر اطا کو جاسو سی ناولوں سے کیا سروکار؟“

”ابھی کل ہی میں اس کا ایک ناول پر اسرار بھری بونہ پڑھ رہا تھا جس میں اس نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ پیاز کی کاشت کے لئے نفیا تی تجربہ بہت ضروری ہے۔“

”اچھا بس خاموش رہو! تم خواہ مخواہ مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہے ہو...“

میری کھوپڑی میں اتنا مغز نہیں ہے کہ تم سے گفتگو کر سکوں۔“  
”اچھا... نانا....!“ عمران چھوڑداری سے نکل گیا۔



شام کو پھر عمران اسے مشق کے بہانے رنگ میں لایا۔ اس زمانے میں عمران میں اتنی زیادہ چلت پھرت بھی نہیں تھی کہ وہ محض فقروں سے کام نکال لیتا۔ آج کے ایکس نو اور اس زمانے کے عمران میں بڑا فرق تھا... اس وقت نہ اسے روزانہ نت نے کیس ملتے تھے اور نہ ہی وہ ایسے وسیکل رکھتا تھا کہ گھنبوں کے کام منتوں میں ہو جاتے۔

”میں جب بھی اس رنگ میں قدم رکھتا ہوں... میری روح فتا ہونے لگتی ہے۔“ اس نے پیکی سے کہا۔

”کیوں؟“

”اُف... فوہ! اڑا سوچو تو... چند روز پہلے یہاں اس جھولے سے ایک لاش نک رہی تھی۔“  
”اڑے! تم پھر وہی تذکرہ نکال بیٹھے۔ اب اسے ختم کرو۔ ورنہ میں تمہارے ساتھ کام کرنے سے انکار کر دوں گی۔“

”میں لیجی کورہا کرنا چاہتا ہوں۔“

”تم....!“ وہ اس کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر بولی۔ ”تمہاری شکل سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ابھی انگوٹھا چوتے ہوئے پالکے سے باہر آئے ہو۔“

”اوہ.... وکھو.... پیکی....!“ میں تمہاری شکل تبدیل کر سکتا ہوں۔ اپنی بھی کر سکتا ہوں! پھر کیوں نہ ہم جاسو سی ناولوں کے سراغ رسائی کی طرح میریلین کے قاتل کا پتہ لگائیں!“  
”ہاں... ہاں...!“ پیکی نے لاپرواں سے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ تمہیں میک اپ کرنا آتا ہے۔“

”پھر کیوں نہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں.... ہاں.... بولو....!“

”اڑے چھوڑو....!“ وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔ ”ہم قاتل کو کہاں تلاش کرتے پھریں گے۔“

”اڑے.... واد.... جیسے جاسو سی ناولوں میں بات میں بات نکلی چلی آتی ہے اسی طرح ہم بھی.... یعنی کہ ہاں!“ عمران نے بائیں آنکھ دبائی۔

”بھی نہیں....!“ وہ پر جوش لجھ میں بولی۔ بلکہ شاید وہ مخترے بھی نہ بتا سکیں کہ ان کے ساتھ کون کون تھا! وہ یہ جانے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کرتے کہ ان کے ساتھ کام کرنے والے کون ہیں! انہیں تو بس جلدی سے اپنا کام ختم کر کے بیڑ کی بو تکوں پر ٹوٹ ڈلنے کی فگر ہوتی ہے اور وہ یک ہوادیقی بات میں بات نکل آتی ہے!... کیا شہنائی کی شکل کا بلوپاپ نہیں ہو سکتا۔“

”تب پھر یقین کرو کہ بلوپاپ رنگ ہی سے استعمال کیا گیا ہو گا۔“

”مگر مختروں کی تعداد تو محدود ہو گی اور چند خاص ہی آدمی یہ روں ادا کرتے ہوں گے۔“

”ضروری نہیں ہے! نقابوں کی وجہ سے بعض اوقات دفتر کے گلرک بھی اس روں میں چل گئے ہیں!“

”ایک بار تو سرے سے سارے ہی مخترے بیمار پڑ گئے تھے اور ان کی جگہ بالکل ہی نے اور انہی آدمیوں نے کام کیا تھا۔ لیکن کوئی شونہ چھوڑنے والے تمہائی بھی کسی قسم کا فرق نہیں محسوس کر سکتے تھے۔“

”تب تو تمہارا خیال صحیح معلوم ہوتا ہے....!“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”اچھا تو اسی بات پر ہاتھ لاو....!“ پیکی نے عمران کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ”ہم قاتل کو ڈھونڈنے کا نئے کی مہم آج ہی سے شروع کر رہے ہیں!“

”مگر سنو! مختروں کا روں تو عام طور پر بونے ادا کرتے ہیں!“

”یہ بھی ضروری نہیں ہے! بونے تو صرف اپنے تدکی وجہ سے منکلے خیز معلوم ہوتے ہیں! اور رنگ میں اچھل کو دچانے والوں میں صرف بونے ہی نہیں ہوتے!“

”تب پھر ہم اس لائن پر کسی حد تک کام ضرور کر سکیں گے۔“ عمران نے خوش ہو کر کہا۔

”ویسے مجھے یقین ہے کہ یہ حرکت اپنے سر کس کے کسی آدمی کی نہیں ہو سکتی! کوئی باہر سے ہی آیا تھا! کوئی حاصل! کوئی حریص....!“

” غالباً تمہارا اشارہ جرہاڑی کی طرف ہے....!“ عمران نے مسکرا کر کہا۔

”اس اشیج پر کسی کا نام لینا حماقت ہی ہو گی۔“

”ارے تم بالکل سراغ رسانوں ہی کے سے انداز میں گنتگو کرنے لگیں....!“ عمران نے

”کہانی اور حقیقت میں برا فرق ہوتا ہے۔“

”حقیقت ہی کہانی نہیں ہے! تم کو شش تو کرو۔“

”میں بسیے کو شش کروں!“

”تم نے کہا تھا کہ رنگ میں بھی بلوپاپ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اب مثلاً ہی جھولا تھا جس پر میریلین کی لاش لئک رہی تھی اور یہاں رنگ سے بلوپاپ استعمال کرنے والے نے ہزاروں آدمیوں کی موجودگی کی پرواہ کے بغیر اسے موت کے گھاث اتار دیا ہو گا.... اور وہ ہزاروں آدمی جو صرف میریلین کو دیکھ رہے تھے اس کے قاتل کو نہ دیکھ سکے۔ لکھی عجیب بات ہے۔“

”قطیعی عجیب بات نہیں ہے۔!“ پیکی مسکرائی۔ ”اب تمہارے اس طرح بال کی کھال کھینچ پر اسے مار ڈالنے کا طریقہ میری سمجھ میں آ رہا ہے۔“

”نہیں آ سکتا....!“ عمران سر پلا کر بولا۔ ”تم اتنی ذہین نہیں ہو!“

”پھر وہی بکواس! میں کہتی ہوں یہیں رنگ سے اس پر حملہ کیا جا سکتا تھا! اس طرح کہ کسی کو کانوں کاں خبر نہ ہو....! حالات ہی ایسے تھے۔“

”کیسے حالات....!“

”جب وہ دونوں جھولے پر اپنے کمالات دکھارہ ہے تھے! یہاں نیچے چند مخترے بھی شہنائیں بجا بجا کر اچھل کو درہ ہے تھے.... ممکن ہے کہ انہیں میں شہنائی کی شکل کا کوئی بلوپاپ بھی نہ ہو۔“

”ہوں....!“ عمران نے بے دلی سے کہا۔ ”تب تو ان مختروں میں سے ایک کو ضرور پھانسی ہو سکے گی۔“

”لیکن اس مخترے کو پا جانا آسان کام نہ ہو گا۔“ پیکی مسکرائی۔

”کیوں؟“

”ان مختروں کے چہروں پر سفید نقابیں ہوتی ہیں جن پر طرح طرح کے نقش و نگار بنے ہوئے ہوتے ہیں! بہر حال ان نقابوں کی وجہ سے وہ پہچانے نہیں جاسکتے۔ اب اگر ان میں کوئی باہر کا آدمی بھی آگھے تو تم کیسے کہو گے کہ وہ اجنہی نہیں ہے۔“

”ہاں! یہ بات ہوئی ہے ذہانت کی....! اب تم ہی دیکھو کہ کیسے بات میں بات نکل آتی ہے۔“ عمران نے سر پلا کر کہا اور پیکی کی آنکھیں چکنے لگیں۔

خیرت ظاہر کی اور پیکی خیریہ انداز میں ہنسنے لگی۔  
 یک بیک عمران اچھل کر پیچھے بہت گیا۔ ایک بڑا ساچک دار خبر اس کے چہرے سے ایک بالشت  
 کے فاصلے پر گزرتا ہوا سامنے والی گلری میں جا پڑا تھا۔ پیکی کے ٹھنڈے سے ہلکی سی چین نکل گئی۔  
 اور پھر وہ بے تحاشہ اس طرف دوڑتی چلی گئی جدھر سے خبر آیا تھا۔  
 ”اور... ہپ! او... سنو... ٹھہرو...!“ عمران ہکلا تاہو اُس کے پیچے دوڑا۔

گلری کے درمیان سے ایک راستہ پنڈال کے باہر جاتا تھا۔ جیسے ہی عمران گلری کے  
 قریب پہنچا اس کی نظر سیاہ فام رفت پر پڑی ہے پیکی اس طرح حیرت سے منہ کھولے گھور رہی  
 تھی جیسے وہ کسی مرغ کے اٹھے سے برآمد ہوا ہو اور خود رفت کے چہرے پر بھی حیرت کے  
 آثار آتھے۔ وہ ایک قوی الجثہ اور گراڈیل آدمی تھا۔ عمران اس کے سامنے بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے  
 کوئی یونا کسی دیوبے کے سامنے آکرڑا ہوا ہو۔ اس کی آنکھیں ہر دقت سرخ رہتی تھیں اور کھلے ہوئے  
 ہونٹوں سے تین بڑے بڑے دانت جھاکنے رہتے تھے۔

”کیا بات ہے...!“ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ”تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو۔“  
 پیکی نے مرکز کی طرف دیکھا اور عمران نے ہکلا کر کہا۔ ”بات یہ... مم...، مشر شفقت...!“  
 ”رفعت...!“ اس نے غار کر تصحیح کی۔  
 ”مجھے دراصل ایک ایسے آدمی کی تلاش تھی جو میری گردن مروڑ سکے۔“ عمران نے پلکیں  
 جھپکا کر احتمانہ انداز میں کہا۔

”کیوں؟“ وہ دونوں کو باری باری سے گھورتا ہوا بولا۔ ”کیا تم دونوں میر انداز اڑانا چاہتے ہو۔“  
 ”ہرگز نہیں... ہرگز نہیں...!“ عمران سر کو ہلا کر سنجید گی سے بولا۔ یہ لڑکی مجھے ذرا  
 ذرا اسی بات پر غصہ دلاتی رہتی ہے۔ پہلے میں نے خود ہی کوشش کی تھی کہ اپنی گردن مروڑا لوں  
 مگر مجھ سے نہیں بنایا۔ یہ دیکھو... اب یہ دیکھو...!“  
 عمران اپنی ٹھوڑی کو پکڑ کر چہرے کو جھٹکنے دینے لگا۔ پھر ہانپتا ہوا بولا۔ ”نہیں بتاہت کوشش  
 کرتا ہوں۔“

”اگر تم نئے میں ہو تو میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔!“ رفت نے گونہ دکھا کر کہا۔  
 ”لیکن اگر میر انداز ازار ہے ہو تو تمہیں اس کی سزا ضرور ملے گی.... میر انداز رفت۔“

بھے... میں یہاں شیر دل سے لڑتا ہوں تم نے دیکھا ہی ہوگا.... اور سنو تمہیں اپنے اس آرٹ  
 پر مفرور نہ ہونا چاہئے کہ تم لو ہے کے گلوں پر چل سکتے ہو.... میں بھی اس کا مظاہرہ کر دوں گا۔“  
 ”یقیناً... یقیناً... دیے فی الحال مجھے پانچ روپے اور ہادروں...! پرسوں والیں کر دوں گا۔“  
 عمران نے کہا اور خاموش ہو کر سر جھکا لیا۔ رفت کی آنکھوں میں الجھن کے آثار صاف پڑھے  
 جاسکتے تھے اور پیکی بھی عمران کے اس رو یہ پر کچھ کم تمہیر نہیں تھی۔ لیکن اس پر غصہ  
 بھی آرہا تھا وہ سوچ رہی تھی کہ کیا چیز یہ آدمی نئے میں ہے۔ پھر اس نے رفت کو جیب سے  
 پرس نکالتے ہوئے دیکھا۔ اس نے پرس سے پانچ کا نوٹ نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔  
 ”بہت بہت شکریہ!“ عمران نے نوٹ کا ایک گوشہ چکلی سے پکڑتے ہوئے کہا۔ ”پرسوں  
 واپس کر دوں گا۔“

رفعت کچھ کہے بغیر باہر جانے والے راستے پر مڑ گیا۔ عمران نے جیب سے نوٹ بک نکالی اور  
 وہ نوٹ اس میں رکھ کر دوبارہ جیب میں ڈالتے وقت ایک ٹھنڈی سانس لی۔

”کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔“ پیکی نے غصیلے لہجے میں کہا۔  
 ”کیوں؟“ عمران یک یک چونک پڑا۔  
 ”اس نے تم پر چاقو پہنچنا تھا اور تم...!“  
 ”نہیں...!“ عمران اچھل پر اور پلکیں جھپکاتا ہوا بولا۔ ”ارے باپ رے... چاقو...!“  
 ”کیا تم واقعی نئے میں ہو؟“

”نہیں تو...!“  
 ”پھر اس قسم کی حرکتیں کیوں کر رہے ہو؟“  
 ”کس قسم کی...!“

”تم نے اس سے چاقو کے متعلق کچھ بھی نہیں کہا تھا۔“  
 ”اگر کہہ دیتا تو اس سے پانچ روپے کیسے وصول ہوتے۔“  
 ”تم مجھے پاگل بنادو گے؟!“ پیکی دانت پیس کر بولی اور نیزی سے قدم بڑھاتی ہوئی پنڈال  
 سے نکل گئی اور عمران ”ارے ارے“ ہی کرتا رہا۔



دوسرے دن وہ کیپین فیاض کے آفس میں جادھکا جو ایک بڑی میز پر بیٹھا چند فاٹکوں میں  
سر کھپارہ تھا۔ عمران کو دیکھتے ہی وہ غیر ارادی طور پر کھڑا ہو گیا۔  
”یار... فیاض... آج صبح ہی صبح... تمہاری مشکل دیکھنے کو جی چاہتا... دیکھو آج کا دن  
کیا گذرتا ہے۔“

”ہوں... میں بھی یہی سوچ رہا تھا... مگر آخر تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔“  
”تمیں لاکھ کا گھانا ہو گیا!“ عمران بیٹھ کر ہاتھا ہوا بولا۔ ”مجھے بینگن کی کاشت کا تجربہ نہیں  
تھا، پانچ ہزار ایکٹر کی فصل تباہ ہو گئی۔“

”بکواس نہ کرو! میں بہت پریشان ہوں۔“  
”معلوم ہوتا ہے تم شکر قند کی کاشت کر بیٹھے ہو۔“ عمران سر بلکر بولا۔  
”شکر قند کا نفیسی تجربہ بہت مشکل ہو جاتا ہے... اس سے پہلے تمہیں ٹھلاڑ ماخرا اور فور  
باخ کو ضرور پڑھ لینا چاہئے تھا... اس سلسلے میں کچھ یونگ اور ایڈلر بھی پڑھنے کا مشورہ دے سکتے  
ہیں مگر میں انہیں فضول سمجھتا ہوں۔“

فیاض نے میز سے روپیں اور اس کو اور اٹھاتا ہوا بولا۔ ”میں اس کی پرواہ نہیں کروں گا  
کہ تم کتنی دیر تک بے ہوش رہو گے۔“

”ارے... میں تو خود کشی کرنو والا ہوں... پچاس ہزار ایکٹر کے بینگن بائیس ہائیں...!  
فیاض نے روپیں میز پر ڈال دیا... اور عمران نے جیب سے ایک پیکٹ نکالا۔  
”اس میں ایک خبرج ہے... اور ایک پانچ روپے کا نوٹ...!“ اس نے پیکٹ کو میز پر رکھتے  
ہوئے کہا۔

”کیا مطلب...؟“  
”خبرج میرے سینے میں پیوست کر کے پانچ کا نوٹ اپنی جیب میں رکھ لو۔ کسی کو کانوں کا نہ  
نہ ہوگی۔“

”لے جاؤ... فیاض بُراسامنہ بنا کر سامنے پھیلے ہوئے کاغذات کی طرف متوجہ ہوتا ہوا بڑا بیالا  
”میرے پاس وقت نہیں ہے... تمہیں کسی کام کی دعوت دیتا اپنی شامت بلانے ہی کے مترافق ہے۔“

”خبرج کے دستے پر پائے جانے والے نشانات اگر نوٹ کے نشان سے مل گئے تو کام ختم ہی  
ہو جائے گا۔“

”کیا مطلب...؟“

”مطلوب ابھی نہیں بتاؤں گا۔ تم یہ بتاؤ کہ یعنی سے کالی تصویر کے متعلق گفتگو کی تھی یا نہیں!“  
”وہ باہر موجود ہے! تھوڑی دیر بعد میں اسے یہاں طلب کروں گا۔“

”کسی نے اس کی ضمانت تو نہیں دی۔“

”ہاں ایک آدمی کو شش کر رہا ہے۔ لیکن میں نے ایک ماہ کا ریمانٹ لے لیا ہے۔“

”تم بعض اوقات بچھے حماقت کر بیٹھتے ہو۔“

”کیا مطلب...؟“

”کچھ نہیں! جمق ہونا بڑی شاندار بات ہے؟“

”تمہاری باتیں سمجھنے کے لئے گدھے کا مغز چاہئے۔“

”اور وہ بھی تمہیں فضیل نہیں ہے!“ عمران مسکرا کر بولا۔ ”اچھا میں اب یہاں اپنی موجودگی  
ضروری نہیں سمجھتا۔ یعنی سے گفتگو کرنے کے بعد جو نتیجہ بھی اخذ کرو اس سے مجھے مطلع کر دیا۔  
خبرج اور نوٹ کے متعلق مجھے شام تک روپیت ملنی چاہئے۔ میں تمہیں فون کروں گا۔“

”ارے... ہاں... مگر... مگر... سرکس میں ایک آدمی پر نظر رکھنی ہے میرا خیال ہے کہ  
شاید اس سے کچھ مدد ملتے...!“

”کس آدمی کا تذکرہ کر رہے ہو...!“

”رفعت ہے کوئی... شاید وہی ہے جو شیر دل سے لٹاتا ہے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ عرصہ  
تک افریقہ کے بعض حصوں میں رہا ہے۔“

”پھر...!“

”وہ طریقہ جو میر میلين کی جان لینے کے سلسلے میں اختیار کیا گیا اسی براعظم کے بعض حصوں  
میں رہا گی ہے۔ مگر مٹھرو... یہ خبرج اور نوٹ کیسے ہیں!“

”خبرج اصلی ہے! چمکتا ہے اور نوٹ بھی جعلی نہیں ہے۔ لیکن اسے خرچ مت کر دینا... اچھا نہیں!“  
فیاض اسے روکتا ہی رہ گیا۔ عمران جا چکا تھا۔

”اُف فوہ! آخر کوئی بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔“

”میں کہتا ہوں! یہ بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ مجھے اس سے پانچ روپے اور اس سے بہتر موقع اور کون سا ہو تاجب وہ ایسی حرکت کر چکا تھا۔ وہ سمجھا ہو گا کہ میں اس سے اس خیبر کے متعلق کچھ کہوں گا لیکن میں نے اس سے پانچ روپے اور اس نامنگ لئے اس نے بھی سوچا ہو گا کہ چلو سے چھوٹے جلدی سے پانچ روپے نکال کر دیے۔ ویسے مانگتا تو کبھی نہ دیتا۔ کہہ دیتا کہ میں خود فاقہ کر رہا ہوں تمہیں کہاں سے دوں۔“

”اور اس طرح تم نے دنیا بھر کے عقل مندوں کی ناکیں کاٹ لیں...!“ پیکی نے جل کے لجھ میں کہا۔

”تم نے کسی سے اس کا تنکرہ تو نہیں کیا...!“

”نہیں! رفت کی آنکھیں مجھے بڑی خونخوار لگتی ہیں۔ سب اس سے ڈرتے ہیں...! نفرت کرتے ہیں۔ صرف یعنی اس کی بے حد عزت کرتا تھا اور وہ خود بھی یعنی کاغلام ہے...!“ وہ دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میدان کے اس حصے کی طرف جا رہے تھے جہاں سر کس کے اوکاروں کی چھوپلداریاں نصب تھیں۔

”اور اسی رفت نے مجھ پر خیبر پھینکا تھا۔“ عمران نے کہا۔

”اس کی یہ حرکت میری سمجھ میں نہیں آسکی! کیونکہ وہ ابھی تک ایک بے ضرر آدمی سمجھا جاتا رہا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ لوگ اس سے ڈرتے اور نفرت کرتے ہیں!“

”جہنم میں جائے...!“ عمران نے اسمنہ بنا کر بولا۔ ”میں اب رہوں گا ہی نہیں! ڈینی پر لے درجے کا کنجوس اور کمھی جو سہے ہے! وہ مجھے پسند کرتا ہے لیکن کم پیسوں میں کام نکالنا چاہتا ہے جب کہ اس کے خلاف مجھے جرہارڈی کی طرف سے ایک بزرگ آفرمل چکا ہے۔“

”اوہ... تم جرہارڈی کی نوکری کرو گے۔“ پیکی نے تفر آمیز لجھ میں پوچھا۔

”کیوں نہ کروں۔ ڈینی مجھے صرف چار سو دے رہا ہے!“

”جرہارڈی تمہیں اپانی بنا دے گا۔ وہ ایک بے ایمان آدمی ہے۔ وہ کبھی ایک بزرگ نہ دے گا وہ تو یہی کرے گا کہ تم ڈینی کو بھی مت دکھانے کے قابل نہ رہ جاؤ۔ اگر ڈینی تمہیں چار سو روپے دیتا ہے تو وہ تمہیں ہی سو دے گا۔ پھر کیا تمہارا ضمیر یہ گوارا کرے گا کہ دوبارہ ڈینی کے پاس آؤ۔ یہاں



آج کا شاور بھی شاندار ہے کیونکہ پیکی نے عمران کے ہاتھوں پر زور دے کر خود بھی پکھ کمالات دکھائے تھے اور عمران کے پاؤں گولوں ہی پر رہے تھے اس کے علاوہ بھی عمران کا دوسرا مظاہرہ بہت شاندار ہا تھا اس نے گولوں ہی پر چلنے کا شیشہ زینی کے کمالات دکھائے تھے۔ اس پر چاروں طرف سے تکواریں پڑ رہی تھیں لیکن وہ ہر ایک کے وار روکتا ہوا گولوں پر چل رہا تھا۔

ڈینی ولن از خود رفلگی میں خود ہی مائیک پر پچھنے لگا تھا۔ ”خواتین حضرات...! غور سے دیکھنے کے اس کے پیور زمین پر نہیں ہیں! وہ گولوں پر چل رہا ہے...! ایڑیاں یا پنجے زمین پر نہیں لکھتے...! غور سے دیکھنے اس صدی کا سب سے بڑا کارنامہ...! جو آپ کو پیکاں سر کس کے علاوہ اور کہیں نہ نظر آئے گا...! خواتین و حضرات...!“

اور پھر شو کے اختتام پر وہ یہ سوچے بغیر عمران سے لپٹ گیا تھا کہ حقیقاً وہ کوئی پیش ور آرٹسٹ نہیں ہے وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ معلمہ سراغ رسانی کے آفیسر کی وساطت سے غالباً میریلین کے قتل کی تفتیش کے سلسلے میں وقتی طور پر ملازم ہوا تھا۔

پھر جب اسے ہوش آیا تو عمران سے اس نے کہا۔ ”آپ کمال کے آدمی ہیں جناب! آپ نے میر اسرا اونچا کر دیا ہے۔“

”میں اسے اتنا دو اونچا کر سکتا ہوں کہ وہ گردان سے الگ ہو جائے!“

”ماش آپ ہمیشہ میرے ساتھ ہی رہ سکتے۔“

”اگر مجھے شادی نہ کرنی ہوتی تو میں یہی پیشہ اختیار کر لیتا۔“

”ماشر...! ڈینی ہنسنے لگا۔“ آپ انہیل پر مذاق بھی ہیں۔

پھر عمران اس کے آفس سے نکلا ہی تھا کہ پیکی آنکھی براہر اسی کا انتظار کر رہی تھی۔ ”بہت شاندار...!“ وہ گرم جوشی سے اس کا ہاتھ دباتی ہوئی بولی۔ ”مگر آخر تم اتنے احتی کیوں ہو! تمہارا کل کارویہ اب تک مجھے الجھن میں ڈالے ہوئے ہے۔“

”اگر وہ چا تو میرے لگ گیا ہوتا تو میں اس کا لے دیو کا سر تو زد دیتا!“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

نوئی تیر اسر کس بھی نہیں ہے جس تمہیں جرمادی کی انگلیوں پر ناچنا پڑے گا۔“  
اب وہ اس حصے سے گزر رہے تھے جہاں درندوں کے کٹھرے تھے۔ دفتانہوں نے کسی کے  
رونے گڑا گڑا نے کی آواز سنی! آواز حیی ہی تھی مگر ایسا معلوم ہو رہا تھا جسے کسی کو بہت بے دردی  
سے پینا جادہ ہاں۔

”ارے... بس کرو! خدا کے لئے اب متارو... اوه... ارے... ارے... میں بے قصور  
ہوں۔ میں نے کچھ نہیں کیا... ارے... اوه... بس کرو... میں مر جاؤں گا۔ خدا کے لئے رحم کرو۔“  
آواز درندوں کے کٹھروں کی طرف نے آرہی تھی۔

عمران اور پیکی دنوں ہی آواز کی طرف جھپٹے۔

لیکن زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ اچاک کچھ آدمی ان پر ٹوٹ پڑے بیہاں ملکجاہ ساندھ مر اتحاد۔  
وہ ایک دوسرے کو دیکھے ضرور سکتے تھے لیکن شکلوں کا پیچانا مشکل تھا۔ پیکی تیخ مار کر پیچپے ہٹ گئی  
لیکن وہ وہاں سے بھاگ بھی نہ سکی کیونکہ عمران ان نامعلوم حملہ آوروں میں گھر گیا تھا... ویسے،  
اسے اتنا ہوش ہی نہیں تھا کہ وہ کچھ سوچ سکتی یا اتنا ہی کرتی کہ دوڑتی ہوئی چھولداریوں کی طرف  
چل جاتی اور وہاں سے مدد لے آتی۔ اس سے اتنا بھی تو نہ ہو سکا کہ وہیں کھڑے کھڑے چختا شروع  
کر دیتی۔ بس وہ دانتوں پر دانت جمائے کھڑی کا پتی رہی۔

وہ متعدد پر چھائیوں کو ایک دوسرے سے نکراتے دیکھ رہی تھی۔ ادھر ادھر کٹھروں میں  
درندوں نے غرما شروع کر دیا۔

پھر پیکی نے دوچار کرایں سنیں، تین پر چھائیوں کو نیچے گرتے دیکھا۔ وہ بھرائی ہوئی  
آواز میں آہستہ آہستہ گالیاں بک رہے تھے۔ لیکن پیکی نے ابھی تک عمران کی آواز نہیں سنی  
تھی۔ اچاک اس نے انہیں بھاگتے دیکھا پھر وہاں صرف ایک پر چھائیں رہ گئی۔ شیر غارتے رہے۔  
ایک ادھر اس دوران میں دہڑا بھی تھا۔

”بھاگو...!“ پر چھائیں نے جھپٹ کر پیکی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ یہ عمران ہی کی آواز  
تھی... پھر درنوں چھولداریوں کی طرف دوڑنے لگے... پیکی کے پیروں میں سپاٹ ملے  
والے جوتے تھے اس لئے وہ پر آسانی تیز دوڑ سکتی تھی۔

چھولداریوں کے قریب پہنچ کر ان کی رفتارست ہو گئی۔ پیکی بڑی طرح ہاپ رہی تھی۔

عمران اسے اس کی چھولداری کی طرف لیتا چلا گیا۔  
پیکی کو اچھی طرح یاد نہیں کہ اس نے کس طرح کیروں میں پروشن کر دیا تھا۔ پھر سب  
بے پہلے اس نے نیچے سے اوپر تک عمران کا جائزہ لیا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور پیشانی  
کے خون کی لکیر ٹھوڑی تک چل آئی تھی۔

”اوہ... تم زخمی ہو۔“ وہ ہمپتی ہوئی بوی۔ ”بیٹھ جاؤ... بیٹھ جاؤ... تم واقعی الحق ہو۔ تم  
نے شور کیوں نہیں چلایا تھا۔“

”جب مجھے معلوم تھا کہ تم ہی مجھے پوچھ رہی ہو تو میں شور کیوں کرنا تا۔ لا اونکا لو... دس  
روپے ادھار دے دو پر سوں واپس کر دوں گا۔“

”جلو بیٹھ جاؤ...!“ پیکی نے جھلا کر کہا۔ ”میں تمہارے زخم کی ڈرینگ کروں گی۔“ پتہ  
نہیں تم کس قماش کے آدمی ہو۔“

عمران خاموشی سے بیٹھ گیا اور پیکی اس کا زخم صاف کرنے لگی۔ ساتھ ہی وہ بڑیاتی بھی  
جاتی تھی۔ ”ان میں ایک آدمی بہت لمبا تھا... اور جسم بھی معلوم ہوتا تھا! مگر مجھے حیرت ہے  
کہ تم پر وہ قابو نہ پاسکے۔“

”تم اس راز کو نہیں سمجھ سکتیں! میں زندگی بھر کسی کو نہیں بتا سکتا... بھی نہیں...!“

”تماں بھی تو میری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ پتہ نہیں کیا بلہ ہو! وہ پانچ تھے اور تم تھا اس کے  
باوجود بھی انہیں ہی بھاگنا پڑا...!“

”مگر تم نے شور کیوں نہیں چلایا تھا۔ تم کیوں گوگی ہو گئی تھیں۔“

”اوہ... میرے تو تو اس ہی درست نہیں تھے۔“

”کیوں! کیا تم پڑ رہی تھیں۔“

”ازے... اگر اچاک... غیر متوقع طور پر کوئی ایسی بات پیش آجائے تو پھر کیا حالت  
ہو گی... مگر سنو تو وہ پہلے کے پیٹر ہے تھے... وہ جس کی کراہی سن کر ہم ادھر گئے تھے۔“

”پہلے بھی مجھے ہی پیٹر ہے تھے اور میں ان سے رحم کی بھیک مانگ رہا تھا۔ لیکن انہیں رحم  
نہ آیا۔ پھر درسر ایں ان کی طرف چھپنا اور وہ پہلے ”میں“ کو چھوڑ کر مجھ پر جھپٹ پڑے... لیکن

”بر ایں طاقتور تھا... کیونکہ میرے ساتھ جھاپک کی شہزادی تھی۔“

”میں یہ کیوں نہ سمجھوں کہ تم ہی مجھے پوچانا چاہتی ہو؟“  
 ”مجھے کیا پڑی ہے! میں ایسا کیوں کرنے لگی!“  
 ”اچھا تو رفت ہی ایسا کیوں کرنے لگا!“  
 ”وہ یعنی کے لئے سب کچھ کر سکتا ہے.... تم نے یعنی کی جگہ لی ہے نا اور اس سے زیادہ مقبول ہو رہے ہو! ہو سکتا ہے اسے یہ چیز کہاں گذر دی ہو۔“  
 ”لیکن پھر میر میلين کو کس نے مارا....؟“  
 ”کیا یہ ضروری ہے جس نے میر میلين کو مارا ہو وہی تم پر بھی حملے کر رہا ہو!“  
 ”کیوں نہیں! کیا میں میر میلين سے کم حصیں ہوں! میں بھی تو پھولوں کی طرح تنگرا..... اور ہپ اسے کیا کہتے ہیں.... اول.... نازک نازک.... میں بھی تو پھولوں کی طرح نازک اور گلابی ہوں!“  
 ”تم ذفر ہوا..... پہلے پہل تم نے کافی ذہانت کا ثبوت دیا تھا! اور مجھے یہ بات بھائی تھی کہ وہ شہنائی کی شکل کے کسی بلو پاپ کے ذریعے قتل کی گئی ہو گی! مگر اب تم بالکل گدھوں کی سی باتیں کر رہے ہو!“  
 ”چاند گھٹ رہا ہے نا....!“ عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ”چاند کے ساتھ ہی میری عقل بھی گھٹنے لگی ہے! میری ہتھیں میں یوں نہیں ہے!“  
 ”آہا پا مسٹری میں بھی دخل ہے تمہیں! رفت بھی بڑا اچھا پامست ہے! اس نے میر میلين کو ایک بار میری موجودگی میں ہی بتایا تھا کہ اس کی موت جیسے اگیز ہو گی۔“  
 ”آہا اس پر وہ بے حد مغموم ہو گئی ہو گی۔“  
 ”نہیں اس نے دل کھول کر رفت اور اس کی پا مسٹری کا مسئلہ اڑایا تھا۔“  
 ”کیا رفت نے خود ہی اس کا ہاتھ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔“  
 ”نہیں! وہ شاید بر تھا کہا تھا دیکھ رہا تھا اس بر تھا ہی تو تھی! میر میلين نے خود اپنا ہاتھ پیش کر دیا تھا اور اس نے یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کب اور کہ حالات میں مرے گی! میر اخیال بنے کہ وہ اس کا منشک ہی اڑانا چاہتی تھی۔“  
 ”رفعت کو اس پر بڑا غصہ آیا ہو گا۔“

”بعض اوقات تمہاری بکواس من کر کانوں میں انگلیاں ٹھونس لئے کو جی چاہتا ہے۔“  
 ”میں نے کہا.... دس روپے ادھار دے دو! میں کسی سے نہیں بتاؤں گا کہ تم جما پک لینڈی شہزادی ہو۔ پر اسرار شہزادی۔ اور جما پک لینڈ کے پر اسرار لوگ تمہاری حفاظت کرتے ہیں۔ وہ تمہیں کسی دیسی آدمی کے ساتھ دیکھنا پسند نہیں کرتے!“  
 ”پسی کی ذریں گ کرچکی تھی.... اور اب ایک چھوٹی سے گلاس میں برانڈی اٹھیں رہی تھی۔“  
 ”یہ لو....!“ اس نے گلاس عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”تمہارا ماغ خراب ہو گیا ہے۔“  
 ”یہ کیا ہے....!“ عمران نے پوچھا۔  
 ”یہ برانڈی ہے.... لارسن کی ہے۔“  
 ”میں صرف لہن کی برانڈی بیتا ہوں! اس لئے مجھے مغذور سمجھو!“  
 ”تمہاری ایسی کی تیسی!“ پسی نے جھلا کر کہا اور گلاس خود اپنے ہونٹوں سے لگالیا!  
 ”مجھے چھیکیں آنے لگتی ہیں شراب پینے سے اس لئے کبھی نہیں پیتا!“  
 ”نہیں میں تمہیں زبردے رہی ہوں۔ اس لئے تم نے انکار کر دیا۔ اب وہ زہر خود میں نے پلیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد مر جاؤں گی۔“  
 ”مرنے سے پہلے مجھے دس روپے ادھار دینا مت بھولنا ورنہ صبح ناشتے میں مجھے پتھر چلانے پڑیں گے۔“  
 ”وہ چند لمحے عمران کو غصیل نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ ”مجھے بتاؤ کہ رفت تمہارا شمن کیوں ہو گیا اور تم اس کے خلاف کوئی کارروائی کیوں نہیں کرتے۔“  
 ”خدانے چاہتا تو اس کے کیڑے پڑیں گے۔“ عمران کسی بھٹکیدار کی طرح دانت پیس کر کلکلایا اور پسی کی ہنسنے لگی۔  
 ”کاش تم ذہنی اعتبار سے بھی صحت مند ہوئے!“ پسی بولی۔ ”لیکن پھر بھی تمہیں مطلب یہ کہ تم اچھے آدمی ہو۔“  
 ”مجھے دس روپے ادھار دے دو! کتنی بار کہوں کہ صبح کا ناشتہ...!“  
 ”میں دے دوں گی! مگر تم رفت کے خلاف ایک رپورٹ درج کراؤ! کل اس نے تم پر بخیر بھیکا تھا.... اور آج....!“

"پھرے سے تو غصہ ہی ظاہر ہو رہا تھا۔ مگر اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا تھا اور پھر وہ وہاں  
ٹھہرنا بھی نہیں تھا۔"

"وہ اکثر اس طرح رفتہ کو غصہ دلاتی رہی ہوگی۔"

"ہاں میرا خیال ہے کہ ایسا ہی تھا۔ لیکن شاید رفتہ اس لئے زبان بند کر لیتا ہو گا کہ وہ یعنی کی  
کزن تھی۔ نہیں اس کی موت میں رفتہ کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔ دیے بہت ممکن ہے کہ وہ تمہیں  
ہی میریلین کی موت کی وجہ سمجھتا ہو۔"

"ہائیں! مجھے کیوں؟"

"تب پھر وہ میرا بھی دشمن ہو گا۔" پیکی اس کے سوال پر دھیان دیئے بغیر بڑھا۔ عمران  
نے محوس کیا کہ اس کا چہرا اتر گیا ہے۔ پھر دھنڈا وہ چونکہ عمران کو اس طرح گھورنے لگی جیسے کچھ  
وہی میریلین کا قاتل ہوا!

"میں کہتی ہوں! جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے چلے جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ رفتہ یہی صحبت  
ہے۔ اسے یقین ہو گیا ہے کہ میریلین کو قتل کر کے یہی کو جیل بھجوانے میں تمہارا ہاتھ ہے۔"  
آخر میں ایسا کیوں کرنے لگا۔"

"تاکہ یہی کی جگہ لے لو!"

"اور تم میریلین کی جگہ لے سکو! کیونکہ تم اس سے زیادہ مقبول ہو رہی ہو۔ آہا کیا تم نے ہی  
مجھے میریلین کے قتل پر نہیں اکسایا تھا۔"

"کیا بکتے ہو! میں بے شک مذاق نہیں پسند کرتی۔"

"کل صبح تک میں اس کا اعلان کر دوں گا کہ تم نے ہی میریلین کے قتل پر مجھے اکسایا تھا۔  
چاند گھٹ رہا ہے اور دماغ روز بروز خراب ہوتا جا رہا ہے... اس روز روز کی مصیبت سے تو یہی  
بہتر ہے کہ میری زندگی کا خاتمہ ہو جائے... اگر میں نے میریلین کو نہیں قتل بیا تب ہی میں  
اقرار کر لوں گا یقینی طور پر مجھے چھانی ہو جائے گی... تمہارا جو بھی حشر ہو!"

"میں کہتی ہوں مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔ آخر تم چاہتے کیا ہو۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تمہیں پھانسی ہو جائے۔ آخر زندہ رہ کر کیا کرو گی۔ ایک دن تو مرنے  
ہے بوڑھی ہو کر مریں تو خواہ مخواہ قلق ہو گا کہ اب کوئی پوچھتا بھی نہیں جوانی میں مردگی تو شاید

خوشی بھی ہو کہ دوچار رور ہے میں تمہارے لئے...!"

"جاو... نکلو... یہاں سے... فوراً نکل جاؤ...!"

"اچھی بات ہے! مجھ ستر سے نکل کر ہٹھکر یوں کا منتظر کرنا!"

پیکی خاموش ہو گئی۔ وہ بے یہی سے عمران کو دیکھ رہی تھی۔

"پچت کی صرف ایک یہی صورت ہے!"

"میا؟" غیر ارادی طور پر پیکی کی زبان سے نکل گیا۔

"مجھے بتاؤ کہ میریلین تمہیں تاپنڈ کیوں کرتی تھی؟"

"میں کہتی ہوں تمہارا مبلغ پل گیا ہے کس گھستے کے بچنے کا ہے کہ وہ مجھے ناپسند کرتی تھی۔"

"میں نے سنائے!"

"تم نے غلط سنائے! کسی سے بھی پوچھ لو۔ سب جانتے ہیں کہ ہم دونوں گھرے دوست تھے۔!"

"اس کے باوجود بھی تمہیں علم نہیں ہے کہ یہی اس سے شادی کرنا چاہتا تھا!"

"یہ بھی قطعی بکواس ہے۔ یقیناً کسی نے تمہیں غلط باتیں بتائی ہیں۔"

"اگر یہ حقیقت بھی رہی ہوگی تو تمہیں اس کا علم کو نکر ہوتا۔"

"یقیناً ہو تا! ہمارے تعلقات اتنے قریبی تھے کہ ہم ایک دوسرے سے اپنی کوئی بات چھپاتے

نہیں تھے۔"

"ہشت ایں یقین نہیں کر سکتا۔"

"تم جہنم میں جاؤ!" پیکی پھر جلا گئی۔

"میں غلط نہیں کہ رہا! تمہیں اس کا بھی علم نہ ہو گا کہ میریلین کو تصاویر جمع کرنے کا خط تھا۔"

"اب میں کہوں گی کہ تم بالکل ہی ڈفر ہو! یہاں کون نہیں جانتا کہ اسے تصاویر جمع کرنے کا

شوک تھا۔ سر کس کا شاید ہی کوئی فرد ہو جس کی تصویر اس کے پاس نہ رہی ہو!"

"اب تم یہ بھی کہو گی کہ جب بھی اسے کہیں سے کوئی تصویر ملتی تھی تمہیں ضرور دکھاتی تھی۔"

"یقیناً دکھاتی تھی! بلکہ شاید سب سے پہلے مجھے ہی دکھاتی تھی۔"

"اچھا تو پھر یہی بتاؤ کہ یہی نے اسے اپنی ایک کالی تصویر کیوں دی تھی۔"

"تم کیا جاؤ؟" پیکی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”میں کیا نہیں جانتا! کیونکہ میں میر ملین کا قاتل ہوں اور تم ہی نے مجھے اس قتل پر اکسلا تھا۔ تم نہیں چاہتی تھیں کہ لمبی اس سے شادی کرے۔ میر ملین کی جگہ تم خود لینا چاہتی تھیں۔“  
”میں کہتی ہوں کہ اب یہ بکواس ختم کرو۔ ورنہ میں حق مجھ پاگل ہو جاؤں گی۔ خود میر ملین کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہیں تھا کہ وہ کامل تصویر اس کے مجموعے میں کہاں سے آئی تھی۔“  
”اگر اس نے تمہیں یہی بتایا تھا تو وہ جھوٹی تھی۔“

”میں کہتی ہوں! اگر اسے جھوٹ ہی بولنا تھا تو اس نے اس تصویر کا تذکرہ مجھ سے کیوں کیا تھا۔ مجھے اس کے متعلق کچھ بتانا ضروری تو نہیں تھا۔“

”تم نے اس تصویر کو اچھی طرح دیکھا تھا۔“

”کیوں نہیں! مجھے خود بھی اس پر حیرت تھی کہ آخر وہ میر ملین کے مجموعے میں کیسے پہنچی؟“  
”وہ تصویر لمبی ہی کی تھی!“  
”یقیناً اس کی ہی ہو گی۔ کیونکہ اس کے علاوہ یہاں کسی کو بھی کامل تصویریں کھینچانے کا خلا نہیں ہے۔“

”اچھا میں کچھ گیا۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”یہ خواہش میر ملین ہی کی رہی ہو گی کہ اس کی شادی لمبی سے ہو جائے۔“

”اس نے کبھی کوئی ایسی خواہش مجھ پر نہیں ظاہر کی!“  
”ارے۔ کیا تم عاشقوں کی ٹھیکیدار ہو کہ وہ سب کچھ تمہیں بتاتے پھریں! اب کیا میں نے تمہیں بتا دیا ہے کہ میں ایک ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں جس کی ایک آنکھ غائب ہے۔“  
”میر ملین مجھے ضرور بتاتی۔“

”پھر وہ تصویر اس کے مجموعے میں کیسے پہنچی۔ تمہارا کہنا ہے کہ لمبی اس قسم کی تصویریں صرف ان لڑکیوں کو بھیجا تھا جو اسے عشقیہ خطوط لکھتی تھیں اور اس سے تصویریں مانگتی تھیں۔“  
”میں نہیں جانتی! پیکی نہ اسامنہ بناؤ کر بولی۔“ بہت اکتا گئی ہوں لہذا باب یہ تذکرہ ختم کر دو۔“  
”یقیناً تمہیں یہ تذکرہ گراں گزرا ہو گا! میں سب سمجھتا ہوں۔“  
”لیا مجھتے ہو۔“

”تم میر ملین کی رازدار تھیں! وہ لمبی سے شادی کرنا چاہتی تھی لیکن وہ خود بھی اس کا فیصلہ

نہیں کر سکی تھی کہ لمبی سے اس کے تعلقات کس قسم کے ہیں اس نے تمہیں بتایا بھی تھا کہ وہ ایسی بھمنی میں ہے۔ تم بھی اندازہ نہیں کر پائی تھیں کہ دونوں کے تعلقات شادی کی حد تک پہنچ سکتے ہیں یا نہیں! لہذا تم نے حقیقت جانتے کے لئے ایک تدبیر سوچی۔ وہ تدبیر ایسی تھی جس کی وجہ سے لمبی اور میر ملین اس مسئلے پر صاف صاف گفتگو کر سکتے۔ تدبیر یہ تھی کہ تم لمبی کی ایک تصویر ادا کر میر ملین کے مجموعے میں شامل کر دو!“  
”یہ بالکل بکواس ہے! پیکی دانت پیس کر بولی۔“

”یہ حقیقت ہے!“ عمران نے کسی ضدی پچے کے سے انداز میں کہا۔ ”جب میر ملین کو وہ تصویر اپنے مجموعے میں ملی تو اس نے اس کا تذکرہ لمبی سے کیا! لمبی نے لا علمی ظاہر کی۔ بلکہ اس نے تو شاید یہاں تک کہہ دیا تھا کہ وہ تصویر اس کی تھی ہی تھی ہی تھی! بات پھر جہاں رہ گئی۔ وہ میر ملین کی تشفی ہو سکی اور نہ تم ہی دونوں کے تعلقات کا اندازہ کر سکیں۔ ویسے یہ حقیقت ہے کہ تم خود ہی لمبی سے شادی کرنا چاہتی اور آخر کار اسی چکر میں تم نے میر ملین کا خاتمه کر ا دیا۔“

”خدا کے لئے جاؤ... یہاں سے!“ وہاپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولی۔  
”بس ثابت ہو گیا۔“

”کیا ثابت ہو گیا؟“

”میر ملین کی موت کا باعث تم ہی بنتی تھیں۔ لہذا باب میرے ساتھ پولیس اسٹشن چلوتا کہ میں اپنے فرض سے سبکدوش ہو سکوں۔ کسی نہ کسی کو تو پھانسی ہونی چاہئے۔“  
”اچھی بات ہے! چلو گر بیویں اسٹشن جانے سے پہلے تمہیں یہ ساری باتیں ماشر ڈینی کے سامنے دھرانی پڑیں گی۔“

”میں اسے بھی قاتل ثابت کر سکتا ہوں۔ چکلی بجاتے لیکن ذمی کو بور کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اور پھر مردوں کا غصہ تو بالکل وابہیات ہوتا ہے کیونکہ غصے کے عالم میں وہ بوڑھے کبرے معلوم ہونے لگتے ہیں۔ لڑکیوں کے غصے کی اور بات ہے وہ تو گلاب ہو گیں تو زیادہ سے زیادہ چند رہو جائیں گی۔“

”اب جاؤ...!“ وہ روہانی ہو کر بولی۔ ”ورنہ میں اپنسر پھوڑ لوں گی۔“  
”لمبی کی تصویر تمہیں نے اس کے مجموعے میں زکھ دی تھی۔ بلکہ تم نے اس کی پشت پر کچھ

”میری خالد کے داماد کا چھوٹا بہنوئی تھانیدار ہے! اس نے یہ ساری باتیں مجھے بتائی ہیں اور وہ بھی کو شش کر رہا ہے کہ یہی میرا دوست رہا ہو جائے۔“

”تمہارے کسی بیان پر بھی یقین کر لینے کو دل نہیں چاہتا۔“  
”مت یقین کرو گر اس تحریر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟“

”یہ تو میر میں ہی کا ایک پسندیدہ جملہ ہے! اکثر اس کی زبان سے سن گیا ہے! اس نے یہ کسی فلم میں ہیر و نئ کی زبان سے سن تھا۔ وہ اکثر یہی جملہ لکھتی رہتی تھی۔ عادت ہوتی ہے بعض لوگوں کی... یونہی بیٹھے یہیں اگر تمہارے ہاتھ میں کافڑ اور پنسل آجائے تو تم کچھ نہ کچھ ضرور لکھو گے بعض لوگ اپنے دستخط بنانے لگتے ہیں، بعض لوگ تصویریں بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض لوگ اپنے پسندیدہ اشعار یا اقوال لکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح میر میں بھی عموماً یہی جملہ لکھ دیا کرتی تھی... بعض اوقات تو میں نے پورے پورے صفات اسی ایک نسل سے بھرے ہوئے دیکھے ہیں!“

عمران نے ایک طویل سانس لی اور منہ چلانے لگا... پھر کلائی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

”اب تو میر ادل چاہتا ہے کہ ہم دونوں کسی فلم کے ہیر و ہیر و نئ کی طرح کام کریں۔“  
”کیا مطلب؟“

”ایڈوچر...!“ عمران نے بچکاہ انداز میں کہہ کر پلکیں جھپکائیں۔ ”ہم باقاعدہ سراغِ رسانی کریں! مگر اس کے لئے ہمیں یہاں سے بچاگا پڑے گا۔ اس طرح کہ ڈینی و لسن کو ہمارے خلاف روپورث درج کرانی پڑے...!“  
”میں نہیں سمجھی...!“

”سر کس کا کچھ سامان چراکر بھاگیں گے.... تاکہ اخبارات میں بھی سرخیاں جماں جاسکیں۔“  
”ہم دونوں شہر میں کافی مشہور ہو چکے ہیں۔“

پیکی نے اس پر احتیاج کیا۔ مگر وہ بہر حال عمران تھا۔ آخر کار نہ صرف وہ اس پر آمادہ ہو گئی بلکہ اس کے چہرے سے دبے ہوئے جوش کا انہصار بھی ہونے لگا۔ لیکن وہ ذر بھی رہتی تھی کیونکہ عمران نے ڈینی کے آفس سے کچھ اہم چیزیں اڑا دیئے کی تجویز پیش کی تھی۔

”اور پھر کل تم اخبارات میں پڑھو گی کہ قزل بو گا پیکی کو بھاگا لے گیا! اور وہ اپنے ساتھ ڈینی کے کچھ انہم کاغذات بھی لے گیا ہے...!“ عمران نے کہا... ”پیک اسے قزل بو گا ہی کے نام

لکھ بھی دیا تھا۔“

”تب تو بالکل ٹھیک ہے!“ پیکی سر ہلا کر بولی۔

”کیا ٹھیک ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”بس کچھ نہیں جاؤ؟... تمہاری معلومات بہت وسیع ہیں!“

”یقیناً... ہیں!“

”تم جھک مار رہے ہو!“ پیکی نہ پڑی۔ ”اس تصویر پر کسی قسم کی تحریر نہیں تھی! میرا خیال ہے کہ اس کے سامان پر پولیس نے قبضہ کر لیا تھا۔ مجموعہ بھی پولیس کے پاس ہو گا۔ جاکر دیکھ لو میں نے اس پر کیا لکھا تھا۔“

”غیر...!“ عمران نے ایک طویل سانس لی۔ ”مگر آخر تم میری دشمن کیوں ہو گئی ہوا! میں نے تمہارا کیا لکھا رہا ہے۔“

”ہاں! یہ دشمنی ہی تو تھی کہ ابھی ابھی میں نے تمہارے زخم کی ڈرینگ کی ہے۔“ پیکی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم حقیقتاً کیا چاہتے ہو!“

”میں کچھ نہیں چاہتا!“ عمران نہ اسامنہ بنا کر بولا۔ ”میں پہلے ہی تمہیں بتاچکا ہوں کہ میں یعنی کو بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میں اس کا پرانا دوست ہوں کیا تمہیں یقین ہے کہ اس کا کلی تصویر کی پشت پر کچھ بھی تحریر نہیں تھا جو میر میں کو اپنے مجموعے میں ملی تھی!“

”اگر اس پر کچھ تحریر ہوتا تو میں اسے بھلانہ سکتی! کیونکہ وہ تصویر میر میں کے بیان کے بعد میرے لئے حیرت انگیز ہو گئی تھی۔“

”اس تصویر کی پشت پر مجھے ملی ہوئی اطلاع کے مطابق تحریر تھا سے ہمیشہ یاد رکھنا میری محبت اتنی شدید نہیں ہوتی کہ میں اسے اپنی آن پر ترجیح دے سکوں!“

”یہ تحریر تھا اس پر...!“ پیکی نے تحریر انہ لجھ میں کہا۔

”مجھے یہی معلوم ہوا ہے۔“

”کیا تم کوئی سرکاری سراغِ رسان ہو!“

”یقین کرو کہ اس سے پہلے میں شاذاب گنگ میں ترکاریوں کا برنس کرتا تھا۔“

”پھر تمہیں یہ ساری اطلاعات کہاں سے مل جاتی ہیں۔“

یے جانتی تھی۔

”لیکن اگر ہم پکڑے گئے تو...!“

”تو صرف مجھے پھانسی ہو گی تمہیں میں بچالوں گا۔ مطمئن رہو۔“ عمران نے کہا۔



دوسری صبح وہ اس انداز سے شہر کے ایک ہوٹل میں داخل ہوئے جیسے کہیں باہر سے آئے ہوں اور ریلوے اسٹیشن سے سیدھے ہوٹل ہی کارخانیا ہو۔

دونوں کی شکلیں بدلتی ہوئی تھیں۔ عمران نے میک اپ کا سارا زور پیکی کے چہرے پر صرف کر دیا تھا اور اپنے چہرے میں یونہی معمولی سی تبدیلی کی تھی۔

ہوٹل کے رجڑ میں انہوں نے اپنے نام مسٹر اور مسز ساؤتھ لکھوائے۔۔۔ یہ ایک متوسط درجے کا ایک آرام دہ ہوٹل تھا۔۔۔ زیادہ تر یہاں شرقاء ہی نظر آتے تھے۔۔۔ باہر سے آنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی تھی! انہیں جو کمرہ ملا اچھا خاصا تھا۔

”واقعی ایڈوچر ہے۔۔۔ سو فیصدی ایڈوچر۔۔۔ میرے خدا۔۔۔!“ پیکی ہاتھ ملتی ہوئی بولی۔

”اکھی تم نے کیا دیکھا ہے؟“

”مگر۔۔۔ اوہی پولیس کا خوف۔۔۔ تم نے ڈینی کے کاغذات اڑائے تھے میں! وہ روپرٹ ضرور درج کرائے گا۔“

”اس کی پرواہ نہ کرو۔ مجھے بھی نہیں ہے۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم بہت زیادہ یوں قوف آدمی ہو یا بہت زیادہ عقائد میں!“

”پھر تم نے مجھے یوں قوف کہا۔ اب میں نہ امان جاؤں گا۔“

”شام کے اخبارات میں پیکاک سرکس کے اداکاروں قزل بونغا اور پیکی کے فرار کی نہ شائع ہو گئی یہ بھی بتایا گیا کہ آفس کے بعض اہم کاغذات بھی چڑائے گئے ہیں ڈینی کے بیان سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس واقعے کا ذمہ دار بھی جرہارڈی ہی کو سمجھتا ہے۔۔۔ ذکرے چھپے الفاظ میں اس نے اپنا شہر گلوب سرکس والوں پر ظاہر کیا تھا۔“

”مگر میرا خیال اب بدل گیا ہے۔“ پیکی نے محمدی سانس لے کر کہا۔ ”میری لیں کے قتل

”میں جرہارڈی کا ہاتھ نہیں معلوم ہوتا۔“

”کیوں؟“

”اگر اسی کا ہاتھ ہے تو رفت نیچے میں کیوں آگوادا۔۔۔ وہ تو یعنی کا پرستار ہے! اور اسے بھی تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ یعنی ہی نے اسے قتل کیا کرایا ہو گا۔“

”پرواہ نہ کرو۔۔۔ ایسے سب ہم بعد میں دیکھیں گے! فی الحال ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ ہمارے اخراجات کہاں سے پورے ہو گے۔ میں تو بالکل بھکڑو ہوں رات تم سے دس روپے ادھار مانگ رہا تھا۔“

”کیش تو میرے پاس بھی زیادہ نہیں ہے۔!“ پیکی نے کہا۔

”تمہارے روپے تو میں صرف بھی نہیں کرنا چاہتا۔۔۔ ویسے اگر قتنی طور پر تم نے ہوٹل کے مل وغیرہ ادا کر دیئے تو یہ بھجھ پر ادھار رہے گا۔ دیکھو میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے!“

”کیا۔۔۔!“

”ہم جرہارڈی کے سرکس میں ملازمت کرنے کی کوشش کریں!“ عمران نے کہا۔ ”میں اسے اپنے دوسرا سے کمالات دکھاؤں گا۔“

”نہیں۔۔۔ یہ ناممکن ہے۔ ڈینی کا یہہ غرق ہو جائے گا۔“

”وہ تو دیسے بھی ہو گا کیونکہ ہم وہاں سے چلے آئے ہیں۔“

”اوہ۔۔۔ مگر ایک مصیبت! ہم پہچان لئے جائیں گے۔ میری چھینکیں۔۔۔!“

”اربے باپ رے۔۔۔!“ عمران گڑبا کر سر کھجانے لگا۔

”ویسے اگر میں تھوڑی تھوڑی براثری براثری برابر استعمال کرتی رہوں تو دورہ نہیں پڑتا۔ مگر میں اس سے بھی ڈرتی ہوں کہ شو کے دوران نشہ ہو جائے۔“

”ہو جائے پرواہ نہیں۔ اگر ایسا ہو تو میں سنبھال لوں گا۔“

”تب پھر ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔ مجھے اپنی چھینکوں سے بڑی نفرت معلوم ہوتی ہے۔“

”لیکن۔۔۔ وہی بمحض اچھی لگتی ہیں۔“ عمران شہنشی میں سانس لے کر بولا۔ ”جب تم چھینتے لگتی ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بہت دور کی مندر میں چاندی کی گھنٹیاں نجگری ہوں، رات کی دیوی گنگا ری ہو اس تاروں کی محفل میں زبرہ کے گھنگرو چھنٹا کے سکھیر ہے ہوں۔۔۔ چھینکو۔۔۔ خدا کیلئے چھینکتی ہی چلی جاؤ۔۔۔ تمہاری چھینکوں میں میری بروج گنگاٹا اٹھتی ہے۔۔۔ رقص کرنے لگتی ہے اور میرا

دل چاہتا ہے کہ تمہیں گود میں اٹھا کر کھو کر پار کی طرف بھاگ نکلوں... گم... مم... ہب...!

پیکی نے دو ہتھ اٹھایا اور عمران کی کواس میں بریک لگ گئے۔

پکھہ دیر تک خاموشی رہی اور پھر پیکی نے کہا۔ ”مگر تمہیں شبہ کس پر ہے۔“

”جس پر تم شبہ کر رہی ہو!“

”مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ حرکت رفت کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ جب تم نے بلو پاپ کے متعلق گفتگو کی تھی اسی وقت میں نے سوچا تھا کیونکہ دنیا کے جن حصوں میں جان لینے کا یہ طریقہ اب بھی رائج ہے وہاں رفت رہ پڑا ہے اور اس کا دعویٰ بھی ہے کہ وہ بعض ایسے زہروں سے واقف ہے جن کا نام بھی ہم لوگوں نے نہ سنا ہو گا۔ پھر اس نے تم پر تجویز پھینکا اور رات کو اندر ہیرا تھا لیکن حملہ آوروں میں اس کے ذیل ڈول کو بیچان لینا مشکل کام نہ تھا۔“

”ہاں ان میں ایک لمبا اور موٹا آدمی بھی تھا۔“

”تمہاری تدبیر بھی میری سمجھ میں آگئی ہے۔“ پیکی مسکرائی۔

”میا...؟“

”رفعت سے دور رہ کر اس کی گردون پھنسا گے! غالباً اسے شبہ ہو گیا ہے تم میر ملین کے قاتل کو بے شکار کر دینے کی فکر میں ہو۔ اسی لئے وہ تم پر حملے بھی کر رہا ہے۔“ عمران پکھنے بولا۔

وہ چیزوں کیم کا پیکٹ چھاڑ رہا تھا۔

”اوه قرول بوجا کیوں؟ تم نے مجھے تو اپنا اصلی نام ہی نہیں بتایا تھا۔ آخر تم نے مجھے... اپنا اصل نام کیوں نہیں بتایا تھا۔“

”کیونکہ تم بہت خوبصورتی سے چھینکتی ہو اور چھینکتی ہی چلی جاتی ہو۔“

”میر انداز مت ازاوا، درنہ تھپڑ ماروں گی۔“

”چھینکو! خدا کے لئے اس وقت بھی چھینکو! اگر چھینک سکو۔ تمہاری چھینکیں مجھے حوصلہ بخشتی ہیں۔ میرے دل میں دلیری پیدا کرتی ہیں۔ مجھے پیغام دیتی ہیں کہ میں ایک نذر سپاہی کی طرح ملک و قوم کے کام آؤں.... چھینکو۔ اگر چھینک سکتی ہو... چھینکتی رہو.... اس وقت تک چھینکتی جاؤ جب تک کہ میں دنیا کا نقشہ نہ بدلت دوں۔ دنیا کی چھپلی تاریخ نہ بدلت دوں تاک ہٹری کے طباء کو از سر نو پہنچا پڑے.... اور جغرافیہ کے طباء جغرافیہ چھوڑ کر دو میں لک سائنس لے لیں!“

پیکی نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ اس کے ہونٹ سکرے ہوئے تھے۔



جرہارڈی کے سر کس میں انہیں ملازمت مل گئی۔ پیکی کو اس پر بڑی حرمت تھی! گفتگو عمران نے ہی کی تھی۔ پیکی کو وہ آفس کے باہر ہی چھوڑ گیا تھا اور وہ اس وقت دفتر میں بلوائی گئی جب ساری باتیں ہو گئی تھیں۔ عمران نے اس کا جرہارڈی سے تعارف کرایا تھا۔

”مسز ساؤ تھے پلیز...!“

”بہت خوش ہوئی۔“ جرہارڈی نے اسے بھوکی نظر وہی سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ ”مجھے بے حد خوش ہو گی اگر تم لوگ اپنے لئے کوئی نمایاں مقام پیدا کر سکو! ایسے تم دنوں ہی موزوں اور مناسب معلوم ہوتے ہو۔ مسز ساؤ تھے خوبصورت جسم کی بالک ہیں.... تمباشی صرف یہی دیکھتے ہیں۔ انہیں فن کے مظاہروں سے زیادہ دلچسپی نہیں ہوتی۔ پیکاک کی میر ملین کا جسم ہی گلیاں بھر دیا کرتا تھا۔ پھر وہ لڑکی بھی اچھا خاصا جسم رکھتی تھی جو قرول بوجا کے ساتھ بھاگ گئی اور وہ قرول بوجا دیا کرتا تھا۔

”نیشن کمال کا آدمی تھا...“ مجھے ایسا کوئی آدمی نہیں ملتا۔ کچھ بھی ہو ڈینی کتے کا پلا ہے۔ آخر اس معاملے میں بھی اسے چوٹ ہوئی وہ جانتا ہی نہیں کہ آرٹسٹوں کو کیسے رکھا جاتا ہے، ارے یہ تو بادشاہ تھی ہوتے ہیں۔ ان کی ناز برداری کرنی پڑتی ہے۔ خرچے سہنے پڑتے ہیں.... تب یہ لوگ قابو میں رہتے ہیں اور پھر یہ بھی تو دیکھنا چاہئے کہ تمہارے لئے کون کتنا کرتا ہے.... ڈینی اپنے کسی آرٹسٹ کو پائیں سو سے زیادہ تنخوا نہیں دیتا۔ میرے آرٹسٹ ایک ایک ہزار لے رہے ہیں لیکن یہ سور کا پچھے بھی سمجھتا ہے اور وہ سروں سے بھی یہی کہتا پھر تاہے کہ اس کی دشواریوں کا باعث میں ہی ہوں۔ تم لوگوں نے قرول بوجا اور پیکی کے فراز کی خبر پڑھی ہو گی۔ ڈینی نے ڈکھے چھپے الفاظ میں مجھے ہی اس کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ خیر کبھی نہ کبھی میں دیکھے ہی لوں گا۔ میر ملین کا قتل بھی وہ میرے ہی سر تھوپنا چاہتا ہے۔ خدا اسے غارت کرے.... کیا تم لوگ پبلے وہیں گئے تھے۔“

”ہرگز نہیں۔“ عمران گردن جھنک کر بولا۔ ”ہم سیدھے یہیں آئے ہیں۔ ہمیں شاداب نگر ہی میں معلوم ہو گیا تھا کہ آپ بہت اچھے مالک ثابت ہوں گے آپ کے لیہاں آرٹسٹوں کو اچھی تھنخوں ملتی ہیں۔ ڈینی کے متعلق بھی سناتھا کر وہ کبھی چوس ہے۔“

”کبھی چوس ایسا ہے!“ جرہارڈی بھاگتا ہے۔ ”بہت مناسب الفاظ ہیں! بہت اچھے۔“

”اس کے بعد گفتگو کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ بعد میں جرہارڈی نے ان کے لئے بھی چھوولداری

”اچھا... تم ازاں میر انداز... ایسا بدل لوں گی کہ زندگی بھریا کرو گے۔“  
”میں ویسے بھی... اور ہپ...!“ عمران یک بیک سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔  
”کیوں... کیا ہوا...!“

”کچھ نہیں...!“ عمران نے کہا اور ناک سکوڑ کر کچھ اس طرح سانس لینے لگا جیسے کسی قسم  
کی بوسوں گھنٹے کی کوشش کر رہا ہو۔

یک بیک وہ بو تیز ہو گئی۔ میٹھی میٹھی ہی بو۔

”خاموش بیٹھ رہو...!“ ڈرائیور غایا۔ ”اگر اپنی جگہ سے ہلے تو تمہیں ہر حال میں کسی  
حادثے سے دوچار ہونا پڑے گا... پیچھے بھی ایک گاڑی ہے جس پر کافی آدمی موجود ہیں۔“

”کیا بات ہے...!“ پیکی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اس کا سرچارا نے لگا تھا۔ عمران  
نے ڈرائیور کی گردن کی طرف ہاتھ بڑھائے لیکن بس وہ پھیلے ہی رہ گئے۔ کیونکہ بواب تک بہت  
تیز ہو گئی تھی اور ڈرائیور کے سر پر اسے گیس ماسک نظر آرہا تھا۔

”کبڑا ہو گیا۔“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بڑی بڑی اور پشت گاہ سے لگ گیا۔ کار کے شیشے چڑھے  
ہوئے تھے کسی طرف سے بھی ہوا کا گذرا نہیں تھا۔ کار کی وٹی شیلڈ بھی پلین تھی۔ وہ دونوں ہی ذرا  
دیر میں بے حس و حرکت ہو گئے۔ ڈرائیور اب اگلی کھڑکیوں کے شیشے گرا رہا تھا۔



عمران کو پیکی سے پہلے ہوش آیا اور وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ حالانکہ ابھی اس کا سرچارا ہی رہا تھا  
اور آنکھوں کے سامنے ملکی سی دھند چھائی ہوئی تھی وہ اٹھ بیٹھا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر تک گھٹشوں  
میں سردیئے بیٹھے رہنا پڑا۔ آہستہ آہستہ سرچکرانا بند ہوا۔

وہ ایک وسیع کمرے میں تھا جہاں معمولی سافرنیچر نظر آرہا تھا۔  
”پیکی اس کے قریب ہی فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ لیکن اب اس کے پوٹے بھی حرکت  
کرنے لگے تھے اور ہونٹ کا نپ رہے تھے۔ دفعتاً اس نے کروٹ بدھی اور دونوں ہاتھوں سے  
آنکھیں ملنے لگی ساتھ ہی بڑی بڑی بھی جاری ہی تھی۔“ خدا غارت کرتے... قزل بوغا... بھی

بالکل قزل بوغا ہی ہے۔“

نصب کرانے کی تجویز پیش کی تھی لیکن عمران نے فی الحال ہوٹل ہی میں قیام کرنے کا ارادہ ظاہر  
کیا تھا۔ جرہارڈی نے انہیں دو چار دن آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن عمران نے آج ہی کے  
شو میں حصہ لینے کی خواہ ظاہر کی اور اسی پر اڑا رہا۔ انہیں جرہارڈی کی طرف سے اطمینان دایا  
گیا کہ ان کے لئے ہر ممکن سہولت بھی پہنچائی جائے گی۔

پہلے ہی شو میں ان کے ظاہرے کافی کامیاب رہے۔ مظاہروں کے دوران پیکی تھوڑی  
تھوڑی دری بعد برانڈی کی چلکیاں لیتی رہی تھیں اس پر چھینکوں کا دورہ پڑنے کے امکانات نہیں  
رہ گئے تھے۔ یہی ہوا بھی تھا۔ وہ شو کے دوران میں اور اسکے بعد بھی چھینکوں سے محفوظ رہی تھی۔

شو ختم ہونے کے بعد جب دوسرے آرٹسٹ مبارک باد دے رہے تھے جرہارڈی بھی نظر آیا  
اس نے انہیں الگ بلکر کہا۔ ”میں فی الحال تم دونوں کوڈیز ہر ہماوار دے سکتا ہوں لیکن پچھے  
دوں کے بعد یقینی طور پر اس میں اضافہ ہو گا۔ فی الحال یہ تین سورو پے امدادی رقم کی دیشیت سے  
قبول کریں کیونکہ تمہارا قیام ہوٹل میں ہے... اور یہ آٹھ روپے پیکی کے رکھو... کتوںش تم  
کو روزانہ ملے گا۔ مگر تم بھی یہاں آجائے تو زیادہ بہتر تھا۔“

”ہم آ جائیں گے۔“ پیکی نے کہا۔ ”فی الحال ہمارے پاس مناسب سامان نہیں ہے۔ آپ سے  
کیا پرداہ آپ تواب مالک ہیں۔ ہم لوگ شاداب گلری میں بڑی عرضت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔“

”پرواہ مت کرو۔“ جرہارڈی ہاتھ ہلاکر بولا۔ ”تمہارے لئے بہتر سے بہتر حالات پیدا کئے  
جائیں گے۔“ وہ دونوں اس کا شکریہ ادا کر کے پڑال سے باہر آئے... سامنے ہی ایک پیکی  
موجود تھی وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھے کہ کہیں کوئی اور نہ جھٹک لے جائے۔

”ہوٹل کراغاں...!“ عمران نے پیکی میں بیٹھے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔  
پیکی چل پڑی... اور پیکی نے برانڈی کی چلکی لے کر کہا۔ ”اب کیا پروگرام ہے یہ  
مرحلہ تو طے ہو گیا۔“

”فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ عمران نے جواب دیا۔  
پیکی نے پھر چلکی لی۔ وہ کئی چھوٹی چھوٹی شیشیوں میں برانڈی لائی تھی۔

”اب بس کرو۔“ عمران اس کے ہاتھ سے شیشی لیتا ہوا بولا۔ ”میں نے کئی گھنٹے سے چھینکیں  
نہیں نیں میرا دم! کھڑ رہا ہے۔“

"یقیناً ہوں..... پھر تم میرا کیا بگاڑ لوگی....!" عمران غصیل آواز میں بولا۔ "میں تم سے زیادہ اچھا چھینک سکتا ہوں..... بہت زیادہ تیری سے..... تمہاری حقیقت ہی کیا ہے۔" پیکی نے آنکھیں کھول دیں اور بڑا کر اٹھ پیٹھی۔ وہ جیسے سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی پھر اس کی نظر عمران کے چہرے پر جنم گئی جو اس انداز میں ہونٹ سکوڑے اور اکڑوں بیٹھا ہوا تھا جیسے مداریوں کی طرح سیئی بجا کر جیبوں سے شتر مرغ کے اٹھے نکالے گا۔

"ہم کہاں ہیں!" پیکی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تیکی میں....!" عمران الودوں کی طرح دیدے نچا کر بولا۔ "اور تیکی ہمیں ڈونگہ بونگہ یا الاڈیونوسانڈ لے جائے گی۔"

وہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی پھر لپکیں جھپکاتی ہوئی بولی۔ "ہم شاید کسی جاں میں پھنس گئے ہیں.... کیوں؟"

"پتہ نہیں....!" عمران نے لاپرواں سے کہا۔ "میں تو تمہاری شیشیوں کے متعلق سوچ رہا ہوں جو غالباً تیکی ہی میں رہ گئی ہوں گی۔"

"جہنم میں جھوکو شیشیوں کو۔ آخر ہم ہیں کہاں؟"

"اپنے ہوٹل میں تو ہرگز نہیں ہیں اس کے علاوہ کہیں بھی ہو سکتے ہیں۔"

"اب کیا ہو گا۔"

"تم چھینکوگی اور میں چھینکوں کے ساز پر قص کروں گا۔"

"میں سمجھ گئی۔" دفتار پیکی خوفزدہ لبچے میں بولی۔ "تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ وہ حرکت تمہاری ہے۔ میں پولیس سے بھی فریاد نہیں کر سکتی۔ اب جو کچھ تمہارا دل چاہے گا کرو گے۔"

"میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ سر کے بل کھڑا ہو کر پسلے تمہیں سونک کی سیدھی گنتی سناؤں پھر الٹی۔ اس کے بعد اگر تمہارا دل چاہے تو ڈھانی کا پہلاڑ بھی سن لیتا۔"

دفتار کی قدموں کی آواز ایس سنائی دیں اور ایک دروازہ کھلا پھر تین آدمی کرے میں داخل ہوئے۔ دروازہ دوبارہ بند کر دیا گیا۔

ان تینوں نے اپنے چہرے نقابوں میں چھپا رکھے تھے۔ ان میں ایک کافی قد آور اور خم شجم تھا۔ پیکی اسی کو گھور رہی تھی۔

"رفعت! اس نے آہستہ سے کہا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت اس پر چھینکوں کا دورہ پڑ گیا۔" "ارے.... بب.... باپ رے....!" عمران یک بیک بوکھا گیا۔ وہ پیکی کے چاروں طرف اس طرح ناق رہا تھا جیسے پیکی کوئی مشین ہو اور وہ اس میں کوئی ایسا پر زہ ملاش کر رہا ہو جسے ہاتھ لگاتے ہیں چھینکیں رک جائیں گی۔ آخر اس نے اس کامنہ دبانے کی کوشش کی لیکن پیکی اس ہاتھ جھٹک کر بولی۔

"ہٹو اور ہر.... چھیں.... آ چھیں....!"

"خدا غارت کرے۔" عمران اپنا سر پیٹ کر بولا۔ "اب ہو جائے گی دونوں کو چھاؤ۔" یکا یک تینوں نقاب پوش بھی پڑے اور ان میں سے ایک نے کہا۔ "تم دونوں چور بیچاں لئے گے ہو۔" "تم خود... پیچ... چور... چھیں...!" پیکی چھینکتی اور بڑبواتی رہی۔ اسکی آنکھوں سے جلاہت جلاک رہی تھی اگر میک اپ میں نہ ہوتی تو چہرے کی بدلتی ہوئی رنگت بھی صاف نظر آ جاتی۔

"چھا چھینکو...!" عمران مردہ سی آواز میں بولا۔ "اب میں مر نے کے بعد ایک جاسو سی ہاول لکھوں گا جس کا نام ہو گا چھینکوں کا شکار....!"

"اے.... اور ہر دیکھو....!" دفتار ایک نقاب پوش غریا۔ "تم کس چکر میں تھے تم یعنی قتل باغا اور پیکی....!"

"ہم اس لئے بھاگے تھے کہ اب ایک مرنگی خانہ قائم کر کے یقینہ زندگی یاد خدا میں گزاریں۔" عمران نے جواب دیا۔

"لیکن تم ایسا نہیں کر سکو گی۔ ہم تمہیں یہاں بند کر کے پولیس کو اطلاع دیں گے کہ قتل باغا اور پیکی فلاں عمارت میں موجود ہیں۔"

"لیکن پولیس فلاں عمارت کو کہاں ملاش کرتی پھرے گی۔ تمہیں عمارت کا نام اور مقام بھی تلاٹ پڑے گا۔"

" بتا دیں گے....!" نقاب پوش نے لاپرواں سے کہا۔

"کیا بتا دو گے....!" عمران نے پوچھا۔

"جیو! تم بہت چالاک معلوم ہوتے ہو۔ ہم تمہیں نام بتا دیں تاکہ تم اس عمارت کے محل افغان سے واقف ہو جاؤ۔"

”نہ بتاؤ! میں تو معلوم ہی کر لون گا۔“

”کو شش کرو...!“ جواب ملا۔

پیکی کی چھیلکیں رک گئیں تھی اور اب وہ نہ اسامنہ بنائے ہوئے تھے۔ ناک سے ”شوں شوں“ کر رہی تھی۔ اس نے عمران کے قریب کھٹک کر کہا۔ ”یہ رفت بالکل خاموش ہے۔ ابھی تک ایک بار بھی نہیں بولا۔ جانتا ہے کہ اگر بولا تو پہچان لیا جاؤں گا۔ اب میں بھج گئی ہوں۔ یہ لوگ ضرور ہمیں گرفتار کر دیں گے۔ اس طرح رفت مطمئن ہو جائے گا کہ جو لوگ میرے لیئے کے قاتل کی تلاش میں سچے خود کسی جرم میں ماخوذ ہو گئے۔“

عمران پچھے بولا۔ وہ احتمان انداز میں آن تینوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”اور اب تم لوگ جرہاڑی کے ساتھ کوئی لمبا فراہم کرنا چاہتے ہو۔“ نقاب پوش نے کہا۔ عمران نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ شاید وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

پیکی کا خیال بھی عاطل نہیں تھا۔ قد آور نقاب پوش نے ابھی تک اپنی زبان نہیں کھولی تھی بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سچے چیز اسے پہچان لئے جانے کا خدشہ ہو۔ اسکے برخلاف دوسرا نقاب پوش کی بارگفتگو کرچکے تھے۔ لیکن عمران نے دونوں ہی کی آوازوں میں اجنبیت سی محسوس کی تھی۔

”تم لوگ کیا چاہتے ہو۔“ عمران نے تردد سی آواز میں پوچھا۔

”تمہیں جمل میں دیکھنا ہی ہماری سب سے بڑی خواہش ہو سکتی ہے۔“

”تمہیں اس سے کیا فائدہ ہو گا؟“

”ہر شہری کا فرض ہے کہ قانون کا ہاتھ مضبوط کرے۔“

”میں قانون ہوں۔“ عمران اپنے سینے پر ہاتھ مبارک بولا۔ ”آؤ میرے ہاتھ مضبوط کرو۔“

”ہاتھ کیا ہم تمہارے پاؤں بھی توڑ کر کھدیں گے۔“

عمران نہیں کچھ دیر باتوں میں الجھائے رہا پھر یہ بیک اس نے اس پر چھلانگ لگادی۔ پھر زمین پر پید لگتے ہی اس کا گھونسہ ایک نقاب پوش کے جبڑے پر پڑا اور وہ کراہ کر دوسرا طرف الٹ گیا۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ اس نے دوبارہ اٹھنے میں درینہ لگائی ہو۔

اچھی خاصی بندگ شروع ہو گئی تھی لیکن پیکی جیرت سے دیکھ رہی تھی کہ عمران تینوں ہی بھاری پڑ رہا تھا۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے اپنے جبڑے نہ سہلائے ہوں۔

پھر پیکی نے تھوڑی دیر بعد محسوس کیا کہ وہ تینوں دم دبا کر بھاگنے کے لئے کوششیں ہیں عمران بڑھ بڑھ کر ان پر ہاتھ صاف کر رہا تھا۔ دفعتاً دراز قد نقاب پوش نے ایک کرسی کے پاسے سے الجھ کر نکلنے کی کوشش کی لیکن پھر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ عمران اس کی طرف جھپٹا اور پیکی پیچنے۔ ”ارے وہ... دونوں نکل گئے۔“

لیکن عمران مڑ کر دیکھے بغیر دراز قد نقاب پوش پر ٹوٹ پڑا۔... ویسے یہ اور بات ہے کہ اس بارہ خود ہی دھوکہ کھا گیا ہو.... نقاب پوش بڑی پھرتی سے اچانک ایک طرف کھٹک گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ عمران کسی چچکی کی طرح پٹ سے زمین پر گرا ہو گا۔ مگر وہ دراز قد نقاب پوش عمران سے زیادہ پھر تیلا نہیں تھا کہ بھاگ کر کمرے سے نکل جاتا۔... عمران نے اسے دروازے کے قریب جالیا اور اس کی کمر پکڑ کر اس زور سے جھکا دیا کہ وہ لڑکھا تھا ہو اپھر کمرے کے وسط میں جا گرا۔ ”ان دونوں کو جہنم میں جانے دو بیٹے۔ تم آج نہیں جاسکو گے۔ اس رات کو بھی محض اتفاق ہی تھا کہ تم نکل جانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔“ عمران نے ہنس کر کہا۔

مگر اس کی بھی پیکی کو بڑی بھیک معلوم ہوئی اور وہ دوسرے ہی لمحے میں چینی۔ ”عمران سنجنگ کریے بہت طاقت ور ہے... خدا کے لئے پاگل نہ بنو۔“

دراز قد نقاب پوش کسی ایسے مینڈک کی طرح جو اچھنے کے لئے تیار ہو فرش پر دوز انو بیٹھا ہوا عمران کو گھور رہا تھا۔

”یہ کون ہے؟“ عمران نے پیکی سے کہا۔

”رفعت...!“

”ہااا...!“ عمران نے قہقہہ لگایا۔ ”تم غلطی پر ہو۔ یہ جرہاڑی ہے۔ ہمارا نیماں لک...!“

دفعتاً نقاب پوش نے اسی طرح بیٹھے ہی بیٹھے عمران پر چھلانگ لگادی اور پیکی کی آنکھوں میں بیکل سی چمک گئی۔ یہ چمک نقاب پوش کے ہاتھ میں دبے ہوئے نخجیر کی تھی۔

پیکی کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی۔ لیکن اس نے پھر نقاب پوش کو فرش پر گرتے دیکھا۔ عمران تواب بھی دور کھڑا ہنس رہا تھا۔

نقاب پوش پھر اٹھا لیکن اب وہ خاموش نہیں تھا۔ اس کے منہ سے گالیاں اُبل رہی تھیں اور پیکی کھڑی بڑی طرح کاپ رہی تھی کیونکہ اس نے اس کی آواز پہچان لی تھی۔ وہ رفت میں

بلکہ سچ جو جرہارڈی ہی تھا۔

اس بار حملہ شدید تھا مگر خیبر دیوار پر پڑا۔ عمران جو ایک جانب کھک گیا۔ بڑی تیزی سے پیچھے ہٹا اور جرہارڈی کے مڑنے سے پہلے ہی اس کی کمر پر ایک لات رسید کر دی۔ جرہارڈی کی بھوکے شیر کی طرح دہاڑ کر اس کی طرف پکا۔ مگر عمران شاید اسے صرف تھکانا چاہتا تھا۔ وہ پھر جھکائی دے کر نکل گیا اور نکتے نکتے اس کی ناگوں پر ناگ مار دی۔ جرہارڈی کسی تناور درخت کی طرح ایک بار پھر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

”اے... اب کیوں خاموش کھڑی ہو۔“ عمران نے پیکی کو مخاطب کیا۔ ”تم سمجھیں کہاں شروع کر دو۔ شاید تمہاری چھینکیں ہی اسے ختم کر دیں۔“

”سور کے پچھے خاموش رہو۔“ جرہارڈی اٹھ کر دہاڑ اور اس نے عمران پر چھلانگ لکائی لیکن اس بار عمران کا گھونسا اس کے جڑے پر پڑا اور لڑکھڑا تھا ہوا دھر چلا جہاں پیکی کھڑی ہوئی تھی۔ پیکی سچ کر عمران کی طرف بھاگی۔

عمران نے محسوس کر لیا کہ جرہارڈی اب تھک گیا ہے اس لئے اس نے اسے سنبھلنے کا موقع دینا مناسب نہ سمجھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کی پیچھے پرلات جڑ دی اور وہ دیوار سے جا گکرایا۔ اس کی سچ بھی بڑی کریہ تھی۔

وہ لمبارک فرش پر گرا اور اس طرح ہاتھ پیچنے لگا جیسے اس کا دم نکل رہا ہو۔ پیکی عمران کے بازو سے لپی کھڑی بڑی طرح ہانپر رکھ کر کہا۔

”یہ سب کیا ہے...!“ پیکی کیکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

”یہ گدھا اپنے دیے ہوئے روپے اس طرح وصول کرنا چاہتا ہے۔“

”تم جھوٹے ہو!“ پیکی بذریانی انداز میں چھپی۔ ”مجھے بتاؤ... مجھے بتاؤ...!“

”صرف ایڈو پچر... اس وقت میں کسی فلم کا ہیرہ معلوم ہو رہا ہوں اور تم ہیر وئں... اور وہ میں ہے لیکن اس منظر کے بعد ہماری شادی نہیں ہو سکے گی۔“

پیکی اسے دھکیل کر الگ بہت گئی۔ جرہارڈی ساکت ہو گیا تھا۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے جانکنی سے نجات مل گئی ہو اور اب وہ قیامت تک نہ اٹھ سکے گا۔

عمران اسے دیکھنے کے لئے آگے بڑھا اور پھر جھک کر اس کے چہرے سے نفاب الگ کرنے لگا۔ ایک بار پھر پیکی کے چلے سے سچ نکل کیونکہ جرہارڈی کے دونوں ہاتھ اٹھ کر عمران کی گردن سے لپٹ گئے تھے.... دونوں میں پھر جدوجہد ہونے لگی۔ عمران اپنی گردن چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن جرہارڈی نے شاید اپنی ساری طاقت صرف کر دی تھی۔ وہ دونوں گھتے رہے.... عمران کی گردن بڑی طرح پھنس گئی تھی۔ وہ کافی قوت صرف کرنے کے باوجود بھی گردن چھڑانے میں ناکام رہا۔ پیکی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ وہ یہ بھی دیکھ رہی تھی کہ عمران غفلت میں چوتھا کھائی ہے اور شاید اب جرہارڈی کے پنج سے گلو خلاصی نہ ہو۔ ویسے بھی جرہارڈی عمران کے مقابلے میں دیو ہی تھا۔ اور اب اس وقت پیکی کو خیال آیا تھا کہ رفتہ اور جرہارڈی ڈول ڈول میں ایک ہی جیسے تھے۔ دفعتاں کی نظر اس خیبر پر پڑی جو جرہارڈی کے قریب ہی فرش پر پڑا ہوا تھا.... اس نے جھپٹ کر اسے اٹھالیا اور پوری قوت سے جرہارڈی کے بازو پر ضرب لگائی۔

ایک کریہ سچ کے ساتھ جرہارڈی کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ اور عمران اچھل کر پیچھے بہت گیا۔ لیکن اس نے پھر جست لگائی اور دوسرے ہی لمحے میں وہ جرہارڈی کے سینے پر سوار تھا۔

پھر وہ اس وقت تک اس کے چہرے پر کئے مار تارہا جب تک کہ وہ سچ ساکت نہیں ہو گیا۔

”اب تم نے روپیں ادا کیا ہے کسی ہیر وئں کا۔“ عمران نے پیکی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اب وہ بھی کسی تھکے ہوئے گدھنے کی طرح ہانپر رہا تھا۔

”یہاں سے جلدی نکلو...!“ پیکی بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ”میرا دم گھٹ رہا ہے۔“

”تم ذرا دیر اس کرے میں شہروں میں دیکھوں شاید اس عمارت میں فون بھی ہے۔“

”ڈرو نہیں! اب یہ حقیقتاً بے ہوش ہو گیا ہے۔ میں ایک آدمی کو اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میر میں کا قاتل مل گیا ہے۔“



دوسری صبح وہ آدمی بھی ذینی کے پیکاک سر کس سے گرفتار کر لیا گیا۔ میں نے جرہارڈی کے ایکاپر میر میں کو قتل کیا تھا یہ سر کس کے سخنوں ہی میں سے تھا اور سو نیصدی جرہارڈی کا آدمی

نے وہ جملہ اس تصویر کے اوپر لیکی کے سامنے ہی لکھا تھا جو کہ تصویر لیکی کی نہیں تھی اس لئے یہی  
نے اس سے اس کے متعلق کچھ پوچھا بھی نہیں یا ممکن ہے پوچھا بھی ہو۔

”اس نے پوچھا تھا۔“ فیاض بولا۔ ”لیکن اسے کوئی تضفی بخش جواب نہیں ملا تھا ملتا بھی کیسے  
جب کہ میر میلين اسے لیکی ہی کی تصویر سمجھتی تھی بلکہ اسے تو لیکی کے استفسار پر غصہ آگیا ہوا۔“

”مھیک ہے.....!“ عمران نے کہا۔ ”اور اس تحریر کے متعلق بھی لیکی کو تشویش نہ ہوئی ہو  
گی کیونکہ وہ میر میلين کا ایک پسندیدہ جملہ تھا جسے وہ اکثر زبان سے بھی دہراتی رہتی تھی۔ وہ اس  
نے کسی فلم میں نہ تھا۔ بہر حال وہ تصویر اس کے مجموعے میں اسی لئے رکھی گئی تھی کہ اس کی  
موت کے بعد پولیس لیکی کے خلاف شہباد میں بٹلار ہے.... اوہر ان کا دم نکلا تھا اور اوس  
ساری تصویریں اس کے صندوق سے نکال کر اس انداز میں بکھر دی گئیں کہ خواہ مخواہ ان پر نظر  
پڑے.... پھر وہ کامی تصویر اس طرح اچک لی گئی! لا حالا یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ اس کا لی تصویر کا  
تعلق اس قتل سے یقینی طور پر ہو گا ورنہ وہ اس طرح اتنی دیدہ دلیری سے کیسے اڑا جاتی۔ مجرم چونکہ  
اس سر کس سے متعلق تھا اس لئے وہ مجھے اچھی طرح پہچانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ میں نے یہاں یہ  
ڈھونگ اس لئے پھینلا�ا ہے! وہ میری اور پیکیسی کی گفتگو بھی سنтарہا تھا۔ اسی لئے اسے یقین ہو گیا تھا  
کہ میں رفت پر بھی شبہ کر رہا ہوں ہیں وجد تھی کہ ان لوگوں نے رفت کے گرد جال بننا شروع  
کر دیا۔.... مجھ پر اس وقت خبر پھینکا گیا جب رفت بھی بندال میں موجود تھا اور پیکیسی نے نہ  
صرف اسے دیکھ لیا تھا بلکہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ خبر رفت کے علاوہ اور کسی نے نہیں پھینکا۔ وہ  
خبر میں نے نشانات کے لئے تم تک پہنچایا.... لیکن اس پر کسی قسم کے نشانات نہیں ملے! نوٹ پر  
رفعت کی انگلیوں کے نشانات موجود تھے.... اس کے بعد سے باقاعدہ طور پر میری گنگرانی ہونے  
لگی۔ پھر ایک رات ان لوگوں نے مجھے درندوں کے کٹھرے کے قریب گھیر لیا۔ ان میں ایک  
آدمی رفت ہی کے ڈیل ڈول والا تھا! پیکیسی بھی یہی سمجھتی تھی کہ وہ رفت ہی ہے.... حقیقت  
تو یہ ہے کہ انہیں میں اس کے ہیولا پر نظر پڑتے ہی میں نے بھی یہی سمجھا تھا لیکن جب وہ  
لوگ لڑتے لڑتے خواہ مخواہ بھاگ لکھے تو مجھے سوچتا پڑا.... اگر وہ لوگ چاہتے تو اس وقت میری  
چنی بناؤ لستے کیونکہ وہ حملہ میرے لئے غیر متوقع تھا اور میں بُری طرح بوکھلا گیا تھا اگر وہ چاہتے تو  
میں حقیقتاً بُری طرح پت جاتا مگر وہ لوگ یہ بیک بھاگ لکھے.... جرہارڈی بذات خود اس میں

تھا اور اس نے اسی طریقے سے میر میلين کو قتل کیا تھا جس کے متعلق عمران اور پیکیسی میں پہلے ہی  
گفتگو ہو چکی تھی۔ بلوپاپ جس کے ذریعے زہری سوئی میر میلين کی طرف پھیلی گئی تھی شہنماں ہی  
کی شکل کا تھا۔ یہ گرفتاری جرہارڈی کے اقرار جرم کے بعد عمل میں آئی تھی۔

کیپن فیاض نے جرہارڈی پر تشدید کی انتہا کر دی تھی تب کہیں جا کر اس سے کچھ اگلوں لینے میں  
کامیاب ہوا تھا.... اس قتل کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ ڈینی کا سر کس دیران  
ہو جائے۔ محض میر میلين کی وجہ سے اس کی گیکریاں تماشا یوں سے بھری رہتی تھیں۔ سر کس  
کے سخرے کو پولیس کے حوالے کر دینے کے بعد عمران اور فیاض ڈینی کے آفس میں آئیں  
وہاں پیکیسی بھی موجود تھی۔ لیکن اس کی آنکھوں سے گہرا غم مترش تھا۔

”دیکھا آپ نے...! ڈینی مسکرا کر بولا۔“ میری دونوں ہی ہاتھیں سچ نکلیں۔ یعنی لیکی بے  
قصور تھا اور یہ حرکت جرہارڈی ہی کی تھی۔“

”کامی تصویر نے غلط فہمی پھیلائی تھی۔“ عمران بولا۔ ”اگر وہ اس طرح میرے ہاتھ سے نہ  
چھینتی جاتی تو.... مگر سو پر فیاض...! ڈینی نے اس کے متعلق کیا بتایا تھا....!“

”بھی اس نے جو کچھ بھی بتایا تھا مجھے یقین نہیں آیا تھا اس لئے میں نے  
اس کے علاوہ تمہیں اور کچھ نہیں بتایا تھا کہ تصویر کی پشت والی تحریر میر میلين ہی کی تھی۔ ویسے تو  
لیکی پورا فلسفی ہے۔ پتہ نہیں وہ اس سر کس میں کیوں جھک مار رہا ہے۔ فلسفی اور سر کس ہڑی مصلحت  
خیز بات ہے۔ وہ اپنی عاشق لڑکیوں کو کامی تصویریں بھیجتا تھا اور انہیں لکھتا تھا کہ وہی اس کا اصل  
روپ ہے۔ سڑوں جسم اور خوبصورت خدو خال سب فریب ہیں! لہذا انہیں فریب سے محبت نہ  
ہونی چاہئے۔ لیکن جو اصلیت ہے اس سے بھی انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی کیونکہ خوبصورتی پر  
جان دینا آدمی کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے اور پتہ نہیں کیا کہا تھا اس نے مجھے یاد نہیں۔“

”بہر حال پر ڈرام یہ تھا کہ میر میلين کو قتل کر کے ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ شبہ یہی پر  
ہوا ہی اس واردات سے پہلے....!“ عمران نے رک کر سانس لی اور پھر بولا۔ ”اس واردات  
سے پہلے میر میلين کے تصویروں کے مجموعے میں ایک کامی تصویر رکھ دی گئی! شاید میر میلين کو  
بھی علم تھا کہ یہی اپنے مدارجوں کو کامی تصویریں بھیجتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اس تصویر کو اپنے مجموعے  
میں دیکھ کر الجھن میں پڑ گئی ہو گی۔ لیکن اس نے یہی سے اس کے متعلق کچھ نہیں پوچھا البتہ اس

شریک ہوا تھا اور اسی لئے شریک ہوا تھا کہ اس پر رفتہ کاد ہو گا ہو۔

رفعت اس لئے اس معاملے میں گھسیٹا جا رہا تھا کہ میں اسے وہی آدمی سمجھوں جس نے  
میرے ہاتھ سے کالی تصویر چھینی تھی..... رفتہ لیکی کا عقیدت مند ہے اس لئے مجھے یقین  
ہو سکتا تھا کہ اس نے لیکی کی جان بچانے کے لئے وہ کالی تصویر پولیس کے ہاتھوں میں نہیں جانے  
دی تھی..... میں یہی سوچتا مگر مجرم حماقتوں پر حماقتوں کرتے چلے گے۔ انہوں نے مجھے گھر اور  
خواہ خواہ بھاگ نکلے اسی جگہ سے میں نے جبارڈی کی فکر شروع کر دی۔ میں نے اسی رات کو پیکی  
کی چپولداری میں بیٹھ کر بے آواز بلند ایک پروگرام مرتب کیا آواز اس لئے اوپر کھلی تھی کہ باہر  
سے سننے والوں کو ہماری گفتگو لفظ بلطف سنائی دے..... یہی ہوا..... اوز پھر کل ہم دونوں جبارڈی  
کی سر کس میں جای پہنچ۔ چونکہ جبارڈی سب کچھ سن چکا تھا اس لئے اس نے فوراً ہمی ملازمت دے  
دی۔ اور وہ اتنا بے صبر اور ہاتھا کہ پچھلی رات کے بعد ہی اس نے ہمیں پھر خواہ خواہ چھیڑا۔  
اور اس وقت بھی اس کا بھی ارادہ تھا کہ کچھ دردھوں دھپا کرنے کے بعد بھاگ کھڑا ہو گا۔ اس  
کے ساتھی سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق اس سے پہلے ہی بھاگ گئے لیکن میں نے جبارڈی کو الجھا  
دیا اور اٹیٹیناں سے اس کی مرمت کر تارہ۔ اس وقت ہم تیوں کے علاوہ اس عمارت میں اور کوئی  
موجود نہیں تھا اس لئے مجھے اور بھی آسانی ہو گی۔ اس کے ساتھی تو یہ سمجھ کر کہ اسکیم کے  
مطابق جبارڈی یچھے رہ گیا تھا لیکن وہ اپنی دانست میں مجھے کھلا رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ کچھ در  
بعد میرے ایک آدھ زور دار قسم کا ہاتھ رسید کر کے نکل جائے گا۔ لیکن جب میں نے اس کے  
نام سے لکارا تو وہ خونخوار ہو گیا۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوا اس سے تم بھی واقع ہو۔

عمران خاموش ہو گیا۔ اور پھر ڈینی ایک طویل سائز لے کر بولا۔

”ماستر عمران میں آپ کو بھی نہ بھلا سکوں گا۔ آپ واقعی عجیب ہیں۔۔۔ گریٹ ہیں۔۔۔ میں  
کہتا ہوں کہ اگر آپ یہی پیشہ اختیار کر لیں تو کیا حرج ہے۔“

”میں گڑکی چلپیاں بھی نہایت نیس بنا سکتا ہوں مشرپیاک۔۔۔ لیکن آج تک کسی حلوانی  
نے لفت نہیں دی۔“

”میں نہیں سمجھا جناب۔۔۔!“

”گڑکی چلپیاں کھائی جاتی ہیں! سمجھی نہیں جاتیں! اچھا نہا۔۔۔ سو پر فیاض۔۔۔!“ عمران اٹھ گیا۔

لیکن ابھی اس نے میدان بھی پار نہیں کیا تھا کہ اسے پیکی کی آواز سنائی دی اور وہ رک  
ر رکھ رہا۔۔۔ پیکی بے تھاشادوڑتی ہوئی راسکی طرف چلی آرہی تھی اس کے ہاتھ میں ایک نوٹ  
بک تھی۔

”یہ میری آٹو گراف بک ہے۔۔۔ اس نے قریب آکر دزدناک لمحے میں کہا۔۔۔ اس پر کچھ لکھ  
کر اپنے دستخط بنادیتھے جناب۔۔۔“

عمران نے نوٹ بک اس کے ہاتھ سے لے کر لکھنے لگا۔

”آدمی سنجیدہ ہو کر کیا کرے جب کہ وہ جانتا ہے کہ ایک دن اسے اپنی سنجیدگی سمیت دفن  
ہو جانا پڑے گا۔۔۔“

”میں۔۔۔!“ ایک موٹا سا قطرہ آٹو گراف بک پر گرا۔۔۔ عمران نے سر اٹھا کر پیکی کی طرف  
دیکھا وہ رورہی تھی۔

”کیوں؟“ عمران نے حرمت سے پوچھا۔

”میں یہ سمجھی تھی کہ تم میرے ہی ہم پیشہ ہو۔۔۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔۔۔ اس لئے میں  
نے سوچا تھا کہ ہم ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔۔۔ لیکن۔۔۔ لیکن۔۔۔!“

وہ پھوٹ پڑی۔۔۔ اور پھر اس کے ہاتھ سے آٹو گراف بک چھین کر بھاگتی چلی گئی۔ عمران  
اسے دیکھتا رہا۔۔۔ جب وہ پنڈاں میں گھس کر نظریوں سے او جھل ہو گئی تو اس نے سیٹی بجانے کے  
سے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر شانوں کو جنتیں دی اور دوسرا طرف مڑ گیا۔

# عمران سیریز نمبر 27

## سوالیہ نشان

(مکمل ناول)

### پیشہ س

اس کہانی کی شروعات ہی سوالیہ نشان بن کر رہ گئی ہے! اور سوالیہ نشان اس وقت تک ڈھن میں پکڑا تارہتا ہے جب تک کہ چیخ ایک سوالیہ نشان کہانی میں داخل نہیں ہو جاتا۔ اس بار عمران ایک ایسے آدمی سے ملکرایا ہے جو خود اسی کی طرح پر اسرار تھا۔ یعنی خود اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی شکل نہیں دیکھی تھی! اس کا طریق کار بھی عمران ہی کا ساتھا۔ اس کہانی میں آپ کو روشنی بھی ملے گی۔ عمران سیریز کے سلور جوبلی نمبر میں اسی کی کمی بہت شدت سے محسوس کی گئی تھی۔ مگر اس کہانی میں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکل سکی تھی۔

بعض احباب کچھ کرداروں کے لئے مصر ہوتے ہیں کہ انہیں اکثر لایا جائے، میں کوشش کرتا ہوں کہ ایسا ہو سکے لیکن بعض کہانیوں میں یہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کرداروں کو ان میں کھپانے کے لئے کسی معقول جواز کی بھی ضرورت پیش آتی ہے.... اور جواز مجھے نہیں ملتا۔ اسی لئے بعض اوقات میں اکثر فرمائشات پوری کرنے سے قاصر ہتا ہوں.... پھر بھی کوشش یہی کرتا ہوں کہ پڑھنے والوں کے زیادہ سے زیادہ مطالبات پورے کر سکوں؟

آپ نقاووں کے سلسلے میں بھی مجھے بور کرتے ہیں! یہ آپ کی زیادتی ہے.... ارے بھئی اگر کسی نے میرے کرداروں مثلاً فریدی، حمید، قاسم اور عمران کے نام اپنا کرناوں لکھنے شروع کر دیئے ہیں تو اس سلسلے میں میں کیا کر سکتا ہوں! مجھے تو اپنے ان ”کماڈو توں“ پر فخر ہے جو دوسروں کا ذریعہ معاش بن کر بھی ایک اہم خدمت انجام دے رہے ہیں....! مجھے اس پر ذرا بھی غصہ نہیں آتا! بس صرف اتنی سی بات گزارتی ہے کہ لکھنے والے اپنے باپ کا نام بتانے کی بجائے میرے ہی باپ کا نام بتانے لگتے ہیں! وہ بھی اس انداز میں کہ میں ہی معلوم ہوں اور وہ ایک آدھ نقطے کے فرق سے کتابیں خریدنے والوں کو دھوکا دے لٹکیں۔

ویسے آئیے میں آج آپ کو ایک راز کی بات بتاؤں!.... وہ یہ کہ باپ کا نام بتائے

بغیر کوئی جاؤسی ناول نویں کامیاب ہو ہی نہیں سکتا۔۔۔ مگر شرط یہ ہے کہ نام میرے ہی باپ کاتایا جائے۔

تیسری بات یہ ہے کہ آج کل پھر بھی قسم کے خطوط کا زور بڑھنے لگا ہے۔ میں پہلے بھی آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ مجھے ذاتی خطوط کے جوابات لکھنے کا وقت نہیں ملتا۔۔۔ آپ کو جواب نہیں ملتا تو آپ بے حد خناہوں کر دوسرا بخط لکھ دیتے ہیں۔۔۔ میں آپ کی محبت اور خلوص کا بے حد مشکور ہوں! اس وقت اور زیادہ مشکور ہوں گا جب آپ میرے ہاتھ کے لکھے ہوئے جواب پر مصروف ہوں گے۔

بعض مقامی احباب مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ بہتر تو یہی ہے کہ وہ مجھ سے نیمری کتابوں ہی میں ملا کریں! کتابوں کے باہر میں بے حد بور نظر آؤں گا۔ اتنا کہ شاند پھر آپ میری کتابیں ہی پڑھنا چھوڑ دیں۔

آپ ملیں گے۔۔۔ اور جتنی دیر بھی یہ ملاقات جاری رہے گی میں آپ کو بازار کے نرخوں کے اتار چڑھاؤ پر بور کرتا رہوں گا اور آپ میرے متعلق ایسی نورانیے قائم کر کے اٹھیں گے کہ بس۔۔۔!

اب میں کیا کروں عادت ہی ہے میری علیک سلیک کے بعد سب سے پہلے یہی عرض کروں گا کہ مسور کی وال کے دام بہت چڑھ گئے ہیں! ہلدی بہت واہیات آرہی ہے۔۔۔ اسے صاحب آخر کوئی کیوں نکر جئے جب کہ چار چار دن کا سیکنڈ ہینڈ گوشہ بھی اتنا گراں ملتا ہے۔

آپ میری شکل دیکھ کر سوچیں گے کہ شاند ریز بلیڈ کے دام بھی بہت زیادہ چڑھ گئے ہیں۔

اب صفحہ

صفدر نے بائیں پیر کی ایڑی پر گھوم کر بیچھے آنے والے کے گال پر تراخ سے ایک تھپٹر سید کیا اور فٹ پاٹھ کی بھیڑ کائی کی طرح پھٹ گئی۔ جس کے گال پر تھپٹر پڑا تھا ایک خوش پوش اور سخت مند جوان تھا۔۔۔ وہ ششدزدہ گیا۔ صدر علق پھاڑ پھاڑ کر بیچھے رہا تھا۔ ”تم کینے ہو!۔۔۔ پچھلے سال تم نے میری مرغی کے بچے چرانے تھے اور آج بکری کے بچے کی نائک توڑ دی۔۔۔ سور کے بچے نہیں تو۔۔۔

آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو غصہ آگیا تھا اور انہیں سے کئی بیک وقت صدر پر ٹوٹ پڑے۔ جس شریف آدمی کے گال پر تھپٹر پڑا تھا اس نے شاند اسی میں عافت سمجھی تھی کہ چپ چاپ وہاں سے کھکھ ہی جائے۔۔۔ خواہ مخواہ بھرے بھجن میں اس کی توپیں ہوئی تھیں۔ صدر پر چاروں طرف سے ہاتھ ہی ہاتھ پڑ رہے تھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کی بدولت کم سے کم بار کھاتا ہوا جیخ رہا تھا۔ ”تم سب چور ہو!۔۔۔ مرغی چور۔۔۔ بکری چور۔۔۔!

”پاگل ہے۔۔۔ ارسے۔۔۔ پاگل ہے۔۔۔ چھوڑ۔۔۔ ہٹو۔۔۔!“ کسی نے کہا۔ لیکن فوری طور پر اسے نہیں چھوڑا گیا۔ ایک آدھ ہاتھ پڑتے ہی رہے!۔۔۔ پھر اس کے گرد ایک حلقة سا بن گیا۔۔۔ لوگ وہیں کھڑے رہے اور صدر اس طرح اچھلاتا کو دنارہا ہیسے کی بادیہ دشمن پر لاٹھیاں برسارہا ہو۔

”جو لیا نہ...!“  
 ”میا خبر ہے۔“  
 ”صفدر پاگل خانے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔“  
 ”گذ...! اُسے جو کام بھی سونپا جاتا ہے، بخوبی انجام پاتا ہے۔!“  
 ”مگر جناب ایسے قسم کیا ہے۔“  
 جواب ملنے کی بجائے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی اور جولیا برا سامنہ بنا کر رہ گئی۔  
 وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی۔ پھر تویر کے نمبر ڈائل کئے۔  
 ”آہا... زہ نصیب...!“ دوسرا طرف نے آواز آئی۔ ”تو یہ تم ہو! انہوں پر یقین نہیں آ رہا...!“  
 ”جس چیز پر یقین نہ ہو اُسے پاس رکھنا ہی فضول ہے۔ اس لئے اپنے کان اکھڑا دو۔“ جولیا  
 نے بھی خوش مزاجی ہی ظاہر کی۔  
 ”میا...! مجھے کہیں دھکے کھلوانے کا خیال ہے۔“ تویر نے ہنس کر پوچھا۔  
 ”نہیں...! بس یو نبی خیال آیا کہ کئی دن سے تمہاری خیریت نہیں معلوم ہوئی۔“  
 ”اور حقیقت ہے کہ خیریت تھی ہی نہیں!“ تویر نے کہا۔ ”ادھر آج کل وہ مجھے برا اور است  
 احکامات دے رہا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس کا دامغ چل گیا ہے۔“  
 ”آہا...! کیا تم اسکے متعلق کچھ کہہ رہے ہو....!“  
 ”ہاں... اُسی کے متعلق... لیا تمہیں علم نہیں ہے کہ اس نے عجیب و غریب حرکتیں  
 شروع کر دی ہیں۔“  
 ”میں نہیں جانتی!“ جولیا نے اپنی آواز میں تحریکیدار نہیں کی کوشش کی۔  
 ”کل اگر میں نے تھوڑی عقل نہ صرف کی ہوئی تو میری بڑی بھی پتہ نہ چلا۔“  
 ”کیوں؟“  
 ”تیوار اسٹریٹ میں ایک شراب خانہ ہے۔ ایور گرین! وہاں مجھے اس لئے بھجا تھا کہ میں اس  
 کے مالک کے سر پر ایک زوردار چپت رسید کر کے بھاگ آؤں۔“  
 ”نہیں...!“  
 ”یقین کرو...!“  
 ”پھر تم نے کیا کیا؟“  
 ”پہلے تو میں نے انکار کر دیا تھا! مگر پھر مجبوراً...؟“

اس کے گرد بھیڑ بڑھتی گئی اور فٹ پا تھک کا وہ ٹکڑا جہاں صدر را پنے پا گل پن کا مظاہرہ کر رہا تھا  
 راہ کیروں سے بھر گیا۔ تب دو تین ڈیوٹی کا نشیل لمبے لمبے قدم اٹھاتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔  
 جمع ہٹانے میں انہیں کافی دشواریاں پیش آئیں لیکن بہر حال وہ فٹ پا تھک کے اُس ٹکڑے کو  
 خالی کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے اب وہاں صدر کے علاوہ اور کوئی نہیں رہ گیا تھا۔ لیکن وہ اب  
 بھی اُسی طرح اچھل کو درہ تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے ہوش ہی نہ ہو۔  
 بدقت تمام کا نشیل ہوئے اسے قابو میں کیا۔

”تم کون ہو؟“ ایک نے اس کا گریبان پکڑ کر جھکتا دیتے ہوئے پوچھا۔  
 ”میں اڑاکلی کا بھتija ہوں...! اور پھر تم کون ہوئے ہو پوچھنے والے۔ جاؤ اپناراستہ لو...!  
 میں اس وقت غصے میں ہوں۔“

”اڑے پاگل ہے۔“ ایک نے دوسرا سے کہا۔  
 ”چلو پاگل ہی سہی...! تمہارے گھر تو کچھ مالکنے نہیں جاتا۔“ صدر نے اکڑ کر کہا۔  
 ”اپناراستہ لو...! ورنہ مار کر بھس بھر دوں گا۔“

”تم مار پیٹ کر رہے تھے...!“ ایک دہاز۔  
 ”تمہیں تو نہیں مارا پیٹا...! ٹکسکو یہاں سے ورنہ...!“  
 ”لے چلو! سالے کو... خطرناک معلوم ہوتا ہے۔“ دوسرا نے کہا۔

”ہٹ جاؤ...! بھاگ جاؤ۔“ صدر ان کی طرف جھپٹا اور پھر وہ چاروں طرف سے اس پر بیل  
 پڑے.... تھوڑی ہی دیر بعد صدر نیچے تھا اور دو کا نشیل اُسے دبوچے ہوئے تھے۔  
 قریب کے کچھ دوکان داروں کی مدد سے وہ اس کے ہاتھ پیر باندھنے میں کامیاب ہو گئے اور  
 پھر شائد تھانے سے ٹرک طلب کرنے کے لئے ان میں ایک فون کرنے چلا گیا۔

◎

جو لیا فٹر واٹر نے فون پر ایکس نو کے نمبر ڈائل کئے! دوسرا طرف سے موقع کے مطابق  
 جواب ملنے میں دیر نہیں گی! ایکس نو کی بھرائی ہوئی آواز آئی۔  
 ”لیں...!“

”کیوں؟ تم تو ایکس ٹو کو اپنے جوتے کی نوک کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔“

”مگر بے عزتی سے بھی تو ڈرتا ہوں۔ میں نے پہلے انکار ہی کر دیا تھا۔ لیکن اُس نے دھمکی دی کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو میرے سر پر سر بازار چیزیں پڑا کریں گی۔“

جو لیا بے ساختہ نہ پڑی۔

”اچھا... اچھا... نہس لو!“ تنویر غالباً چڑ کر بولا تھا۔ ”جس دن تم بھی اُس کے پاگل بن کا شکار ہوئیں اسی طرح مزاج پوچھوں گا۔“

”خیر تم بتاؤ کہ تم نے پھر کیا کیا تھا۔“

”سب سے پہلے میں نے حالات کا جائزہ لیا۔ افی الحال اس کھوپڑی ہی کو حالات سمجھ لو جس پر چپت پڑنے والی تھی... وہ کھوپڑی انثے کی طرح چکنی اور شفاف تھی۔ مگر میں نے اسے مناسب نہ سمجھا کہ وہاں شراب خانے ہی میں اس کی کھوپڑی پر چپت آزمائی کروں! ایسی صورت میں میری چینی بن جاتی... بھاگتے راستہ نہ ملتا۔ لہذا میں نے سوچا کہ کسی طرح موٹے اور پستہ قد آدمی کو شراب خانے سے باہر نکلا جائے۔“

”یعنی صرف چپت ضروری تھی۔“ جو لیا نے پوچھا۔ ”یہ شرط نہیں تھی کہ چپت شراب خانے کے اندر ہی پڑے۔“

”نہیں! ایکسوئے وضاحت نہیں کی تھی۔“

”اچھا پھر کیا ہوا...؟“

”میں نے اُسے ایک بچے کے ہاتھ ایک خط بھجوایا۔ جس میں لکھا تھا کہ براہ کرم مجھ سے چوتھی گلی کے موڑ پر فوراً مل لیجئے۔ میں آپ کے فائدے کی ایک بات بتاؤں گی۔ میں نے سوچا خط کسی عورت ہی کی طرف سے ہونا چاہئے تاکہ وہ دوڑا آئے۔ یہی ہوا بھی... وہ خط دیکھتے ہی روانہ ہو گیا تھا اور لڑکے نے اپنی راہی تھی جیسے ہی وہ تیور اسٹریٹ کی تیسری گلی کے سرے پر پہنچا اس کی کھوپڑی بلبلہ کر رہ گئی۔ مجھے بھی بس مزہ ہی آیا تھا۔ شاید چہل بار میں نے اتنی فراغ دلی سے کسی کی کھوپڑی پر اپنا ہاتھ آزمایا تھا... اور پھر کیا اب یہ بھی بتاؤں کہ اس کے بعد میں کس طرح سر پر پیر رکھ کر بھاگا... کاش میں اس کا حلیہ دیکھنے کے لئے وہاں رک سکتا۔“

”اُس کے بعد کیا ہوا۔“

”ایکس ٹو نے خود ہی فون کر کے میری اس محنت کی داد دی۔“

”تم غپ تو نہیں ہاں کر رہے۔“ جو لیا نے پوچھا۔

”غپ ہائنسے کی ضرورت ہی کیا...؟“

”پتہ نہیں کیا معاملہ ہے! میں خود بھی حیرت میں ہوں۔“ جو لیا نے کہا۔

”کیوں؟ اکیا تم بھی کسی چکر میں پڑ پچکی ہو۔“

”نہیں میں تو ابھی تک محفوظ ہوں۔ مگر صدر پاگل خانے میں پہنچ چکا ہے۔“

”کیا مطلب...؟“

”اُس نے صدر میں ایک آدمی کو چانس مار دیا تھا۔ پھر اپنے کپڑے پھاڑا لے اور پاگلوں کی سی حرکتیں کر تارہا۔ آخر کار اُس کا حشر یہ ہوا کہ اس وقت وہ پاگل خانے میں ہے۔“

”اوہ... کیاچ مج ایکس نو پاگل ہو گیا ہے۔“

”نہیں! وہ تو پاگل نہیں ہو سکتا۔ البتہ ہم سب ضرور ہو جائیں گے۔“

”آخر مقصد کیا ہے؟“

”اگر بہت ہو تو اُسی سے پوچھ لو...!“ جو لیا نے کہا۔ ”ویسے میرا خیال ہے کہ شانکوہ تھیں بھی پاگل خانے ہی بھوکا چاہتا تھا۔“

”خدا جانے...؟“

”اچھا...!“ جو لیا نے ایک طویل سانس لی اور سلسلہ مقطوع کر دیا۔ وہ اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کر رہی تھی۔

کیا ایکس ٹوچ مج اپنا زہنی توازن کھو بیٹھا ہے؟ نہ نا مکن بھی نہیں تھا؟

جو لیا نے سوچا کہ وہ ایک الگ تھلگ رہنے والا آدمی ہے اور پھر اُسے ذہنی محنت بھی بہت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ تفریحات کا دل دادہ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ اس نے اس کا داماغ المٹ جانا جیسے اگریز بھی نہیں ہو سکتا۔

وہ تھوڑی دیر تک اس مسئلے پر سوچتی رہی پھر یہک اُسے عمران یاد آگیا۔ لہذا وہ دوسرے لمحے فون پر اس کے نمبر ڈائل کر رہی تھی۔

سلسلہ مل گیا لیکن دوسری طرف سے کھانیں کی آوازیں آرہی تھیں۔

”بیلو...!“ جو لیا نے کھانے والے کو مخاطب کیا۔

”بکری کا گوشت چار آنے سیر...!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

جو لیا نے عمران کی آواز پہچان لی۔ لیکن اُس کی حرکت پر اُسے بڑا غصہ آیا۔

”لیا بات ہے... تم بہت خوش معلوم ہو رہے ہو!“ جو لیا نے جلے کے لمحے میں کہا اور

”میں استغفار دے دوں گی..... بھی میں نہیں آتا... کیا کروں!“  
 ”بس میرا مشورہ ہے کہ ابھی سے بٹکی بولنا شروع کر دو۔ شاید یہی کام اسے پسند آجائے اور وہ تمہیں سڑک پر جہاڑ دینے کا حکم نہ دے؟“  
 ”عمران سبیحی گی سے کچھ سوچو! اگر واقعی اُس کا دامغ خراب ہو گیا ہے تو ہم کسی سے فریاد بھی نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ ہمیں یہی نہیں معلوم کہ وہ خود کس کا ماتحت ہے؟“  
 ”میں جانتا ہوں وہ کس کا ماتحت ہے۔“

”کس کا ماتحت ہے....!“  
 ”ایکس ون کا....!“  
 ”یہ کیا بلایا ہے....!“  
 ”پامیر ناٹ میں ایک وادی ہے اس کا بادشاہ! جو نچلے دھڑ سے بلی اور اوپری حصے سے گفاظ معلوم ہوتا ہے... بھی میاؤں میاؤں یوتا ہے اور کبھی یہ شعر پڑھتا ہے۔“

ترنے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا کہ خوشی سے مرنا جاتے اگر اعتبار ہوتا“  
 ”عمران....!“

”لیں مائی ڈیر فنر والر....! بکری کا گوشت....!“  
 ”خاموش رہو۔“  
 ”اگر یہ لکار ایکس ٹونے سن لی تو فائدے میں نہ رہو گی۔“  
 ”میں کہتی ہوں! سبیحی گی سے اس مسئلے پر غور کرو....!“  
 ”میں تو صرف اس پر غور کرتا رہتا ہوں کہ بکری کا گوشت بہت ستائیج رہا ہوں کہیں کسی دن بکری کے میک اپ میں کتابنہ ذبح کرنا پڑے۔“

”تو میں یہ سمجھ لوں کہ اب تم بھی خود کو اس کے سامنے بے بس محسوس کرنے لگے ہو۔“  
 ”کیا.... کیا جائے مجبوری ہے۔ میں اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا ہوں۔ کیونکہ وہ تو اندر ہیرے کا تیر ہے! پڑے نہیں کب اور کہاں آگئے۔“

”اچھا تو یہی معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ اس کا مقصد کیا ہے۔“  
 ”ضرورت کیا ہے۔ اسکا معاوضہ بھی اچھا خاصا ہی ملے گا۔ تم اگر معقول معاوضے پر مجھے سے کھیوں کا اتناک کرنا چاہو تو میں اس پر بھی تید ہو جاؤں گا کیونکہ آجکل میرا بیک بنیں کم ہو رہا ہے۔“

”دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔“ بکری کا گوشت چار آنے سیر...!“  
 ”تم گدھ ہے ہو...!“ جو لیا جلا گئی۔ ”بکواس بند کرو۔ تم سے کچھ ضروری باقی کرنی ہیں۔“  
 ”تم باقی بھی کرتی رہو اور میں گوشت بھی پیچتار ہوں! اور نہ میری مٹی پلید ہو جائے گی۔“  
 ”کیوں؟ کیا مطلب!“  
 ”مطلوب! اسی چوہے ایکس ٹو سے پوچھو۔“  
 ”لیمن...!“  
 ”اس نے کہا ہے کہ اگر میں گوشت بیچے سے ذرا بھی غافل ہو تو مجھے چیز سڑک پر مر غانا دیگا۔“  
 ”تم بچ کرہے ہو یا میرا منحکہ اڑانے کا رادا ہے۔“  
 ”اگر میرے گوشت بیچے میں تمہیں اپنا منحکہ نظر آ رہا ہے تو تم نہ خریدنا مجھ سے... بکری کا گوشت چار آنے سیر...!“

”صرف ایک منٹ کے لئے سخیدہ ہو جاؤ۔“  
 ”چیز سڑک پر مر غابنے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“ عمران کی آواز کچھ خوفزدہ سی تھی۔  
 ”کیا یہ حقیقت ہے....!“  
 ”ہاں.... سو فیصدی حقیقت....!“  
 ”کیا اُس کا دامغ خراب ہو گیا ہے۔“  
 ”میں بھی بھی سوچ رہا ہوں۔“ عمران نے کہا اور پھر ہاٹک لگائی۔ ”بکری کا گوشت چار آنے سیر۔ میں نے اس سے پوچھا تھا کہ سیکرٹ سر دس والوں نے یہ دھندا کیوں شروع کر دیا ہے لیکن اس کا کوئی جواب نہیں ملا۔ میں سڑکوں پر بھی اس طرح جیتا پھر تاہوں اور لوگ مجھے پاگل سمجھتے ہیں۔“  
 ”یا تمہیں علم ہے کہ صدر پاگل خانے پیچنے گیا۔“  
 ”ہاں میں جانتا ہوں.... میرے سامنے ہی کی بات ہے۔ اُسے صدر میں پکڑا گیا تھا اور میں دہاں سے گوشت پیچتا ہوا سیدھا نذر روڑ کی طرف بھاگا تھا۔“  
 ”میرے پیچھے درجنوں پچے تالیاں بجارتے تھے۔“

”آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“  
 ”خدا کا غصب نازل ہو رہا ہے۔ ابھی اور ہو گا۔“  
 ”لیکن اُس نے ابھی تک مجھے کوئی ایسا کام نہیں سونا۔!“  
 ”تم سے سڑک پر جہاڑ دلوائے گا۔ ہو کس خیال میں...!“

”جہنم میں جاؤ...!“ جولیا نے جلا کر سلسلہ منقطع کر دیا۔  
اس کی الجھن اور زیادہ بڑھ گئی۔



”جی نہیں قطعی نہیں....!“

عمران نے ایک طویل سانس لی اور پھر بولا۔ ”کوئی ایکس ٹواور اس کے ساتھیوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔“

”یہ کیسے معلوم ہوا۔“

”ان دونوں کو ایکس ٹوہی کی طرف سے ایسے پیغامات موصول ہوئے تھے۔“

”یقین کیجھ؟! میں نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی۔“ بلیک زیر و بو کھلا گیا۔

”مجھے تم پر اعتقاد ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”یہ ممکن ہے کہ کسی نے ایکس ٹوہا پر ایجوبیٹ فون نیپ کر کے اس کے چند ساتھیوں کے متعلق معلومات فراہم کر لی ہوں اور اس کی آواز کی نقل اہل نے کی مشق کر دی ہو۔۔۔ مگر یہ حرکتیں صاف ظاہر کرتی ہیں کہ وہ ایکس ٹوہی اس کے ساتھیوں کا صورت آشنا نہیں ہے! اس نے فون ہی پر صدر کو پاگل پن کا سوائیگ رچانے کی ہدایت دی اور جگہ بتاوی جہاں اُسے ہنگامہ برپا کرنا تھا۔۔۔ پھر از خود بھی دیں پتخت کر ہنگامہ برپا کرنے والے کو پیچاں لیا کہ یہ صدر ہے۔ اسی طرح تنویر کو بھی گھر سے نکال کر اس جگہ لے گیا جہاں اسے ایک آدمی کے سر پر چھپت رہید کرنی تھی۔

پلو تنویر بھی نظر میں آگیا۔۔۔ جولیا پر بھی اس کی نظر عنایت ہو گئی ہے لیکن اس سے ابھی تک اس قسم کا کوئی کام نہیں لیا گیا۔

”مگر سنئے تو سکی....!“ بلیک زیر و نے کچھ سوچنے ہوئے کہا۔ ”جو شخص بھی یہ حرکت کر رہا ہے یہ بھی سمجھتا ہو گا کہ آپ اس سے آگاہ ہو جائیں گے....!“

”کھلی ہوئی بات ہے۔“ عمران نے سر ہلا کر جواب دیا۔

”پھر میرا خیال ہے کہ اس سے حماقت ہی سر زد ہوئی ہے....!“

”ممکن ہے۔!“ عمران نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

”کیا بقیہ لوگ حفوظ ہیں!“ بلیک زیر و نے کہا۔

”ابھی تک کی روپرٹ کے مطابق ان تینوں کے علاوہ اور کسی کو اس قسم کے پیغامات نہیں ملے۔۔۔ خیر بہر حال اب میں نے پر ایجوبیٹ فون کا استعمال ترک کر دیا ہے۔۔۔ غالباً اسی نمبر پر کہیں اور بھی کالیس رسیو کی جارہی ہیں۔ ایسا ممکن ہے۔۔۔ اب میں تمہیں عمران کے نمبر پر سے پیغامات دیا کروں گا اور تم ایکس ٹوہی میثیت سے انہیں دوسروں تک پہنچایا کرنا!“

”بہت بہتر! اب ایسا ہی ہو گا جتاب!“

عمران نے بلیک زیر و کے نمبر ڈائل کئے دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔ ”تمہیں میری طرف سے کیا حکم ملا تھا....!“ عمران نے پوچھا۔

”حکم.... نہیں تو۔۔۔ کچھ بھی نہیں.... جتاب! آپ کس حکم کے متعلق کہہ رہے ہیں۔“

”اچھا مجھ سے ویں لو جہاں ہم ملا کرتے ہیں....!“

”بہت بہتر جتاب....!“

عمران سلسلہ منقطع کر کے بیس تبدیل کرنے لگا۔ اس نے بلیک زیر و کو اسی فون سے رنگ کیا تھا جس کے نمبر ٹیلی فون ڈائریکٹری میں موجود تھے۔

باہر آکر اُسے اس علاقے تک پیدل جانا پڑا جہاں کرائے کے گیرا جا تھے۔ انہیں میں ایک میں عمران کی کار بھی رہتی تھی۔

کچھ دری بعد وہ میپ ناٹ کلب کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں پتخت کر اُسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔۔۔ بلیک زیر و نے بھی وہاں پہنچنے میں جلدی ہی کی تھی۔

وہ واٹنگ ہاں میں ایک میز کے گرد بیٹھ گئے۔

”میں آپ کی اس کال کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔“

”میں تمہیں علم ہے کہ صدر پاگل خانے پہنچ گیا ہے۔“

”میں نہیں جانتا۔ کب؟“ بلیک زیر و کے لمحہ میں حیرت تھی۔

”آج شام کا واقعہ ہے اور کیا تمہیں علم ہے کہ تنویر نے ایک شریف آدمی کے سر پر چھت رہید کی تھی اور وہاں سے بھاگ لکھا تھا۔“

”میں اس کے متعلق بھی کچھ نہیں جانتا۔“

”اچھا! اُدھر پچھلے ایک بخت کے اندر تمہیں میری طرف سے تو کوئی ایسا پیغام نہیں ملا جس پر تمہیں حیرت ہوتی۔“

”مس جولیا اور تنوری کے علاوہ سہوں کو مطلع کر چکا ہوں کہ اب وہ ایکس ٹو کے پرائیوریت نمبروں پر رنگ کرتا ترک کر دیں! انہیں میں نے تمہارے نمبر دیئے ہیں اس لئے بہت زیادہ محظا رہو! اس فی الحال مجھے اتنا ہی کہنا تھا۔“

عمران اٹھ گیا۔

پھر کچھ دیر بعد اس کی کار جولیا فلٹر والٹ کے مکان کے سامنے رکی! وہ اتر کر برآمدے میں آیا اور کال میں کا بنن دبا کر انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد اندر سے قدموں کی آواز آئی۔

”کون ہے؟“ جولیا نے دروازہ کھونے سے قبل پوچھا۔

”بکری کا گوشت...!“ عمران نے جواب دیا۔

دروازہ کھل گیا اور جولیا دونوں گھونے اٹھا کر اس کی راہ میں حائل ہو گئی۔

”جاو... بھاگ جاؤ...!“ اس نے کہا۔

”کیا تم بھی صدر ہی کے پاس پہنچنا چاہتی ہو۔“

”سوچتے سوچتے میراڑاں ہن تھک گیا ہے اس لئے اب میں صرف سوباچا ہتی ہوں۔“

”میں تمہارے لئے خواب آور گولیاں لایا ہوں! بکری کا گوشت...!“

”دفعہ ہو جاؤ... خدا کے لئے بورنہ کرو۔“

”میں تمہیں ایک دلچسپ کہانی سناؤں گا... پیچھے ہٹوڑنہ پھر تم ساری رات نہ سو سکو گی۔

یہ تو ف کے عقل کھاں ہوتی ہے کہ وہ سوچ گا کہ رات آرام کے لئے بنائی گئی ہے۔“

جو لیا پیچھے ہٹ گئی اور عمران نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔... جولیا بڑا ہتی ہوئی

واپسی کے لئے مرجگی تھی۔

عمران اس کے پیچھے چلتا ہوا نشست کے کمرے میں پہنچا۔

”ہاں بور کرو۔“ جولیا جھٹکے کے ساتھ کری پر پیٹھی ہوئی بولی۔

”یہ کرہ بہت سلیقے سے جیسا گیا ہے...!“ عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ”مجھے یاد پڑتا

ہے کہ اس سے پہلے بھی کہیں ایسا ہی ایک کمرہ دیکھ چکا ہوں....!“

”خدا کے لئے جو کچھ بھی کہنا ہے جلدی کہہ ڈالو... مجھے نیند آ رہی ہے۔“

”تم سو جاؤ... میں کہتا ہوں گا۔“

جولیا اسے غصیل نظروں سے گھوڑتی رہی.... عمران نے بڑے اطمینان سے چیو ٹکم کا پیک

نکلا اور اسے پھاڑنے لگا۔

”ارے تم خاموش ہو گئے...!“ جولیا جھلا کر بولی۔ ”میں حق کہتی ہوں پاگلوں کی طرح چختا شروع کر دوں گی۔“

”پرواہ مت کرو! اس طرح صدر کی تھائی بھی رفع ہو جائے گی ویسے کیا تمہیں بھی پاگل ہو جانے کا حکم ملا ہے... بکری کا گوشت چار...!“

”خاموش رہو...!“ جولیا اپر اسامنہ بنا کر بولی۔ ”ایکس ٹو یقیناً پاگل ہو گیا ہے۔“

”لکنی بار بھی جملہ دہرا دی گی... کیا تمہیں بھی!“

”ہاں.... مجھے بھی۔ لیکن میں اس کے متعلق نہیں سوچ رہی! مجھے نیند آ رہی ہے۔“

”میں حق کہتا ہوں کہ اگر تم نے سنجیدگی سے میرے سوالات کا جواب نہ دیا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سو جاؤ گی۔“

”کیا مطلب....!“

”حالات ایسے ہی ہیں! ایکس ٹو کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے کہ صدر اور تنوری پر کیا گذری۔“

”صف صاف بتاؤ...!“

”ایکس ٹو نے اس قسم کے احکامات نہیں جاری کئے تھے!“

”پھر تم بکری کا گوشت کیوں بیچتے پھرتے ہو۔“ جولیا نے جلے کے لہجہ میں کہا۔

”میرے نصیبوں میں یہی ہے۔“ عمران مٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”لیکن میں تمہیں ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کر رہا ہوں... ایکس ٹو تو چارا کئی دنوں سے بیمار ہے۔ اس نے پچھلے

ہفت سے اب تک میرے علاوہ اور کسی سے گفتگو نہیں کی۔“

”پھر...؟“ جولیا یک بیک اچھل پڑی۔

”کوئی اس کا پرائیوریٹ فون نیپ کرتا رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس نے ایکس ٹو بننے کی بھی

کوشش کی ہے۔“ عمران نے کہا اور اس سلسلے میں وہ سارے لکھتے یاں کردیئے جن پر یہیک زیر د

سے بھی گفتگو کر چکا تھا۔

”مگر اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔“ جولیا نے جیرت سے کہا۔

”فی الحال ہمیں مقصد کے چکر میں نہ پڑنا چاہئے۔ اب تم بتاؤ کہ اس نے تم سے کیا کہا ہے۔“

”ابھی تک تو وہ مجھ سے محض صدر کے متعلق روپرٹیں لیتا رہا ہے۔ مگر شائد و گھنے پہلے کی

بات ہے کہ اس نے ایک کام مجھے بھی سونپا تھا۔ لیکن میں اس کی نوعیت کے متعلق چکار رہی تھی۔“

”کیا کام تھا...!“

عمران نے یہاں آکر اس طرح بلیک زیر و کے نمبر ڈائیل کئے کہ جو لیا نہیں فوٹ نہ کر سکی۔ پھر اس نے ماڈ تھہ پیس میں کہا۔ ”میں عمران بول رہا ہوں۔ جو لیانا میری تجویز سے اتفاق نہیں رکھتی۔“ پھر وہ کچھ سنتا رہا اور اس کے بعد ریسیور جو لیا کی طرف بڑھادیا۔ وہ کچھ محصل سی نظر آئے گی تھی۔

”لیں اٹ از جو لیانا سر....!“ جو لیا نے ماڈ تھہ پیس میں کہا اور عمران کی تجویز دہرا کر دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سننے لگی، کئی بار اس کے چہرے پر زردی سی نظر آئی تھی۔ آخر کار اس نے سلسلہ منقطع کر کے ٹھنڈی سانس لی۔

”کیوں؟“ عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ تم پر اتنا اعتماد کیوں کرتا ہے۔“

”یوں لکھ میری طرف سے بے اعتمادی اب تک بہتوں کو لے ڈوبی ہے۔“

”وہ کہتا ہے کہ میں بے چون وچرا تمہارے مشوروں پر عمل کروں!“

”تم بتاؤ کہ تم نے کیا فصلہ کیا ہے۔“

”کچھ نہیں، میں ذہنی کروں گی جو ایکس ٹو کے گا۔“

”بس تو تم ابھی اور اسی وقت روشنی کے فلیٹ میں بیٹھ جاؤت میں اُسے فون پر سب کچھ سمجھادوں گا۔“

”اگر میری کالیں بھی ٹیپ کی جاتی ہوں تو!“ جو لیا نے کہا۔

”نہیں میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہو رہا۔“

”مگر کس بناء پر خیال ہے۔“

”اس بناء پر کہ تم اس دوران میں کئی بار مجھ سے فون پر گفتگو کر چکی ہو! الہذا اگر یہی بات ہوتی تو مجھے بھی ایسی ہی کسی اوث پلائگ حرکت پر مجرور کیا جاتا۔“

”پھر.... یہ بکرے کا گوشت....!“

”تمہاری تکین کے لئے میں بجکا گوشت بھی اسی ریٹ سے فروخت کر سکتا ہوں؟ بس اب تم جاؤ تھیں دینہ کرنی چاہئے.... بقیہ میں دیکھ لوں گا۔“

”بس اتنا کہ کل میں دس سے گیا رہ بیج تک میو نپل ناور کے نیچے کھڑی رہوں۔ میرے ہاتھوں میں تازہ گلابوں کا ایک گلدستہ ہونا چاہئے۔“

”اوہ....!“ عمران نے ایک طویل سانس لی۔

”کیوں کیا نتیجہ اخذ کیا تم نے....!“ جو لیا نے مضطرباً نہ کیا لیکن تمہیں ایک مشورہ ضرور دوں گا۔“

”اُبھی میں کوئی نتیجہ نہیں اخذ کر سکا لیکن تمہیں ایک مشورہ ضرور دوں گا۔“

”کیا؟“

”تم جانتی ہو! روشنی کہاں رہتی ہے؟“

”ہاں جاتی ہوں!“

”تمہیں کچھ دن روشنی کے فلیٹ میں قیام کرنا پڑے گا اور روشنی تمہاری جگہ لے گی۔“

”یعنی وہ یہاں آکر رہے گی۔“ جو لیا نے بُر اسامنہ بنایا کہا۔

”یقیناً....! اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔“

”آخر کیوں؟“

”میا میں نے ابھی نہیں کہا کہ اس طرح وہ نامعلوم آدمی ایکس ٹو کے ماتحتوں سے روشناس ہونا پاہتا ہے۔“

”پھر....! روشنی سے بھی کام نہیں چلے گا۔ کیونکہ وہ تم سے تعلق رکھتی ہے۔“

”میں کہتا ہوں، مجھ سے بحث نہ کرو۔“

”میں ایکس ٹو کی اجازت حاصل کئے بغیر ایسا نہیں کر سکتی۔“

”اُسے تکلیف نہ دو دو بیمار ہے....!“

”کچھ بھی ہو! زبان ہلانے سے مر نہیں جائے گا۔“

”اُچھی بات ہے چلو! میں اس کرے میں جہاں فون ہے۔“

”میں خود ہی جا کر معلوم کئے لیتی ہوں۔“

”میا وہ اتنا حمق ہے کہ ٹیپ کئے جانے والے نمبروں پر اپنے کسی باختہ سے گفتگو کرنے گا۔“

”پھر....!“

”اُس نے مجھے دوسرے نمبر ڈائیل کر دیئے ہیں! لیکن اس کی خواہش ہے کہ وہ مجھے تک ہی

مدد دریں! میں نمبر ڈائیل کروں گا۔ تم گفتگو کر لینا۔“

”چلو....!“ جو لیا اٹھتی ہوئی بولی۔ فون اس کی خواب گاہ میں تھا۔

نے بھی بڑی تیزی سے اس طرف قدم بڑھا دیئے۔ لیکن عمران بھی اس سے پچھے نہیں رہا۔ اسے بھی فور آہی دوسری لیکنی مل گئی اور تعاقب کا سلسلہ منقطع نہ ہو سکا۔ کچھ دیر بعد اگلی لیکنی عالمگیر پارک کے چھانک پر رک گئی۔ یہ شہر کے بڑے پارکوں میں سے تھا اور بیہاں عموماً ہر وقت ہی خاصی بھیڑ رہا کرتی تھی کیونکہ بیہاں میو نپل چڑیا گھر بھی تھا۔ پستہ قد اجنبی لیکنی سے اتر کر پارک میں داخل ہو گیا۔ عمران نے بھی تھوڑے ہی فاصلے پر لیکنی چھوڑ دی اور پیدل ہی چلتا ہوا خود بھی پارک میں داخل ہوا۔ پستہ قد آدمی ابھی تک اس کی نظر ہوں ہی میں تھا۔ وہ ایک خالی نیچ پر بیٹھ گیا۔ انداز سے یہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے کسی کا انتظار ہو۔ ویسے اس نے جیب سے ایک اخبار نکال کر اسے پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ عمران بھی اس کے قریب ہی ایک نیچ پر جا بیٹھا اور اس نیچ پر صرف ایک ہی آدمی کے لئے جگہ تھی کیونکہ پہلے ہی سے اس پر چار آدمی موجود تھے۔

تقریباً آدمیاں کا گھر دیکھ لینے کے بعد اپنے ٹھکانے ہی پر واپس جائے گا۔ اسے تو قع تھی کہ وہ جولیا ناکا گھر دیکھ لینے کے بعد اپنے ٹھکانے ہی پر واپس جائے گا۔ ایک گھنٹہ گزر جانے پر اسے ایک خوبصورت سی یوریشین لڑکی نظر آئی جو اس آدمی کی نیچ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جیسے ہی وہ قریب آئی وہ اخبار ایک طرف ڈال کر گھر اہو گیا۔ کھڑے ہونے کا انداز رکی نہیں معلوم ہوا تھا بلکہ شائد وہ احترامی اٹھا تھا۔ لڑکی بھی اس نیچ پر بیٹھ گئی اور دونوں اتنی دھی آواز میں گفتگو کرنے لگے کہ عمران ان سے زیادہ دور نہ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہ سن سکا۔ لیکن وہ لڑکی کے چہرے کے اندر چڑھاؤ سے اندازہ کر رہا تھا کہ وہ اس کی گفتگو میں بہت زیادہ پچھلے رہی ہے۔ کچھ دیر بعد اس آدمی نے جیب سے اپنی نوٹ بک نکالی اور اس کا ایک ورق چھاڑ کر لڑکی کی کوئی رہا دیا۔

عمران پھر الجھن میں پڑ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر دونوں کے راستے الگ الگ ہوئے تو وہ ان میں سے کس کو ترجیح دے گا۔۔۔ ویسے بادی انفکر میں تو یہی معلوم ہوا تھا جیسے اس آدمی نے لڑکی کو اپنے پر گفتگو نہ ہوئی ہو جس سے عمران کو دیکھی تھی۔۔۔ مگر اس نے نوٹ بک سے ایک ورق چھاڑ کر اسے کیوں دیا تھا۔۔۔ لڑکی نے کاغذ کا وہ نکلا تھہ کر کے اپنے دماغی میں ڈال لیا۔ اس نکتے پر تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد عمران نے فصلہ کیا کہ اگر ان دونوں کی رازیں الگ

دوسرے دن.... عمران میو نپل ناور کے سامنے والے ریسٹوران میں بیٹھا کی خاص واقعہ کا منتظر تھا۔ بیہاں سے اُسے روشنی صاف نظر آرہی تھی کیونکہ میو نپل ناور سے ریسٹوران کا فاصلہ زیادہ نہ تھا۔

روشنی کے دابنے ہاتھ میں تازہ گلابیوں کا گلڈستہ تھا۔ اور ناور کی گھڑی پونے گیارہ بجارہ ہی تھی۔ عمران کی نظر میں روشنی ہی کی طرف تھیں۔

پندرہ منٹ بھی گزر گئے.... ناور نے گیارہ کے گھنٹے بجائے اور روشنی وہاں سے چل پڑی۔۔۔ وہ پیدل ہی چل رہی تھی۔

عمران ریسٹوران سے نکل آیا۔۔۔ وہ روشنی سے تقریباً تین سو گز کے فاصلے پر چل رہا تھا لیکن یہ کہنا آسان نہیں تھا کہ وہ اس کا تعاقب ہی کر رہا تھا۔ عمران نے روشنی کو پہلے ہی سے سمجھا دیا تھا کہ میو نپل ناور سے روائی کے بعد وہ گلابیوں اور کوچوں میں گھستی ہوئی جولیا کے گھر کی طرف واپس آئے۔

عمران کی اسکیم کے مطابق جولیا روشنی کے قلیٹ میں چلی گئی تھی اور روشنی جولیا کے گھر چل آئی تھی اور اس وقت ایک کامیاب اداکارہ کی طرح اپنارول ادا کر رہی تھی۔ وہ اس انداز میں سڑی بسی گلابیوں میں داخل ہو رہی تھی جیسے جلد سے جلد گھر پہنچنے کے لئے مختصر راستہ اختیار کر رہی ہو اور یہ ایک پستہ قد اور مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ عمر میں اور چالیس کے درمیان رہی ہو گی۔۔۔!

لباس کے استعمال کے معاملے میں بالسیقہ معلوم ہوتا تھا! جلنے کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ دکھاوے اور ترک و احتشام کا بھی عادی ہے۔

کچھ دیر بعد روشنی جولیا کے گھر میں داخل ہو گئی اور وہ آدمی آگے بڑھتا چلا گیا۔ اگلے چوراہے پر عمران نے اُسے رکتے دیکھا۔ عمران بھی ایک بک شال کے شوکیس پر جمک پڑا اور اس وقت چونکا جب ایک لیکنی اس آدمی کے قریب رکی۔۔۔

یہ ایک بوکھلا دینے والی پچوشش تھی۔ اگر وہ نکل جاتا تو عمران کی ساری محنت بر باد ہو جاتی۔ اس

الگ ہوئیں تو وہ لڑکی کا تعاقب کرے گا۔  
پچھے دیر بعد مرد اٹھ گیا لیکن لڑکی وہیں بیٹھی رہی۔ عمران بیٹھے بیٹھے تھا آجیا تھا اس نے سوچا ہی تھا کہ اب کچھ شروع کرنا چاہئے کہ لڑکی خود ہی اٹھ گئی! وہ بندروں کے کثیروں کی طرف جا رہی تھی۔ عمران بھی اٹھا لیکن اس نے وہاں تک پہنچنے کے لئے دوسرا رہا اختیار کی اور اسی کثیرے پر پہنچ گیا جہاں لڑکی پہلے موجود تھی وہ بندروں کے لئے موگ چھلیاں چینک رہی تھی۔... وہاں لڑکی اور لوگ تھے۔

عمران لڑکی کے قریب ہی تھا اور اس وقت اس کے پیہرے پر حماقت ہی حماقت طاری تھی۔ اس کے انہاں سے یہ معلوم ہوا تھا جیسے وہ وہاں خود کو تھاں سمجھ رہا ہو۔  
بندر اچھل کو درہ ہے تھے۔... دفعتاً ایک بندر نے عمران کی طرف دیکھ کر دانت نکالے اور عمران نے بھی جھلانے ہوئے انداز میں اسے منہ چڑھا دیا۔... پھر اس طرح بڑبرانے کا جیسے بندر کا دانت نکالتا سے بے حد گران گزر ہو۔ بڑبراتے وقت ایک بار دانت پیس کر اس نے بندر کو گھونسہ بھی دکھایا تھا۔

نہ صرف لڑکی بلکہ دوسرا لوگ بھی عمران کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لیکن عمران ظاہر ان سے بے خبر اسی انداز میں بڑبراتا اور آنکھیں چکتا رہا۔  
لیکن اس وقت نری طرح چوٹا جب اس کے قریب ہی قبھبے بلد ہوئے۔ اب اس نے بدحواسی اور جیسپ مٹانے کی ایکٹگ شروع کر دی۔ اس سلسلے میں اس کا سر دو ایک بار کثیرے سے بھی نکلا گیا۔  
یک بیک لڑکی اس کے قریب آئی اور آہستہ سے بولی۔

”چلو جلدی یہاں سے ورنہ یہ لوگ تمہیں چھیڑیں گے۔“  
عمران بدحواسی کا ظاہرہ کرتا ہوا دوسرا طرف مڑ گیا۔ اس کی رفتار دوڑنے کی حد تک نیز تھی۔ لڑکی بھی اس کے پیچھے ہی چلتی رہی۔  
پھر عمران پارک کے ایک دیران حصے میں پہنچ کر رکا۔ وہ ایک درخت کے متنه سے بیک گائے کھڑا ہاپ رہا تھا اور لڑکی اس کے سامنے کھڑی ہنس رہی تھی۔

”یہ کیا... مم... مصیبت...!“ عمران نے غصیلی آواز میں کہا اور پھر ہاضمے لگا۔  
”بندروں پر غصہ آنے کا یہی انجام ہو سکتا ہے...!“ لڑکی نے کہا۔ وہ بھی کوئی کھلڑی ہی معلوم ہوتی تھی۔... عمران کے پیہرے پر پھر زلے کے آنبار نظر آئے اور اسکی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

”آس الو کے پٹھے نے مجھ پر دانت کیوں نکالے تھے...!“ اس نے غصیلی آواز میں کہا۔  
”بڑی آئیں بندروں کی طرف دار بن کر.... میری جاگیر میں ہوتا تو سرے کی تاٹکیں چڑوا دیتا۔... باہ....!“

اور پھر وہ اس طرح تاک سے شوں شوں کرنے لگا جیسے غصے ہی کی وجہ سے نزلے کی تحریک شروع ہو گئی ہو۔

لڑکی ہنسنی رہی۔... اور عمران کا غصہ تیز ہوتا رہا۔

آخر لڑکی دیں گھاس پر بیٹھ گئی اور عمران بُرا سامنہ بنائے ہوئے کھڑا رہا۔ حماقت اور غصے کے ملے جملے آثاراب بھی چہرے پر موجود تھے۔

”کیا تم یتیم ہو....!“ یک بیک لڑکی نے پوچھا۔

”تم خود یتیم! تمہاری سات پیشیں.... یتیم.... اے.... میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا....!  
مجھے لاوارث سمجھتی ہو۔... ابھی میرے دادا بھی زندہ ہیں۔“

”صورت سے تو یتیم ہی معلوم ہوتے ہو۔“

عمران کسی نکل چڑھی لڑکی کی طرح بڑبراتا ہوا ایک طرف مڑ گیا۔

”اے.... ٹھہر و.... سنو.... تمہارے فائدے کی بات ہے۔“

عمران رک گیا لیکن اس کی طرف نہیں مزا....

”کیا ہے....!“ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”تم بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو! میں اس شہر میں اجنبی ہوں! چند دنوں کے لئے آئی ہوں.... اگر ہم دونوں دوست ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔“

”مہت حرج ہے....!“

”کیا حرج ہے....!“

”تم مجھے بات بات پر غصہ دلاوگی اور میرا دل چاہے گا کہ اپنے پیٹ میں خبز گھونپ لون! اب بتاؤ یہ بندر کیا تمہارے رشتہ دار لگتے ہیں.... دوڑ آئیں ان کی حمایت میں.... دانت دکھاتے گیں سالے مجھے.... جیسے میں الو کا پٹھا ہوں۔“

”تائیں.... تائیں.... تم بہت پیارے ہو.... چوغصہ تھوک دو۔ وہ بندر میرے رشتہ دار نہیں ہیں اور نہ ان کی حمایت میں دوڑی آئی تھی بس دل چاہا کہ تم سے گفتگو کروں۔ تم سے ملوں.... دوستی کروں.... میں اس شہر میں اجنبی ہوں.... آؤ.... کہیں بیٹھ کر باقیں کریں تم

مجھے اپنے متعلق بتاؤ۔ میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گی۔  
عمران وہیں بھد سے بیٹھ گیا۔ لڑکی پھر ہنس پڑی کیونکہ وہ کسی وزنی تھیلے کی طرح زمین پر پڑا تھا۔

اس کی ہنسی پر عمران نے پھر برا اسمانہ بھایا۔  
”یہاں.... نہیں.... پارک ریستوران میں بیٹھیں گے.... چلو....!“ وہ جلدی سے بولی  
اور عمران اس کی ہنسی پر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

وہ ریستوران میں آئے۔ عمران بد ستور گزرے ہوئے مودہ کام مظاہرہ کر تارہ۔  
”کیا پیو گے....!“ لڑکی نے عمران سے پوچھا۔

”میں صرف ان بندروں کا خون پینا چاہتا ہوں.... یعنی اب چڑیا گھر کے بندر بھی میرے ساتھ اسی طرح پیش آئیں گے جیسے عام جگہی بندر پیش آتے ہیں۔“

”یہ آخر بندروں کا کیا قصہ ہے....!“  
”ارے یہ حرام زادے بچپن ہی سے مجھے چڑاتے آئے ہیں۔ تمہیں دیکھیں گے تو کچھ نہیں!  
جہاں مجھے دیکھا دانت نکال دیئے۔“

”ہمیشہ بھی ہوتا ہے.... آخر کیوں؟ میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے.... میں نے کبھی کسی بندر کو ہشت بھی نہیں کہا!“

”آخر بتاؤ بھی تو کچھ....!“  
”ہائیں تو کیا میں کتوں کی طرح بھوک رہا ہوں۔ بتا نہیں رہا تی دیرے سے.... ارے یہ مجھے کہیں اور کسی حال میں نہ چھوڑیں گے۔ آج میں یہی سوچ کر یہاں آیا تھا کہ دیکھوں چڑیا گھر کے بندر تو مجھے فضول نہیں سمجھتے۔“

”لیکن ان کی طرف سے بھی مایوسی ہوئی....!“ لڑکی نے سمجھی گی سے پوچھا۔  
”یقیناً ہوئی....!“ عمران میز پر پا تھا مار کر بولا۔ ”اور اب میں نے تھیہ کر لیا ہے ہر بندر کو اپنا دشمن سمجھوں گا خواہ وہ دنیا کے کسی گوشے میں ہو....!“

”تمہارا نام کیا ہے....!“  
”تفضل....!“ کنور تفضل سمجھتی ہوتا۔ یعنی کہ پرنس....!  
”پرنس....!“ لڑکی نے حیرت سے دہرا یا۔  
”ہاں.... ہاں.... پرنس.... پرنس.... میری ریاست بہت بڑی ہے.... اور ہم لوگ مرغی والے

نواب کھلاتے ہیں۔“

”مرغی والے کیوں؟“

”ہمارے محل میں پانچ ہزار مرغیاں ہیں! مرغیاں پالنا ہماری خاندانی ہابی ہے! اسارے بزرگ شروع ہی سے مرغیاں پالتے چلے آئے ہیں۔“

”بڑی گندی ہابی ہے۔“

”اے.... خبردار.... زبان سنچال کر.... ہماری مرغیاں محل پر چلتی ہیں! کبھی خواب میں بھی تم نے شاہی مرغیاں نہ دیکھی ہوں گی۔“

”مجھے خواب سے بھی نفرت ہو جائے اگر مرغیاں نظر آجائیں۔“

”تب ہم کبھی دوست نہ بن سکیں گے۔“ عمران نے برا اسمانہ بنا کر کہا۔ ”مجھے ایسے لوگ پسند نہیں ہیں جن کے خیالات سے مرغی پسندوں کے جذبات کو ٹھیک کر لے۔“  
”ختم کرو.... میں نے یہ پوچھا تھا کہ چائے بیو گے یا کافی۔“

”چائے....!“

”لوکی نے دیٹر سے چائے کے لئے کہا اور پھر عمران سے پوچھا۔

”تم کہاں رہتے ہو۔“

”گرینڈ ہوٹل میں....!“

”مستقل قیام اسی شہر میں رہتا ہے۔“

”جب تک کافی نہ بند ہو جائیں تیکیں رہنا پڑے گا۔“

”پڑھتے ہو....!“

”لغت ہے پڑھنے پر میرا دل نہیں لگتا۔ اسی لئے ہائل چھوڑ کر گرینڈ میں چلا آیا ہوں۔  
کلاسوں میں پر اسکی ہو جاتی ہے۔ پر اسکی کرنے والوں کو دوسروں پے ماہوار دینے پڑتے ہیں۔“

”اس سے کیا فائدہ پڑھنے میں دل نہیں لگتا تو گھر واپس چلے جاؤ۔“

”وہ اور زیادہ بڑی مصیبت ثابت ہو گی۔ ریاست کا کام دیکھنا پڑے گا۔“

”ہوں! تو تم کاہل بھی ہو....!“

”کیا....!“ عمران کو پھر غصہ آگیا اور تھوڑی دیر تک گھورتے رہنے کے بعد بولا۔ ”تم یقیناً

ان بندروں کی رشتہ دار ہو.... میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔“

”گرے نہیں! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ آخر تعلیم سے کیوں بھاگتے ہو۔“

”ارے یہ تعلیم ہے۔“ عمران نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ ”گہ دوسروں کی بے تک بکواس پڑھو... اور یاد رکھو... پھر امتحان دو... اور وہ بے تک بکواس یاد نہ آئے تو فیل ہو جاؤ... نکو بنو... لعنت ہے۔“

”بے تک بکواس....!“ لڑکی نے حیرت سے کہا۔

”یہ بکواس نہیں ہے تو اور کیا ہے کہ جب کوئی کوئی ہے تو میرا دل ناچنے لگتا ہے... دل ناچنے لگتا ہے... ہاہا۔ دل اگر ناچنے لگے تو ستم کے بیجتے کا بھی ہارت فیل ہو جائے... اور کیا... وہ... دوسرے صاحب فرماتے ہیں... چاروں طرف پھلکی ہوئی چاندنی... کیا تھا... لو بھی بھول گیا۔ بہر حال اسی ہی اوٹ پنگ باشی ہوتی ہیں... ارے ہاں... مثلا یہ سنو... وہ ہیں ناہبہت بڑے شاعر انگریزی کے جناب آکسفورڈ صاحب...!“

”آکسفورڈ...!“ لڑکی نے حیرت سے دہرا لیا۔ ”شاعروں میں یہ نام میرے لئے بالکل نیا ہے۔“

”نیا ہی ہو گا۔“ عمران نے لاپرواں سے ہاتھ بلا کر بولا۔ ”یہ صاحب نیچر کی دم میں نمدہ کے رہتے ہیں... اور بعض اوقات اس طرح سنک جاتے ہیں کہ ان سے دریا پہلا درخت... چاند ستارے سبھی انگریزی میں باشم کرنے لگتے ہیں۔“

”نیچر... ارنے... ورڈز سور تھ تو نہیں...!“ لڑکی نے کہا۔

”ہاں... وہی... وہی... مجھے آکسفورڈ یاد آرہا تھا... آکسفورڈ تو لندن کے ایک چھاپے خانے کا نام ہے شانک... جس میں ڈشنریاں چھپتی ہیں۔“

”یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم ورڈز سور تھ کو نہیں سمجھ سکے۔“

”ارے تو ہوا کیا... میرے والد صاحب تو سمجھتے ہی ہوں گے۔ پھر مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں بھی اپنی ناٹگ ایجادوں۔“

”نہیں ورڈز سور تھ جیسے شاعروں کو سمجھنا اور پسند کرنا سیکھو...!“

”ارے جاؤ! مجھے پاگل کتے نے کاتا ہے کیا کہ خواہ مخواہ اپنا دماغ خراب کروں گا... یہ ورڈز سور تھ کوئی پاگل آدمی تھا... زندگی بھر کو سیلوں بلبلوں اور چکوروں کی باتیں کرتا رہا اس کی بجائے اگر صابن بننا کر پیٹتا تو اس کی اولادیں بھی ہنری فورڈ کی اولادوں کی طرح مزے کرتیں۔ ارے اگر تمہیں کوئی نہیں پہنچے پسند ہیں تو دوسروں کو بور کرنے سے کیا فائدہ۔ چھوڑو... ختم کرو! تم نے فضول باشی چھیڑ دیں۔ مجھے اُن بندروں کے متعلق سوچنے دو جنہوں نے آج میری بیچے زندگی بھی بر باد کر کے رکھ دی۔“

لڑکی ہنس پڑی اور عمران پھر اسے عصیلی نظروں سے گھورنے لگا۔

”تم آخر چاہتی کیا ہو...!“ اُس نے کہا۔

”دوستی! میں تم سے دوستی کرنا چاہتی ہوں... تم بے حد دلچسپ آدمی ہو۔“

”آدمی نہیں پرنس....!“ عمران اکڑ کر بولا۔ ”میری توہین نہ کرو۔ ورنہ میرا دماغ خراب ہو جائے گا۔ اور وہ کم بخت محفوظ ہی رہیں گے۔“

”کون...!“

”بندر...!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ ”اُبھی تک جس بندر نے بھی مجھے دیکھ کر دانت نکالے ہیں زندہ نہیں رہا۔ میں ایسے بندروں کو فوراً گولی مار دیتا ہوں۔ مگر سر کاری بندروں سے کیسے نپا جائے۔“

”سوچو کوئی تدبیر...!“ لڑکی چائے اندر بیٹھی ہوئی بولی۔

”زہر...!“ دفعتاً عمران کی آنکھیں چکنے لگیں اور اُس نے دھمکی آواز میں کہا۔ ”کل میں اپنے ساتھ زہر لیے سبب لاوں گا... گذ... ویری فائس کسی کو کافی کافی کان خبر بھی نہ ہو گی۔“

”رحم نہ آئے گا تمہیں اُن بے زبانوں پر...!“

”ہرگز نہیں... اُنہیں عقل کیوں نہیں آتی... کیوں دانت نکلتے ہیں مجھے دیکھ کر۔ گویا میری کوئی دقت ہی نہیں ہے اُن کی نظروں میں! نہیں میں ان کی حمایت میں ایک لفظ بھی نہ سن سکوں گا۔ براؤ ہمربانی خاموش رہو۔“

”سن...! میرا قیام روپیک میں ہے۔ اٹھا کیسواں کرہ اور میرا نام پہنچتا ہے۔“

”پہنچتا یہ بہت وہیات نام ہے۔ مجھے بالکل پسند نہیں آیا۔“

”کیا مطلب...!“

”مطلب یہ کہ تمہارا نام پو دینہ کیوں نہیں ہے۔ تم بالکل پو دینہ معلوم ہوئی ہو۔“

”پو دینہ کیا؟“

”فارسی میں گلاب کے پھول کو کہتے ہیں۔“

”بڑے شریر ہو تم...!“ لڑکی ہنس پڑی۔ ”خیر یہ بتاؤ کہ گرینڈ میں تمہارے کرے کا کیا نمبر ہے۔“

”نمبر میرے یکریٹری کو معلوم ہو گا... میں تو صرف وہاں نہوتا ہوں... ویسے تم وہاں کی کو بھی پرنس تفضل کا حوالہ دے کر میرے کرے کا نمبر معلوم کر سکو گی۔“

”تم بھی بھی عجیب ہو۔ کیا سارے شہزادے ایسے ہی ہوتے ہیں۔“

”محس سے نہیں بنتا۔“ لڑکی نے بے بی سے کہا۔ ”کوئی فرائیں لٹکی ہی تجھارا نام صحیح لے سکتی ہے۔ میں انگریز ہوں۔“

”میں تو یورپیشن سمجھا تھا۔“

”نہیں.... میں خالص انگریز ہوں....!“

”خالص انگریز اور خالص اسیشین کے مجھے بہت پسند ہیں۔“

”کیا مطلب! کیا اب تم میری توہین کرو گے۔“

”نہیں تو....!“ عمران نے جھرت سے کہا۔ ”میں نے تو کوئی ایسی بات نہیں کی۔“

”اچھا.... ختم کرو.... میرے ساتھ میرے ہوش میں چلو۔“

”چلو....!“ عمران ہاتھ جھلا کر آگے بڑھتا ہوا بولا۔

وہ پارک کے چھانک پر پہنچ اور پھر پیدل ہی چلتے رہے۔ لہس لڑکی جدھر جاری تھی اور ہر ہی عمران بھی چل رہا۔ وہ اُسے ایک پیک ٹیلی فون بو تھ کے قریب لای۔

”مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے۔“ اُس نے عمران سے کہا۔ ”تم دو منٹ کیلئے ٹھہر جاؤ۔“

لڑکی اندر چل گئی اور عمران بو تھ کے قریب کھنک گیا بو تھ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس لئے عمران اُس کی آواز صاف سن سکتا تھا۔

”سرخ گلاب....!“ اُس نے شانک دوسرا طرف سے استفار کے جواب میں کہا تھا۔ پھر

عمران نے اُسے جولیانا فٹر وائز کا پتہ دہراتے ہوئے سن۔

اُس نے ایک طویل سائن لی کیونکہ یہ اُس کے نظریہ کی تائید تھی۔ یعنی اس سازش کی پشت پر جو کوئی بھی تھا بھی تک صرف ٹیلی فون ہی میپ کر تارہا تھا اور ایکس نو کے ساتھیوں کو پہنچانے کے لئے اس قسم کی حرکتیں کی تھیں.... تو پھر اس نے جو تناک اخذ کے تھے وہ بھی درست ہو سکتے تھے یعنی جو لیا، صندور اور توہیر کے علاوہ.... وہ ابھی تک کسی چوتھے آدمی کا نہ تو فون نمبر معلوم کر سکتا تھا اور نہ پتہ.... مگر وہ اس خیال پر قائم نہ رہ سکا کیونکہ اس کے بر عکس بھی ہو سکتا تھا۔ کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ اُس کے ماتحتوں میں صرف یہی تین ایسے رہ گئے ہوں جن کا پتہ اُس نامعلوم آدمی نے اب لگایا ہو بقیہ لوگ پہلے ہی اس کی نظر میں آچکے تھے....“

”آؤ.... اب چلیں!“ وہ بو تھ سے نکل کر بولی۔ اور عمران پھر اُس کے ساتھ چلے گا۔

”نہیں اکثر مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں۔“

”میں خوبصورتی کی بات نہیں کر رہی....!“ لڑکی چڑھی۔

”پھر....!“

”کچھ نہیں! انی الحال خاموش سے چائے پیو....!“

عمران خاموش ہو گیا۔ اُس کی چہرے پر اب بھی حمact ہی طاری تھی۔ لڑکی نے کچھ دیر

بعد کہا۔ ”میں کچھ دن یہاں ٹھہر دیں گی۔ کیوں نہ ہم روز ملتے رہیں!“

”بہت مشکل ہے۔ کیونکہ میں ایک مشغول آدمی ہوں۔“

”کیا مشغولیت رہتی ہے....!“

”ارے.... واہ.... یہ سب کچھ تمہیں کیسے بتا دوں۔“

”ہم دوست ہیں نا....!“

”نہیں.... ابھی نہیں.... اتنی جلدی دوستی کیسے ہو سکتی ہے۔“

”پھر ہم دونوں یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔“

عمران نے پیالی ہاتھ سے رکھ دی چند لمحے اسے غصیل نظر دیں سے دیکھتا ہا اور پھر امتحنا ہوا

بولا۔ ”کیا میں نے کہا تھا کہ میرے ساتھ بیٹھو.... تم بڑی دیر سے میری توہین کے جاری

ہو.... لعنت ہے....!“

وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ لڑکی بھی چائے چھوڑ کر اٹھ گئی اس نے جلدی جلدی

کاؤنٹر پر چائے کی قیمت ادا کی اور عمران کے پیچھے دوڑنے لگی جو کافی دور نکل گیا تھا۔

”ٹھہر لے... ٹھہر لے... ٹھہر دی... ٹھہر دی... پرنس... پرنس....!“ اُس نے آواز دی۔

”ٹھہر ل رک گیا.... رکنا ہی تھا۔

”نہیں جاؤ....!“ وہ مڑ کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”چل جاؤ۔ میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ سب

مجھے الو سمجھتے ہیں.... کسی نے بھی مجھے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔“

”نہیں ڈیئر....!“ وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر چکارتی ہوئی بولی۔ ”میں تمہیں سمجھنے کی

کوشش کروں گی۔ غصہ تھوک دو.... ٹھہر ل ڈیئر!“

”ہاں ٹھہر لے... یہ کیا ہے۔“

”تمہارا نام....!“

”تھھنچل.... میرا نام تھھنچل ہے اور میں اپنے نام کے سلسلے میں بھی بہت جذباتی ہوں۔“



عمران بہنیا کے ساتھ روئیک میں اس کا کمرہ بھی دیکھ آیا اور اب اسے فکر تھی کہ کسی طرح گرینڈ میں اسے بھی دو کمرے ملنے چاہئیں۔ ایک سینکر پیری کا نظام کرتا بھی ضروری تھا۔ مگر سینکر پیری کے فرائض کوں انجام دیتا۔ خاور نعمانی اور صدیقی کی پوزیشن مشتبہ تھی۔ اُن کے متعلق اُس نے پہلے ہی سوچا تھا کہ ممکن ہے وہ تینوں اس تا معلوم اور پُرسار آدمی کی نظرؤں میں آچکے ہوں.... بلیک زیر و کو وہ الگ ہی رکھنا چاہتا تھا۔ روشنی بخشیت جو لیانا فنر و اڑ اُس کے مکان میں مقیم تھی.... اور اب جو لیا کارول اسے ہی ادا کرنا تھا۔

جو لیا کے متعلق اسے یقین تو ہو گیا تھا کہ وہ صرف اُس آدمی کے احکامات یا پیغامات ہی فون پر ریسیو کرتی رہی تھی۔ اُس کی نظرؤں میں نہیں آئی تھی۔ مگر عمران اسے اپنی سینکر پیری کی بخشیت سے گرینڈ میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ ایکم کے مطابق اسے کسی مرد کی تلاش تھی۔ گرینڈ میں اسے دو کمرے مل گئے۔ لیکن سینکر پیری کا مسئلہ حل نہ ہوا۔

اُسی شام کو اُس نے ایک پبلک ٹیلی فون بو تھے سے بلیک زیر و سے رابطہ قائم کر کے اسے ہدایت دی کہ وہ روئیک میں بہنیا پر نظر رکھے.... کیونکہ فی الحال وہی ایک ایسی ہستی نظرؤں میں تھی جس کے ذریعہ اُس پُرسار آدمی تک پہنچنے کے امکانات تھے جو ایک نو اور اس کے ساتھیوں کو بے نقاب کر دینے کی فکر میں تھا۔

روشنی کو تو اُس نے سب کچھ سمجھا ہی دیا تھا اور وہ خود بھی اتنی ذہین تو تھی ہی کہ اپنے دماغ سے بھی کچھ کام لے سکتی۔

اُس رات عمران صرف ٹیلی فون ہی کے ذریعے حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ اُس نے سلیمان کو بھی فون پر ہدایت دی تھی کہ اگر اسے روشنی کی طرف سے کوئی پیغام ملے تو وہ گرینڈ ہوٹ تک پہنچا دیا جائے۔ لہذا صبح ہی صبح سلیمان ایک لفافے لے کر گرینڈ آپنچا۔ لفاف روشنی ہی کی طرف سے تھا۔ روشنی نے خط لکھا تھا۔

”میرا خیال ہے کہ صدیقی نعمانی اور خاور اُس کی نظرؤں میں ابھی تک نہیں آئے کیونکہ اس نے پچھلی رات مجھ سے فون پر اُن کے متعلق کہا تھا کہ بقیہ آدمی کہاں مرجئے۔ میں انہیں برادر فون کر رہا ہوں لیکن جواب نہیں ملتا۔ میں نے کہا کہ یہی حال میرا بھی ہے۔ میں نے ایک بھی ضرورت کے تحت اُن میں سے ایک کو فون کیا تھا لیکن جواب نہیں ملا۔ اس پر اُس نے کہا کہ ابھی اور اسی وقت اُن کے گھروں پر جا کر پہنچ لگاؤ۔ کیا بات ہے۔ میں نے کہا کہ میری طبیعت خراب ہے کیا آپ میری آواز کے بھاری پن سے اندازہ نہیں کر سکتے۔ مجھے بہت شدید زکام ہو گیا ہے اور بلکہ سماں بخار بھی ہے۔ میں کل صبح فربے اس مہم پر نکلوں گی.... اُس نے اسے منظور کر لیا ہے۔ واقعی عمران تم بروقت چوکے اور اس سازش سے آگاہ ہو گئے اگر تم جو لیا کویہاں سے نہ ہٹاتے تو میرا خیال ہے کہ وہ سب کے سب اُس نا معلوم آدمی کی نظرؤں میں آگئے ہوتے جو تمہاری ہی طرح پُرسار معلوم ہوتا ہے۔ اب تمہیں جو کچھ بھی کرنا ہے نوبکے سے پہلے کر ڈالو۔ میرا خیال ہے کہ مجھے ان تینوں کے گھروں کی طرف ضرور جانا چاہئے۔ لیکن اس سے قبل ہی ان تینوں کا وہاں سے غائب ہو جانا لازمی ہے۔ بعد کی باتیں پھر سوچیں گے۔“

عمران نے خط ختم کر کے سر ہلایا۔ وہ روشنی کی تجویز سے متفق تھا۔ اگر وہ اس کا مشورہ نہ دیتی تب بھی عمران یہی کرتا۔ لیکن اسے خوشی تھی کہ روشنی ہی نے اپنی ذہانت سے کام لے کر خود بھی یہی فیصلہ کیا تھا۔

عمران نے آٹھ ہی بجے تک خاور صدیقی اور نعمانی کو گرینڈ میں طلب کر کے سارے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ ”ایکس ٹونے پر مہم میرے پرورد کی ہے۔“

”آپ کے علاوہ اور کوئی اس لائق بھی نہیں تھا۔“ خاور نے نہ کہا مگر پھر سنجیدگی سے بولا۔ ”صدمتر کا کیا ہو گا۔“

”مجبوری ہے! ان لوگوں نے اسے پاگل خانے تو بھجوایا ہے لیکن وہاں سے نکال لینے کی قوت نہیں رکھتے اس لئے.... فی الحال اس پیچارے کو وہیں رہنا پڑے گا۔ اُس کے نکلنے کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ ایکس ٹوان حالات سے آگاہ ہو گیا ہے۔ اگر اُس آدمی نے یہ سمجھ لیا تو مشکل ہی سے باہم آسکے گا۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی ایکس ٹوانی کی طرح نہ پُرسار ہے۔“

”پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہئے....؟“ صدیقی نے پوچھا۔

”گھروں کا خیال بالکل ترک کر دو! اب تمہیں وہاں نہیں واپس جانا! روشنی البتہ وہاں چکر لگائے گی.... خاور یہیں میرے ساتھ رہیں گے! اور تم دونوں مختلف ہو ٹلوں میں قیام کر کے

مجھے پہلے سے آگاہ کر دینا۔ ایکس ٹولٹری کی سیکریٹ سروس سے تین آدمی طلب کر کے تمباڑے گھروں میں ٹھہرائے گا۔ پھر اس کے بعد ہم دیکھیں گے کہ کیا کر سکتے ہیں۔

عمران کی اس تجویز سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ خاور کچھ دیر بعد عمران کے ساتھ ڈائیکٹ ہال میں نظر آیا جواب اُس کے سیکریٹری کے فرائض انجام دے رہا تھا۔



روشی آرام کر سی پر نیم دراز کسی انگریزی باہنائے کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ دفعائون کی گھنی بھی اور اُس نے رسیور اٹھایا۔

”پیلو...! جولیا...!“ دوسری طرف سے ایکس ٹوکی سی بھرائی ہوئی آواز آئی۔

”یہ سر...!“ روشنی نے کہا اور کھانے لگی۔

”کچھ پتہ نہیں چل سکا جتاب!“ تین کے مکان مقفل ہیں۔ توپر کے متعلق تو میں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ اس سے گفتگو ہوئی تھی.... اور صدر کو آپ ہی پاگل خانے بھجوا چکے ہیں۔

”آخر یہ تیوں کہاں غائب ہو گئے۔“

”میں کیا عرض کر سکتی ہوں جتاب۔ مگر حیرت ہے کہ وہ آپ کو اطلاع دیئے بغیر کہاں چلے گئے۔“

”میں سمجھتا ہوں سب سمجھتا ہوں۔ دیکھواب تم مجھے پرانے نبروں پر مت رنگ کرنا.... یہ نبرنوٹ کرو! تھری تھری ایکسٹینشن تھری!“

”بہت بہتر جتاب!“

”یہاں کچھ غیر ملکی جاؤں گے اپنا جاں پھیلایا ہے۔ اس لئے ہر وقت ہوشیار ہو۔ مجھے شب ہے میرا چھلا فون نیپ کیا جا رہا ہے.... اور تم یقین رکھو کہ میں نے صدر کو پاگل بن جانے کا مشورہ ہرگز نہیں دیا تھا۔ تم کہتی ہو کہ اس سلسلے میں تم مجھے سے پہلے بھی گفتگو کر چکی ہو اور میں نے اس کا اعتراف کیا تھا کہ صدر کو ایک مقصد کے تحت پاگل خانے بھجوایا گیا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ قطعی غلط ہے۔ مجھے سے اس سلسلے میں تم نے کوئی گفتگو نہیں کی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی نے میری آواز کی نقل اتنا نے کی کو شش کی تھی لہذا تم دھوکہ کھا گئیں۔ اب اسی سے

اندازہ کر لو کہ حالات کیا ہوں گے۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ تیوں بھی ایسے ہی کسی حداثت کا شکار نہ ہوئے ہوں۔“

”آپ مجھے ایک حرمت انجمنگی بات بتا رہے ہیں جتاب....!“

”ہاں.... ایسے ہی حالات ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ میں اپنے ماتخوں کو ایسی صورت میں بہت زیادہ محتاط دیکھنا چاہتا ہوں۔“

روشنی نے مسکرا کر سر کو خفیف سی جبٹش دی اور یک بیک نبڑی طرح کھانے لگی۔

”کیوں! تمہیں بہت تیزی سے کھانی آ رہی ہے۔“

”میں بیمار ہوں جتاب۔“ روشنی نے ہانپتے ہوئے کہا۔

”آنپنی صحت کا خیال رکھو!“

”بہت بہت شکریہ جتاب!“ روشنی مسکرائی اور پھر دو تین بار کھائیں کر بولی۔ ”علج کر رہی ہوں۔“

”میرا خیال ہے کہ تم توپر کو تو کم از کم اس سازش سے آگاہ ہی کر دو! مگر فون مت استعمال کرنے“

”میں سمجھتی ہوں جتاب۔ میں اسے سیمیں بلا لوں گی۔“ روشنی نے کہا۔

”دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ روشنی رسیور کھ کر اپنا گلا ملنے لگی۔“

خواہ مخواہ کھانے کی وجہ سے طلق میں خراش سی پڑ گئی تھی۔

تقریباً پانچ منٹ ٹھہر کر اُس نے توپر کے نمبر ڈائل کے اور ماڈ تھے پیس میں کھانے لگی۔

”توپر دوسری طرف سے ہلو ہلو کہتا رہا۔“

”میں جو لیتا ہوں....!“ روشنی ہانپتی ہوئی بولی۔

”جو لیا...!“ توپر کے لمحے میں حیرت تھی۔ ”یہ تمہاری آواز کو کیا ہو گیا ہے۔“

”میں بہت بیمار ہوں توپر افور آ جاؤ۔“

”اچھا...!“ توپر کے لمحے میں تحری باقی تھا۔

روشنی نے سلسلہ منقطع کر دیا اور پھر آرام کر سی میں گر گئی۔



خاروں پار عرب چہرے والا ایک بھاری بھر کم آدمی تھا۔ محض اُسی وجہ سے گرینڈ میں اسی پر نس

”کہ تم نکے اور کام چور ہو۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں جملہ پورا کیا اور پھر چند لمحے خاور کو گھورتے رہنے کے بعد بولا۔ ”کیا یہ تمہارا فرض نہیں ہے کہ ہمارے لئے آسانیش بھم پہنچاؤ۔“

”یقیناً! حضور والا...!“

”اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم بندروں کو اپنا ازالی دشمن تصور کرتے ہیں۔“

”مجھے علم ہے... والاجہا...!“

”چڑیا گھر کے بندروں کو چوہ میں گھٹنے کے اندر اندر ختم ہو جانا چاہئے مجھے!“

”میں بھی کچھ کہوں!“ یک بیک بہنیا بولی۔

”اُبھی نہیں...!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اُبھی ہم سرکاری گفتگو میں مصروف ہیں۔ ہاں سیکریٹری کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں ذس مس کر دیں۔“

”نہیں جناب عالیٰ میں مرتے دم تک آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔“

”تم کیا کرو گے؟“

خاور نے سر جھکایا۔

عمران نے پھر کہا۔ ”جاو! اپنے کرے میں جاؤ۔ پھر سوچو کہ تمہیں اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔ صرف دو گھنٹے کی مہلت ہے۔“

خاور اٹھ کر تعظیماً بھکا اور چپ چاپ آگے بڑھ گیا۔ بہنیا اسے جاتے دیکھتی رہی۔ پھر عمران کو مخاطب کر کے بولی۔

”او... پرانی تم واقعی اپنے ملازموں کے لئے در در بن جاتے ہو گے۔“

”کیا مطلب؟“

”خواہ مخواہ اس بیچارے کو ڈانٹ پھٹکار کر کھو دیا۔“

”اُرے تو کیا گلدھوں کو سر پر بٹھاؤں جو بندروں کا مسئلہ بھی حل کرنے کے قابل نہ ہوں۔“

”آفہا! میں نے کہاں سے یہ تذکرہ چھیڑ دیا۔“

”میں خوب سمجھتا ہوں۔ تم بھید لینے آئی ہو۔ میں کہتا ہوں اگر ساری دنیا ایک طرف ہو کر بندروں کی جما تی بن جائے تب بھی میں اپنا رادہ نہیں بدلوں گا۔ تم نے سمجھا کیا ہے۔“

”لو اب مجھ پر الٹ پڑے۔“ بہنیا ہنسنے لگی۔

”اس طرح مت ہنگا کرو۔ مجھے بندروں کے دانت یاد آ جاتے ہیں۔“

”اُرے اُرے! اب کیا میرے پیچھے پڑو گے۔“

تفضیل کا شہرہ بہت جلد ہو گیا۔ لیکن پرانی تفضیل کو دیکھ کر لوگوں کو بے حد مایوسی ہوئی تھی کیونکہ وہ کافی وجیہہ ہونے کے باوجود بھی بالکل چند معلوم ہوتا تھا۔ اُس سے حاقدیں بھی سرزد ہوئی تھیں اُس اوقت اس نے ڈائینگ ہال میں ایک ویٹر کو پکڑ لیا تھا۔

ویٹر نے بڑی مشکل سے اپنی گردن چھڑائی اور اُس کے لئے کافی لینے چلا گیا۔ خاور قریب ہی کی دوسری میز پر تھا اور کو شش کرہا تھا کہ اُسے بھی نہ آئے۔

کچھ دیر بعد بہنیا نے فون پر عمران سے کہا تھا کہ وہ اُس سے ملنے کے لئے آرہی ہے لہذا اسے چاہئے کہ وہ ڈائینگ ہال میں اُس کا انتظار کرے۔

انتظار اپنی جگہ پر... مگر اُس میز کا ویٹر بہت نری طرح بور ہو رہا تھا۔

کچھ دیر بعد بہنیا میں میں نظر آئی اور عمران ایسا بن گیا جیسے اُس پر نظر ہی نہ پڑی ہو۔ وہ تیر کی طرح اُس کی میز کی طرف آئی۔

”میلو پرنس...!“ اُس نے گرم جوشی سے اسے مخاطب کیا۔ لیکن عمران اس طرح اچھل پڑا کسی نے غفلت میں چپت رسید کر دی ہو۔

”اوہاں... ہلہاں... بیٹھو... بیٹھو...!“ اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”تمہارا غصہ شھنڈا ہوا یا نہیں...!“

”کیا... غصہ...!“

”بندروں کے متعلق...!“

”سیکریٹری...!“ عمران خاور کی طرف مڑ کر بولا۔

”لیں سر...!“ خاور اٹھ کر تعظیماً جھکا۔

”اوہر آؤ...!“ عمران نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

خاور میز کے قریب آگیا۔

”بیٹھ جاؤ...!“

خاور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس کے پھرے پر خوف اور تعظیم کے ملے جملے آثار نظر آرہے تھے۔

”چڑیا گھر کے بندروں کے متعلق تم نے کیا سوچا۔“

”فی الحال ارادہ ہے کہ چڑیا گھر کے مقام کو ایک نوٹس دیا جائے۔“

”نہیک ہے! مگر اس سے کیا ہو گا۔“

”وہ دیکھئے... بات دراصل یہ ہے۔“

عمران کی سوچ میں پڑ گیا اس کے چہرے پر الجھن کے آثار صاف پڑھے جائسے تھے۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ پھر بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ وقت سے پہلے پیدا ہو گیا ہوں!“  
”کیوں؟“

”اب کیا جانوں کہ کیوں پیدا ہو گیا ہوں۔ اگر اپنی پیدائش روک دیا میرے بس میں ہوتا تو آج دنیا کا نقشہ ہی اور ہوتا۔“

”میں نے پوچھا کہ تمہارے دل میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا۔“ بلینا نے کہا۔ اور پھر اس طرح خاموش ہو گئی جیسے یک بیک کسی خیال نے موجودہ موضوع کی طرف سے اُسکی ذہنی رو موزدی ہو۔  
عمران نے بھی اُدھر نظر ادا جدھروہ دیکھ رہی تھی۔

شائد وہ سفید قام غیر ملکی ابھی اہل میں داخل ہوا تھا جس کی آمد پر بلینا یک بیک خاموش ہو گئی تھی۔

عمران پھر بلینا سے مخاطب ہوا اور وہ گزبردا کر بولی۔ ”ہاں تو میں کیا کہہ رہی تھی.....“  
”اگر میری یادداشت اتنی ہی اچھی ہوتی تو میں کالج سے کیوں بھاگتا۔ تم شائد بندگوں بھی کی کاشت کے متعلق کچھ کہہ رہی تھیں۔“  
”مجھے یہ قوف نہ بناؤ۔“ لڑکی چڑھی۔

”اچھا...!“ عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر پلا دیا۔  
عمران نے اس کے چہرے پر الجھنوں کے آثار صاف پڑھے۔ لڑکی اب عمران ہی کی طرف متوجہ ہو گئی تھی مگر بار بار نکھلوں سے اس طرف دیکھنے لگی تھی جہاں وہ غیر ملکی بیٹھا ہوا تھا ورنہ اُسکے چہرے پر اضطراب ہی تھا۔ انداز بالکل بے تعلقانہ تھا جیسے اُس کا کوئی شناسایہاں موجود ہی نہ ہو۔  
ویر کافی لایا۔

”ہمیں یہ فن نہیں آتا....!“ عمران نے لڑکی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔  
اور بلینا اس طرح چونکہ پڑی جیسے کسی اور کسی موجودگی کا خیال ہی نہ رہا ہو۔  
”آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہو گا اگر میں اپنے کسی دوست کو اس میز پر بلا لوں۔“ اس نے جلدی سے کہا۔

”مرد ہے....!“ عمران نے ناک بھوں چڑھا کر پوچھا۔  
”ہاں....!“

”ناہیں....ناہیں.... جس میز پر کوئی لوکی موجود ہو اُس پر تم اپنے علاوہ اور کسی مرد کا وجود نہیں بردشت کر سکتے۔ قطعی نہیں.... اس سلسلے میں ہم اکثر اپنے والد نامداد سے بھی جھگڑا کر بیٹھتے ہیں....!“

”والد سے جھگڑا....؟“

”ہاں.... مثلاً.... خیر.... ہاں.... ارے.... کیا یہی ہے تمہارا دوست....!“  
بلینا چونکہ کرمی۔ وہی سفید قام غیر ملکی میز کے قریب کھڑا عمران کو گھور رہا تھا۔  
ٹھیک اُسی وقت خاور بھی وہاں بیٹھ گیا۔

”سوچ لیا... یور بھائی نس....“ اُس نے بڑے ادب سے کہا۔  
”میساوچ لیا....!“

”میں اسیٹ سے پانچ آدمیوں کو طلب کروں گا۔“  
”کیوں....؟“

”اُنکی ذیوٹی ہو گی کہ وہ دن بھر کھروں کے سامنے کھڑے ہو کر بندروں کو منہ چڑھایا گریں!“  
”گذ...!“ عمران اچھل پڑا۔ ”ویری فائن! یکری پیری ہم تم سے بے حد خوش ہوئے ہیں۔  
جاواہر اپنی میز پر بیٹھو....!“

خاور میز کے پاس سے ہٹ گیا۔ دونوں نے اگریزی ہی میں گفتگو کی تھی اور اب وہ غیر ملکی اجنبی عمران کو عجیب نظر دیں گھور رہا تھا۔

”اوہ.... بیٹھو.... رو جر... یہ پرنس تفضل ہیں.... بہت دلچسپ آدمی.... اور یہ رو جر فلینگ میرے دوست....!“

اجنبی نے عمران کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ عمران نے ہاتھ تو بڑھایا لیکن وہ اتنا ڈھیلا تھا کہ رو جر کو ہی محوس ہوا ہو گا جیسے کوئی مردہ چہا ہاتھ میں آگیا ہو۔

”بیٹھے.... بیٹھے جناب....!“ عمران بولا۔ ”ہم آپ سے مل کر بے حد خوش ہوئے مس ملنیا کے دوست ہمارے دوست بھی ہو سکتے ہیں!“

”بلینا ہے میرا نام.... بلینا....!“

”ہمیں افسوس ہے! بچپن میں ایک بار ہم اونٹ یہ سے گر کر بیوشاں ہو گئے تھے اُس کے بعد سے ہمیں نام صحیح نہیں یاد رہتے۔“

”اوہ.... دیکھو....!“ رو جر نے بلینا سے کہا۔ ”ہمیں کچھ سر دری کام کرنے تھے۔ وقت کم

ہے اس لئے فی الحال پرنس سے معدودت کلو تو بہتر ہے۔ بس میں اتفاقاً ہی اوہر نکل آیا تھا اس کے بعد میں تمہاری طرف جاتا۔ ”

عمران نے بلینا کی آنکھوں میں نفرت کا ہلاکا ساسایہ دیکھا اور پھر وہ یک مسکراپزی ”اوہا! ہمیں تھا نافدینے کے لئے شانگ کرنی تھی۔ اچھا پرنس میں پھر تم سے ملوں گی فی الحال اجازت دو...!“

”مگر ہم شاند کافی پینے جا رہے تھے۔“ عمران نے نہ اسمانہ بناتا کر کہا۔

”میری کافی تم پر اوہار رہی.... اچھا... نانا!“

وہ دونوں انھے گئے اور عمران جھلا کر خاور کی طرف مڑا۔

”کافی بناو...!“ وہ غصیل آواز میں بولا۔

خاور میز کے قریب آگیا۔ وہ دونوں آمد و رفت کے دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ عمران نے ایک گوشے سے بلیک زیر و کوائٹھتے دیکھا۔ وہ شاند بلینا کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔ عمران نے ایک طویل سانس لی۔ خاور سے بولا۔ ”شاند یہ اس سے بے خبر تھی کہ رو جر اس کا تعاقب کرتا ہوا یہاں پہنچا ہے۔“

خاور جھکا ہوا پیلوں میں کافی انڈلیں رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ”کیا یہ آدمی رو جر بھی پہلے ہی سے آپ کی نظر دیں رہا ہے۔“

”نہیں...! یہ اسی وقت کی دریافت ہے۔ بیٹھ جاؤ پیارے سیکڑیزیری میں اس وقت بہت اوس ہوں۔“

”کیوں...؟“ خاور بس پڑا۔

”ہا میں! اب تم بھی مجھے بندروں کی طرح چڑھانے لگے۔“

”یہ بندروں والا لطیفہ بھی خوب رہا۔“

”لطیفہ نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے۔“ عمران نے مختنڈی سانس لے کر کہا۔

”جب بندروں مجھ پر دانت نکالنے میں تو میں خود کو بالکل گدھا محروس کرنے لگتا ہوں۔ میری بھی میں نہیں آتا کہ میں اس کا جواب کیسے دوں۔ بس یہیں ولن پڑتا ہے کہ میں بھی دانت نکال دوں۔“

”بس ختم بیجئے۔ میں بلینا نہیں ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس نے بھی رو جر کی موجودگی پسند نہیں کی تھی۔“

”ہاں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں.... گر...!“

عمران خمدوش ہو گیا۔ خاور اس کی طرف مستقر اس نظر دیں سے دیکھ رہا تھا۔

”آپ نے شاند اپنا جملہ پورا نہیں کیا؟“ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

”وہ جملہ پورا کئے جانے کے قابل ہی نہ رہا ہو گا۔ خیر دوسرا پر بہار جملہ سنو! وہ یہ کہ تو نو یہ کہ کسی طرح قابو میں رکھا جائے۔ میرا دعویٰ ہے کہ وہ اس موقع پر پھر ایکس ٹوٹک بھیجنے جانے کے خط میں بٹتا ہو جائے گا۔“

”لیکن اس طرح ہمارا کھیل بگو بھی سکتا ہے۔“

”نہیں تو نو یہیں کی ہمت نہیں کر سکتا۔“

”لیکن اگر کوئی سورت ہمت دلاتے.... تو....!“

”کیا آپ کا اشارہ جو لیا کی طرف ہے۔“

”یقیناً...!“

”میں نہیں سوچ سکتا کہ اس موقع پر وہ ایسی کسی حماقت کی مر تکب ہو گی۔“

”میں سوچ سکتا ہوں۔ کیونکہ میں نے اسے بہت قریب سے دیکھا ہے۔“

”دوسرے جملہ....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”یہ آدمی بھی پاگل ہی معلوم ہوتا ہے جس نے اس قسم کی حرکتیں شروع کی ہیں۔ کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ ایکس ٹو اس سازش سے بے خبر ہی رہے گا۔“

”یہی تو میں بھی سوچتا رہا ہوں۔“

”سوچتے رہو...!“ عمران نے کہا اور کافی پینے لگا۔

پھر اس کے بعد وہ اپنے کمروں میں آگئے۔ عمران سوچ رہا تھا کہ اس پر اندر آدمی کا طریق کار بھی وہی معلوم ہوتا ہے جو خود اس کا ہے کیونکہ اس دن اس پستہ قد آدمی نے جو لیانا فنر واٹر کے متعلق معلومات حاصل کر کے بلینا تک پہنچا۔ تھیں اور بلینا نے بھی اس کا پیغام فون ہی کے ذریعہ اس تک پہنچایا تھا۔

عمران سوچتا رہا اور جیو گم کے پیکٹ کھلتے رہے۔ تین بجے فون کی گھنٹی بھی اور عمران نے رسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے بولنے والا بلیک زیر و تھا۔

”پرنس پلیز...!“ وہ کہہ رہا تھا۔ ”وہ دونوں اس وقت میں ناپ میں ہیں۔ مرد اس سے خفا معلوم ہوتا ہے دونوں کے درمیان آپ کے متعلق بہت تیز تیز گفتگو ہوئی ہے۔ مرد کہہ رہا تھا کہ اسے مختار بہنا چاہئے۔ دیسی آدمیوں سے ملنے کی ضرورت نہیں خواہ وہ کوئی پرنس ہو یا کوئی معمولی آدمی! لڑکی اس پر کافی گرم ہو گئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ اس کی تجھی زندگی سے کسی کو کوئی سزا کار

نہ ہوتا چاہئے۔ اُس نے صرف اپنی خدمات فروخت کی بیس اپنا وجود نہیں تھا ذالا...!“  
”پھر کیا ہوا....!“ عمران نے پوچھا۔

”پھر مرد نے اُسے دھمکی دی تھی کہ اس کا نتیجہ اچانکیں ہو گا۔“  
”تو وہ دونوں اب ٹپ ٹپ ہی میں موجود ہیں۔“

”جی ہاں! دونوں نے ساتھ ہی بیرپی ہے لیکن ایک دوسرے سے گبیدہ خاطر نظر آ رہے ہیں۔ لڑکی بار بار اس پر یہ ظاہر کر رہی ہے کہ وہ آپ سے ملتی رہے گی وہ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی ہے کہ اس سے اس کے فرائض کی انجام دی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ مرد پہلے تو اس سے جھگڑ تارہ تھا مگر پھر اُس نے اپنا رو یہ لیکھت بدلت بھی دیا تھا اور اسے سمجھانے لگا تھا کہ وہ آدمی تو بالکل دو کوڑی کا معلوم ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ پرنس ہے لیکن بالکل انہیں معلوم ہوتا ہے... لیکن لڑکی پر شادم اس کا بھی اثر نہیں ہوا وہ بدستور اپنی بات پر اڑی ہوئی ہے۔“

”اب تم اس مرد کا مقابلہ کرنا مجھے اس کی رہائش کا بھی علم ہونا چاہئے۔“  
”بہت بہتر جتاب۔“

”بس....!“ عمران نے کہا اور سلسلہ مقطوع کر دیا۔  
لیکن ابھی رسیور رکھ کر ہٹا بھی نہیں تھا کہ پھر فون کی گھنٹی بھی اس بار دوسری طرف سے خاور تھا اور اُس نے ڈائینگ ہل سے رنگ کیا تھا۔

”کیا آپ ڈائینگ ہل میں آ سکتے ہیں۔“ اُس نے پوچھا۔  
”کیا ڈائینگ ہل یہاں نہیں آ سکتا؟“ عمران کا لمحہ غصیلا تھا۔

”میرا خیال ہے کہ یہاں کسی کو آپ کی تلاش ہے۔“  
”تمہارا خیال غلط بھی ہو سکتا ہے۔ آخر وہ کون ہے۔“

”ایک.... دوسری سفید فام لڑکی۔ اُسے پرنس ٹھفڑل کی تلاش ہے۔“  
”ہام.... تو کھلیں باقاعدہ شروع ہو گیا.... کیا اس نے میرا بھی نام لیا تھا۔“

”جی ہاں! ابکی نام.... کیا میں اُسے آپ کے کمرے میں بھیج دوں۔“  
”سیکریٹری....!“

”لبس پورہائی نس....!“

”تھائی میں ہمیں عورتوں سے ہول آتا ہے... اسلئے تمہاری موجودگی بھی ضروری ہے۔“  
”میرا خیال ہے کہ آپ کو ہول آنے کی بجائے اُس پر غصہ آئے گا۔ میں بھیج رہا ہوں۔“

”بھیجو....!“ عمران مردہ کی آواز میں بولا۔

کچھ دیر بعد دروازے پر ٹکلی کی دستک ہوئی اور عمران نے غرا کر کہا۔

”آ جاؤ....!“

دروازہ کھلا اور سفید قام لڑکی اندر داخل ہوئی۔

”لکیا میں پر نس ٹھفڑل سے ہم کام ہونے کا شرف حاصل کر رہی ہوں۔“

”یقیناً.... یقیناً... بالکل....!“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ مگر پھر یہک یہک سنجیدہ ہو گیا۔ وہ آنے والی کو گھور رہا تھا اور اب اُس کے چہرے پر حماقت کے آثار نہیں تھے۔

”دفتاً اُس نے خونخوار لبجھ میں کہا۔“ یہ کیا حرکت...!“

”کیا مطلب....!“

”کس گدھے نے تم سے کہا تھا کہ اتنے گھٹا تم کے میک اپ میں گھومتی پھر و... اور پھر اس طرح یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔“

”میں اسے برداشت نہیں کر سکتی کہ روشنی کو جھپڑا اہمیت دی جائے۔“

”جو لیا... میں آج کل تمہارا انچارج ہوں۔“

”ہوا کر بو۔“ اُس نے لاپرواٹی ظاہر کرنے کے سے انداز میں اپنے شانوں کو جبنت دی۔

عمران اس جواب پر نبڑی طرح جھلا کیا تھا۔ لیکن وہ خاموش ہی رہا۔ جو لیا ایک آرام کر سی میں گر گئی۔ وہ عمران کو گھور رہی تھی۔

”ایکس ٹوکون ہے۔“ اُس نے یہک پوچھا۔

”وہ کوئی گدھا ہی ہو گا۔ کیونکہ اُس کے ماتحت تم جیسے عقل مند لوگ ہیں۔“

”عمران میں کہتی ہوں اس سے بہتر موقع پھرہاتھ نہ آئے گا۔“

”کیسا موقع....!“

”ہم ایکس ٹوکی شخصیت سے واقف ہو سکتے ہیں۔“

”میری نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ وہ کون ہے۔“

”یا تو تم جھوٹے ہو! یا اُس سے اچھی طرح واقف ہو!“

”دونوں ہی صورتوں میں تم میری ذات سے کوئی فائدہ نہ اٹھاسکو گی۔ اور اب اسے بھی اس

لوکہ اب اگر تم نے میرے کہنے کے مطابق عمل نہ کیا تو کافی عرصہ تک پچھتا گی۔“

”میں کام کر رہی ہوں کسی سے پیچھے نہیں رہی۔“

"تم کام بگاڑو گی اور اب سب سے پہلے تمہاری ہی گردن کئے گی۔"  
"دیکھا جائے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ اب میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"تم اس لڑکی بلینا کے متعلق مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔"

"جتنا بھی باتیں ہوں اس سے زیادہ جاننا میری صحت کے لئے مضر ہو گا۔"

"تو پھر میں تمہیں کچھ نہ بتاؤں۔"

"توب...!"

"اچھا تو پھر میں جا رہی ہوں۔"

"اور مجھ توقع ہے کہ خاموشی سے بیٹھو گی۔ ہم لوگوں سے ملنے کی کوشش نہ کرو گی۔ میرا مطلب ہے کہ میک اپ میں...!"

"کیا واقعی تم میری معلومات سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے۔ میں دراصل اس وقت اسی لئے آئی تھی کہ تمہیں بلینا کے متعلق کچھ بتاؤں۔"

"اس کے علاوہ اور کیا بتاؤ گی کہ وہ اپنے ایک ساتھی سے جھکڑا کر نیٹھی ہے اور یہ جھکڑا بھی کچھ دیر پہلے مپ ناپ کلب میں ہوا تھا۔" جو لیا نے پلکیں جھپکائیں۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا۔۔۔ تم میں سے کسی نے بھی اس کا تعاقب نہیں کیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت خاور صدیقی اور نعمانی تمہارے ساتھ کام کر رہے ہیں! خاور بیکن تھا۔۔۔ صدیق اور نعمانی مجھے کہیں نظر نہیں آئے۔"

"لیکن اسے کیوں بھول جاتی ہو جو تمہیں کبھی نظر نہیں آیا۔۔۔!"

"ایکس ٹو۔۔۔!"

عمران کوئی جواب دینے کی بجائے جیو گم کا پیکٹ بھاڑنے لگا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم اس کی شخصیت سے واقع ہو۔"

عمران پھر کچھ نہ بولا۔ اب وہ پھر احمق نظر آنے لگا تھا۔۔۔ جو لیا پہلے تو پر سکون دکھائی دیتی رہی پھر اس کے چہرے پر شدید ترین جھلائیت کے آثار نظر آنے لگے۔ لیکن وہ کچھ بولی نہیں۔ تھوڑی دیر تک عمران کو قہر آلوں نظروں سے دیکھتی رہی پھر انہ کر چلی گئی۔ دروازہ کافی تیز آواز کے ساتھ بند ہوا تھا۔

271  
 پچھہ دیر بعد فون کی لکھنی بھی۔  
 "یہلو....!" عمران نے ریسیور اٹھا کر جیو گم کا پیکٹ ایک طرف ڈالتے ہوئے کہا۔  
 "سلیمان....!"  
 "کیا بات ہے....!"  
 "سر سلطان سے مل جیئے۔ ان کی کال آئی تھی۔"  
 "اور کچھ....!"  
 "ایک خط ہے میم صاحب کا....!"  
 "ابے تو وہ خط کیا اپنے ساتھ قبر میں لے جائے گا۔"  
 "جیسا آپ کہتے۔ یہ بھی مشکل نہیں ہے۔"  
 "سلیمان....!"  
 "جی صاحب۔"  
 "مرغ نے کی موت ماروں گا۔"  
 "اب بھی حاضر ہو اصحاب....!"  
 "نہیں پہلے سر سلطان کے یہاں جاؤ۔۔۔ جو کچھ وہ فون پر کہنا چاہتے ہوں ان سے لکھو کر لانا ہے۔!  
 "وہ بھی کیا پچانیں گے۔"  
 "میں فون پر ان سے کہہ دوں گا۔ جلدی کرو۔"  
 "اب بھی گیا۔"  
 سلسلہ مقطوع ہو گیا۔ عمران کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ اس نے ان حالات کی اطلاع سر سلطان کو نہیں دی تھی۔ وہ بھی اسے بہت ہی خاص موقع پر فون کرتے تھے۔  
 بہر حال اس سلسلے میں اسے سلیمان کا منتظر رہنا تھا۔



روشنی کے خط سے اسے معلوم ہوا کہ اب وہ نہ اسرار آؤں ایکس ٹو کو فراہم ثابت کرنے کی اپیش کر رہا ہے۔ روشنی نے لکھا تھا کہ کس طرح اس نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی تھی اور

عمران بیٹھ گیا۔۔۔ لیکن اُس کے انداز سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے اُسے نہ پہچان کئے پر اُسے بے حد شرم دندگی ہو۔

”آج گرینڈ میں بلینا نے آپ سے ملایا تھا۔“ رو جر مسکرا کر بولا۔

”اوہ.... جی ہاں.... جی ہاں!“ عمران زور زور سے سر ہلانے لگا۔  
”بلینا آپ کی بہت مدعا ہے۔“

”میا ہم بالکل گدھے ہیں۔“ دفعتہ عمران غصیلی آواز میں بولا۔

”اوہ.... میں نہیں سمجھا.... آپ کیا فرمائے ہیں۔“  
”وہ لڑکی ہمیں گدھا سمجھتی ہے۔“

”وارے نہیں تو.... یہ آپ کیا فرمائے ہیں۔“

”ہم بالکل صحیح فرمائے ہیں۔ بلکہ مستند ہے ہمارا فرمایا ہوا۔“  
”آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو گی۔“

”میا تم ہی اس وقت مجھے چخد نہیں محسوس کر رہے۔“

”یہ آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔“ رو جر غریبہ انداز میں مسکرا لیا۔ دیسے اس کے باوجود بھی آپ بلینا سے ملنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔  
”بکواس ہے۔“

”آپ میری توہین کر رہے ہیں۔ میں بہت بُرا آدمی ہوں۔“ رو جر نے غصیلی آواز میں کہا۔

”وہ تو میں پہلے ہی سمجھتا تھا۔ اتحھے آدمی کبھی دوسروں کو یہ قوف بنانے کی کوشش نہیں کرتے۔“

”میں بڑے بڑے ڈیوکوں اور لارڈوں اور کاؤنٹوں سے نکراچکا ہوں۔“

”ای لئے چھپے ہو کر رہ گئے ہو۔ خدا تم پر حرم کرے....!“

”میں تمہیں چیخنے کرتا ہوں۔“ رو جر غریبا۔ ابھی کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ وہ دونوں ہی

چونک پڑے بلینا نے چھپے سے آکر میز پر ہاتھ مارا تھا۔

جس جگہ اُس کا ہاتھ پڑا تھا وہاں عمران کو ایک چھوٹا سا کارڈ نظر آیا جس پر سوالیہ نشان بنا ہوا

تھا۔ یہ نشان بہت واضح تھا اور کافی فاصلے سے دیکھا جاسکتا تھا۔ عمران نے اندازہ کر لیا کہ وہ نشان

اندھیرے میں چلتا بھی ہو گا۔ کیونکہ جس روشنائی سے وہ بنایا گیا تھا اُس میں اُسے فاسفورس کی

آمیزش بھی معلوم ہوئی تھی۔

عمران بے تعلقانہ انداز میں بیٹھا رہا۔ دیسے اُس کے چہرے پر بیزاری کے آثار پہلے ہی ت

صفدر کو پاگل خانے بھجوانے میں اُس کا ہاتھ نہیں تھا۔ عمران نے خط پڑھ کر اس طرح سر کو جنمیں دی تھی جیسے وہ بھی اپنی شیطیت کو برداشتے کار لائے بغیر نہ رہے گا۔

سر سلطان نے کوئی خط نہیں دیا تھا انہوں نے تو اُسی وقت فون پر اس سے انکار کر دیا تھا جب عمران نے سلیمان کے متعلق انہیں اطلاع دی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ جس صورت سے بھی ممکن ہو وہ آج ہی اُن سے مل لے!

تقریباً آٹھ بجے رات کو عمران گرینڈ سے نکل آیا۔ لیکن اُس نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ اُس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اب ایسی صورت میں اُس کے لئے ناممکن ہو گیا کہ وہ سر سلطان کے گھر کا رخ کرتا۔ ساتھ ہی اُس کی تشویش بڑھ گئی۔ اس تعاقب کا مطلب تو یہی ہو سکتا تھا کہ اُس کی اب تک کی محنت بر باد ہی ہوئی ہے۔ اُسے جولیانا فنٹر اور بیاد آئی اور وہ سوچنے لگا کہ اس افتاد کی ذمہ دار وہی ہو سکتی ہے ممکن ہے کہ اُس کے بے ڈھنگے میک اپ کی وجہ سے ان پر اسرا ر لوگوں کو کسی قسم کا شہر ہوا ہو۔

کچھ بھی ہوا ہو کھیل تو بگڑ ہی چکا تھا۔ عمران نے ٹیکسی ڈرائیور سے لیا کہ اب وہ اُسے روئیک میں لے چلے جہاں بلینا مقیم تھی اور روئیک کی کمپاؤنڈ میں ٹیکسی سے اترتے ہی تعاقب کرنے والا بھی سامنے آگیا۔ یہ وہی رو جر تھا جس سے بلینا نے آج ہی گرینڈ میں تعارف کر لیا تھا۔ وہ دوسری ٹیکسی سے اترتے اور اس انداز میں آگے بڑھتا چلا گیا جیسے عمران سے بے خبر ہو۔

عمران بھی خاموشی سے چلتا رہا۔ اب وہ سوچ رہا تھا ممکن ہے رو جر نے اصل معاملے سے بہت کر کسی دوسرے سلسلے میں اُس کا تعاقب کیا ہو۔ عمران کو بلینا اور رو جر کے جھگڑے کی اطلاع بھی مل چکی تھی۔

وہ ڈائینگ ہال میں آیا۔۔۔ رو جر اُس سے پہلے ہی داخل ہو چکا تھا۔ وہ اُسے ڈائینگ ہال کی ایک میز پر نظر آیا۔۔۔ عمران نے بھی اُس سے بے لفظی ظاہر کی۔۔۔  
لیکن رو جر نے اُسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

”آہا.... پرنس آئیے.... آئیے.... کیا آپ میرے ساتھ بیٹھنا گوار افرمائیں گے۔“

عمران رک گیا اور اُسے اس طرح دیکھنے لگا جیسے بچانے کی کوشش کر رہا ہو۔

”اوہاں.... جی ہاں.... جی ہاں....!“ وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ

میں اُس سے پہلے بھی کہیں آپ کو دیکھ چکا ہوں۔!“

”آپ کا خیال صحیح ہے جناب....! تشریف رکھئے....!“

موجود تھے۔

"اچھی بات ہے۔" رو جرنے کری سے اٹھتے ہوئے ایک طویل سانس لی اور چپ چاپ آمد و رفت کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ کارڈ بھی اُس نے اٹھا لی تھا۔

"بیلو... پرنس! بلینا پیٹھتی ہوئی یوں۔" کیا تم بہت دیر سے یہاں ہو۔"  
"ہاں...!" عمران کی آواز غصیل تھی۔

"اوہ... تم کچھ خفاظ معلوم ہوتے ہو۔"

"یکجھ نہیں... بہت زیادہ...!  
بات کیا ہے۔"

"تم اور تمہارے دوست... ہمیں کو سمجھتے ہو!"

"اُرے نہیں... یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ڈیگر پرنس...!  
اور اس گوجرنے ابھی میری توہین کی تھی۔"

"گوجر نہیں اُس کا نام رو جرہ ہے۔ کیا وہ تم سے جھگڑا کر رہا تھا۔"

"ہاں... اُس نے کہا تھا کہ وہ بہت بُرا آدمی ہے۔ اب تک کئی ڈیکوں، لارڈوں اور کاؤنٹوں سے جکڑا چکا ہے؟ مگر ہم نہیں سمجھ سکے کہ آخر اُس نے ہمیں دھمکی کیوں دی تھی۔"

"اوہ... وہ پاگل ہے۔ ٹھفرل! تم کچھ خیال نہ کرو...!"

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ وہ یہاں سے زندہ واپس نہ جانے پائے تو بہتر ہے ورنہ ساری دنیا میں بکتا پھرے گا کہ میں نے پرنس تفضل کی توہین کی تھی اور وہ دم دبا کر رہ گیا تھا... دیکھو بلینا...!"

"بلینا...!" اُس نے صحیح کی۔

"اوہ... بلینا ہی سہی!" عمران میز پر گونسہ مار کر بولا۔ "بندروں کی اور بات ہے لیکن آدمیوں سے پہنچنے کے لئے ہم کافی قوت رکھتے ہیں۔ خدا کا شگر ادا کرو اس وقت ہمارا میکر میری یہاں موجود نہیں تھا... ورنہ یہ جو کر یہیں اسی وقت قتل کر دیا جاتا... ہمارے ملاز میں نہک حرام نہیں ہیں... کیا یہ آدمی یہیں تمہارے ساتھ رہتا ہے۔"

"نہیں...!"

"کہاں رہتا ہے۔ اس کا پتہ بتاؤ۔"

"اے... ٹھفرل ڈیر! ختم کرو۔ ہم پر دیکی طالب علم ہیں یہاں تمہارے ملک کے آثار

قدیم سے متعلق معلومات فراہم کرنے کے لئے آئے ہیں۔ دو چار دن میں چلے جائیں گے۔  
کیوں خواہ خواہ بات بڑھاتے ہو۔"

"لیکن آخر یہ ہم سے کیوں الجھ پڑا ہے۔"

"اب کیا بتاؤں...! وہ بُرا سامنہ بننا کر بولی۔

"نہیں بتاؤ! ہم سے بغیر نہیں مانیں گے۔"

"اُس کا خیال ہے کہ میں تم سے عشق کرنے لگی ہوں۔" وہ منظکہ خیز انداز میں بُھی۔

"عشق... ق.... ق!!" عمران نے اس طرح لگے پر ہاتھ رکھ کر کہا جیسے کوئی سخت پیڑھ طق کے نیچے اتنا نے کی کوشش کی ہو۔

اور پھر اُنکے چہرے پر ہوا یاں اڑنے لگیں۔ جسم کا پتے لگا۔ ممکن ہے آنکھوں کے سامنے

نیلی پیلی چنگالیاں بھی اڑنے لگی ہوں اور پھر اس کا سر اچانک میز سے ٹکرایا۔

"ہاں... ہاں...!" وہ اُس کا شانہ پکڑ کر اٹھا کیا ہوئی یوں۔" یہ کیا ہو گیا تھیں۔"

"کچھ نہیں...!" عمران سیدھا بیٹھتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "کچھ بھی نہیں۔"

"نہیں کچھ توبہ۔ تم یک یہاں سے نظر آنے لگے ہو۔"

ومر ان نے صرف ایک مٹھنڈی سانس لی جواب میں اور کچھ نہیں کہا۔ ویسے اُس کا پھرہ خوف اور ہمact کی آماجگاہ بن کر رہا گیا تھا۔

"بولو... تم خاموش کیوں ہو گئے؟"

"عشق کے نام ہی سے ہمارا دم نکل جاتا ہے۔" عمران بھرا ہی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیوں؟"

"تم نہیں جانتیں ہماری اسیت میں عشق کرنے والوں کو کیسی سزا میں ملتی ہیں۔"

"سزا میں۔"

"ہاں... ہمارے والد بزرگوار عشق کرنے والوں کی دم پر نمددہ کو وادیتے ہیں۔"

"بیکار باتیں نہ کرو... یہ تو حسن و عشق ہی کی سرزی میں ہے... میں نے تمہارے یہاں کی

کہانیاں سنی ہیں۔ پڑھی ہیں! وہ کون تھے... ہیر اور راجھا...!"

"آن کا تو نام ہی نہ لو...!" عمران بُرا سامنہ بننا کر بولا۔

"کیوں! اُن کی داستان تو ساری دنیا میں مشہور ہے۔"

"بعد کے حالات سے تم واقعہ نہیں ہو۔ بخوبی پر سفر ہو گیا تھا اور بعد کے حالات دنیا کو

”اف فوہ! تم اپنادل صاف نہیں کرو گے۔“

”ہرگز نہیں! ہم اپنادل اس کے خون سے صاف کریں گے۔“

”یہ نہ بھولو کہ قانون اس کی پشت پناہی کرے گا۔“

”میں اسے پکڑو اکر اپنی اسٹیٹ میں لے جاؤں گا اور وہاں قتل کر دوں گا۔ اپنے ماتحتوں سے وہاں ہمارا قانون چلتا ہے۔“ ڈھپ ایک آزاد ریاست ہے۔ ” عمران اٹھ گیا اور بلینا دنوں ہاتھ ہلا کر بولی۔ ”ارے تو تبیھو! تم مجھ سے ہی ملنے کے لئے یہاں آئے تھے۔“

”ہاں ہم اسی لئے آئے تھے۔ مگر ہمارا موڈ چوبٹ ہو گیا ہے۔ اب ہم نہیں رکیں گے۔“ پھر وہ روکتی ہی رہ گئی لیکن وہ دوسرا ہے ہی لمحے میں ڈائینک ہال سے باہر تھا۔

پکھے دور تک پیدل ہی چلتا رہا۔ پھر ایک ٹیکسی کری۔ دراصل وہ اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ اب بھی اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے یا نہیں اس لئے اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو کوئی مخصوص پتہ بتانے کی بجائے ”دائیں اور بائیں“ کی تاکنی شروع کردی تھی۔ اس طرح ٹیکسی کبھی کسی گلی میں مڑتی اور کبھی پھر کسی کشادہ سڑک پر نکل آتی۔

جب عمران کو اطمینان ہو گیا کہ اس بار تعاقب نہیں کیا جا رہا تو اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو سر سلطان کا پتہ تباہ کر چھوڑ دی۔ بعد وہ سر سلطان کے بنگل کی کپاؤنڈ میں داخل ہو رہا تھا۔

سر سلطان غالباً سونے کے لئے جا چکے تھے۔ لیکن عمران کی آمد کی اطلاع پا کر شب خوابی کے لباس ہی پر لبادہ ڈال کر ڈرائیکر روم میں چلے آئے۔

”میں نے تمہیں ایک خطرے سے آگاہ کرنے کے لئے بلایا ہے۔“

”فرمایے! میں خطرات ہی سے نکل کر آپ تک پہنچا ہوں! میں آج کل حالات ایسے ہیں کہ میں نے فون پر گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔“

”میا بات ہے۔“

”پہلے آپ اپنے خطرات سے آگاہ فرمائیے۔ میں تو خطرات کا کیڑا ہو چکا ہوں۔“

”پڑو سی ملک سے اطلاع ملی ہے کہ ایک خطرناک آدمی کچھ دن پہلے دونوں ممالک کی سرحد پر دیکھا گیا تھا۔ اس کے بعد سے پھر اس کا سراغ نہیں مل سکا۔“

”لعنی وہ خطرناک آدمی ہمارے ملک میں داخل ہو گیا ہو گا۔“ عمران نے پلکیں جچکا میں۔ ”یقیناً.... اس کے امکانات ہیں۔ تم جانتے ہو کہ ایک ہفتہ بعد یہاں چند دوست ممالک کی ایک خفیہ کافرنس ہونے والی ہے۔“

”نہیں معلوم ہو سکے تھے۔“

”کیسے حالات...!...“

”وہ دونوں راوی کے کنارے ملا کرتے تھے۔ عشق ہو گیا۔ ہیر دراصل وہاں کپڑے دھونے آیا کرتی تھی۔ راجحہ اس کا ہاتھ بٹانے لگا۔ ہاتھ کیا بٹانے لگا، ہیر کو تو الگ ٹھادیتا اور خود ہی اس کے کپڑے دھوندھا کر ڈھیر لگادیتا۔ اچاک ایک دن اس نے محسوس کیا کہ اسے تقریباً ڈھانی سو کپڑے روزانہ دھونے پڑتے ہیں۔ جب اسے ہوش آیا اور بُری طرح بوکھلا گیا۔ ... اس نے ہیر کی طرف دیکھا جو پہنچہ دور گھاس پر پیٹھی لی پی پیکنے کے بعد نوار کی چکلی چلانے جا رہی تھی۔ ... مگر وہ صرف دیکھ کر ہی رہ گیا پہنچہ بولا نہیں۔ لیکن چونکہ اسے تشویش ہو گئی تھی اس لئے وہ خچلا نہیں بیٹھا۔ کپڑے تو اسے بہر حال دھونے پڑتے تھے اس سے جو وقت بچتا تھا اس معنے کو حل کرنے میں صرف کر دیتا۔ اب اسے ہیر سے عشق جانے کا بھی کم موقع ملتا تھا۔

ویسے وہ لی کا گھر اسامنے رکھے پیٹھی اس کا دل بڑھایا کرتی تھی آخر ایک دن یہ راز کھل ہی گیا۔ بھجارتے راجھے کو معلوم ہوا کہ ہیر کے بھائی نے مال روڈ پر ایک بہت بڑی لانڈری کھول رکھی ہے۔ بس وہ غریب دیہی پیٹھ سے گر اور ختم ہو گیا یہے اصلی داشستان ہیر راجھا کی۔

”بلینا ہنسنے لگی۔“

”کیا تم غلط سمجھی ہو۔“

”پکھ نہیں چھوڑو۔ تم عجیب ہو۔ تمہارے پاس گھنٹوں بیٹھنے کو دل چاہتا ہے۔“

”بب.... باس! ہم تو اب چلے.... مگر نہیں۔ نہیں اس کا پتہ تباہ۔ ارے کیا ہمارا غصہ اُتر چکا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں.... ہم اس وقت بھی انگارے چبار ہے ہیں۔“

”ختم کرو۔ ٹھہر ل ڈھیر۔ میں کہتی ہوں پیکار بات مہ بڑھاؤ۔ اس سے حالات بگزیں گے۔ بن نہیں سکتے۔“

”پکھ بھی ہو! ہم نے آج تک ایسے لوگوں کو معاف نہیں کیا، جو ہماری توہین کریں! بذریوں کی بات الگ ہے مگر ہم عفریب ان کا انتظام بھی کرنے والے ہیں۔ خیر تو تم تباہ پڑے ہم خود ہی معلوم کر لیں گے اور کل تک تم اس کا حشر دیکھ لینا۔“

”اب میں تمہیں کیسے سمجھاویں۔ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ مگر کیا ضروری ہے کہ مجھے بھی اس سے محبت ہو۔“

”ہمارے نزدیک تو اس کا وجود ہی غیر ضروری ہے۔“

”تو پھر تم نے اس آدمی کے متعلق کیا سوچا ہے جو ایکس نو کو بے نقاب کر دینا چاہتا ہے۔“

”میں عنقریب اُسے اس کے مل سے نکال کر چوہ ہے ہی کی طرح مار ڈالوں گا۔“

”یہ آسان کام نہ ہو گا عمران۔ اگر یہ وہی آدمی ہے۔“

”اچھا شہبختیر...!“ عمران نے تاخوٹ گوار بجھے میں کھا دوسرا سلطان ہنس پڑے۔

”جاو...!“ انہوں نے کہا۔ ”لیکن بہت محتاط رہنا۔ مجھے تمہاری زندگی بے حد عزیز ہے۔“

”شب بخیر...!“ عمران کسی بھیزیرے کی طرح غراتا ہوا ذرا انگر روم سے باہر نکل گیا۔



دوسری صبح بلیک زیر و نے فون پر عمران کی کال ریسیو کی جو کہہ رہا تھا۔ ”رو جر کی قیام گاہ سے تم یقین طور پر واقف ہو گے۔“

”جی ہاں...!“

”بس آج اُس کے پیچھے ہو۔ نہیں ٹھہر و دیکھو... میں دراصل یہ چاہتا ہوں کہ آج شہر کی بھرپوری سڑک پر اُس کے دس پانچ جوئے گا دیے جائیں۔“

بلیک زیر و اس تجویز پر حیران رہ گیا۔

”میں نہیں سمجھا جتاب...!“

”ارے تو کیا ب جوتے خرید کر تمہیں سمجھانا پڑے گا۔“

”نہیں... نہیں! میں دراصل یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ اس سے کیا فائدہ ہو گا۔“

”میں جو کچھ کہہ رہا ہوں کرو۔“ فون میں غراہٹ سنائی دی اور پھر بلیک زیر و نے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سنی۔

یہ چیز بلیک زیر و کے لئے مشکل نہیں تھی۔ کیونکہ وہ تو ایسے کاموں کا ماہر تھا۔ ... لیکن وہ الجھن میں ضرور پڑ گیا تھا۔ آخر اس کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے آفیسر سے اچھی طرح واقف تھا۔ لیکن اس کا طریقہ کار آج تک اس کی سمجھ میں نہ آسکا تھا اور نہ اُسے یہی معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ

کب بخیدہ ہو جائے گا اور کب حماقتوں پر اتر آئے گا۔

”آہم... جی ہاں... مجھے علم ہے۔ مگر وہ خط ناک آدمی بے کوں!“

”وہی جس کی شناخت صرف یہ ہے کہ اُس کے دامنے ہاتھ پر چھ انگلیاں ہیں۔“

”نہیں...!“ عمران اچھل پڑا۔

”ہاں وہی اُسے چند چڑا ہوں نے دیکھا تھا۔ اُس نے چلوے پانی پینے کے لئے اپنے دستان اتارے تھے اُن چڑا ہوں میں ایسی اسٹنگ پولیس کا ایک تربیت یافتہ مجرم بھی تھا۔“

عمران کے چہرے پر تشویش کے آثار آنے لگے۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔

”کیا یہ اطلاع صرف میرے ہی محکمہ کے لئے تھی۔“

”نہیں! تمہارے باپ مسٹر رحمان کو بھی اطلاع دے دی گئی ہے۔“

”مگر مجھے افسوس ہے کہ اُن کا محکمہ شاہد اُس کی گروہ کو بھی نہ پاسکے۔“ سر سلطان مسکرانے لیکن پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر بولے۔ ”ہاں تم اتنے محتاط کیوں ہو رہے ہو آج کل!“

”ارے.... جتاب بُس کیا عرض کروں۔ عمران بیچارہ گھن پکڑ بن کر رہ گیا ہے۔“ عمران نے بسور کر کہا اور پھر آج تک کے واقعات دہرا کر بولا۔ ”وہ جو کوئی بھی ہو کافی باخبر آدمی معلوم ہوتا ہے۔

یعنی اُسے یہاں کی سیکرٹ سروس کے چیف آفیسر کے طریقہ کار کا علم ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ چیف آفیسر ایکس نو کہلاتا ہے اور اُس کے ماتحت اُس کی شخصیت کے متعلق اندر ہرے میں میں۔

لہذا اُس کی ان حرکتوں کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ ایکس نو پوکھلا کر خود ہی بے قابو ہو جائے۔“

سر سلطان کچھ نہ بولے۔ وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے اور خود اُن کی آنکھوں سے ابھن جھاک رہی تھی۔ کچھ دیر بعد انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”تب پھر وہ جانتا ہو گا کہ ایکس نو ہر وقت اپنی آنکھیں کھلی رکھتا ہے۔“

”مکن ہے۔“

”تب پھر میرا خیال ہے کہ وہ آدمی اپنے دامنے ہاتھ میں یقین طور پر چھ انگلیاں رکھتا ہو گا۔“

”کیوں؟“

”کیا یہ ممکن نہیں ہے اُس نے سوچا ہو کہ ایکس نو پر قابو پائے بغیر وہ یہاں کچھ بھی نہ کر سکے گا۔ فرض کر دو وہ اس کا فرنٹس ہی کے راز اڑانا چاہتا ہو تو کیا وہ ایکس نو کی نظر وہ میں آئے بغیر ایسا کر سکے گا۔“

”میرا خیال ہے کہ آپ کا خیال درست بھی ہو سکتا ہے۔“

ناشیت کے بعد وہ کیل کانٹے سے لیس ہو کر نکارو جو کا قیام اذلیگا میں تھا۔ لیکن بلیک زیر و کو اس کا علم نہیں تھا کہ وہاں تھا تھیا اس کے دوسرا ساتھی بھی وہیں مقیم تھے۔  
اذلیگا پنچھے سے پہلے ایک بار پھر اس نے عمران کو فون کیا۔

”ہاں کیوں؟ کیا رہا۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ابھی تو کچھ بھی نہیں۔ کیا میں اس کے کمرے میں گھس کر مر مت کروں۔“

”نہیں! شارع عام پر یہ بہت ضروری ہے۔“

”تب تو پھر انتظار کرنا پڑے گا۔ جب وہ باہر آئے تب ہی اینا ہو سکے گا۔“

”پچھے بھی ہو۔ آج یہ ہونا چاہئے۔“

”بہت بہتر ہے! یہ تو ہو ہی جائے گا۔“

”کیا تم میک اپ میں ہو۔“ عمران نے پوچھا۔

”یقیناً جتاب! اس کے بغیر کیسے کام چل سکتا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

## ۲

ای شام کو عمران اپنے کمرے سے نکل ہی رہا تھا کہ بلینا آنکھ رائی وہ کچھ بد حواسی نظر آرہی تھی۔

”چلو، چلو اندر چلو! تم باہر نہیں جاسکتے۔“ وہ اسے اندر دھکیلتی ہوئی بولی۔

”ہائیں.... ہائیں۔ کیا بات ہے.... ادب ادب.... ادب مخواڑ کھو۔ یہ مت بھولو کہ ہم کون ہیں۔ بے تکلف ہمیں قطی پند نہیں ہے۔“

”وہ کمرے کے اندر آگلی بلینا دروازہ بند کر کے ہاتھی ہوئی بولی۔“ ”تم نے بہت بڑا کیا اٹھفیل؟“

”ہم نہیں سمجھے تم کیا کہنا چاہتی ہو۔“

”میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ اب معاملے کو آگے نہ بڑھاؤ۔“

”کس معاملے کو....!“

”رو جو رہ...!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

”کیا اسے قتل کر دیا گیا۔“

”نہیں....!“

”پھر معاملہ آگے کیسے بڑھا...!“

”ٹھفول تم نہیں سمجھ سکتے کہ کن خطرات میں گھر گئے ہو۔ میں نے تمہیں اسی لئے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ مگر تم نے میری باتوں پر کان نہ دیا۔“

”ارے.... تو میں نے کیا کیا!“

”اس طرح شارع عام پر اسے ذلیل نہ کرنا چاہئے تھا۔“

”ارے کچھ تو بولو بھی.... بتاؤ کیا ہوا۔“

”ہم دونوں اذلیگا کے قریب سے گذر رہے تھے کہ ایک آوارہ آدمی نے اُسے جو توں سے مارا۔“

”خبر تسلیم بخش ہے ہمارے لئے...!“ عمران مسکرا کر بولا۔ ”مگر پوری تسلیم نہیں ہوئی.... بہر حال اب ہم اسے اس قابل ہی نہ رہنے دیں گے کہ وہ آئندہ ڈیوکوں، لارڈوں اور کاؤنٹوں سے نکلا سکے۔“

”میں تمہیں آگاہ کرتی ہوں کہ فی الحال گرینڈ سے باہر قدم نہ نکالنا....!“

”کیوں؟“ عمران نے بھنویں سکوڑ کر کہا۔

”بس بتا دیا تم سے۔ تم نہیں جان سکو گے کہ گولیاں کدھر سے آئی تھیں کیونکہ تمہارا جسم چلنی ہو چکا ہو گا۔ رو جو رپاگل ہو رہا ہے۔“

”آہا ب تودہ یہ بھی جانتا ہو گا کہ تم نہیں اس خطرے سے آگاہ کرنے آئی ہو۔“

”اب میں تمہیں کیا بتاؤں۔“

”نہیں ضرور بتائے۔ ہمیں سن کر بے حد خوشی ہو گی۔ ہماری تو یہ تفریح ہے کہ ہم پر گولیاں بر سیں اور ہمارا جسم چلنی ہو کر رہ جائے۔“

”فضول باقاعدہ کرو۔ تم پر بڑا غصہ آ رہا ہے۔“

”ہمیں بھی آسکتا ہے غصہ! اس لئے جو کچھ بھی کہنا ہے جلدی سے کہہ ڈالو۔“

”پٹ چکنے کے بعد رو جو نے کہا تھا کہ یہ حرکت ٹھفول ہی کی ہو سکتی ہے۔ میں نے اس کی تردید کرنی چاہی لیکن وہ مجھ پر بگڑ گیا۔ مجبوراً مجھے اس سے ہمدردی ظاہر کرنی پڑی اور یہ بھی تسلیم کر لیا۔ پڑا کہ یہ حرکت تمہاری ہی ہو گی۔ پھر اب تم خود سوچو ہماری ملاقات کو کتنے دن ہوئے ہیں اور وہ مجھے بہت دونوں سے جانتا ہے۔ نہ صرف جانتا ہے بلکہ کچھ دعوے کیسی رکھتا ہے یہ اور بات ہے کہ میں اس کے کسی دعوے کو تسلیم نہ کروں۔“

”بات ختم کرنے میں جلدی کیا کرو۔“  
”اس وقت اس نے مجھے بیہاں بھیجا ہے۔“  
”کیوں؟“  
”تاکہ میں تمہیں بیہاں سے سڑک پر لے جاؤں اور وہ لوگ تمہارا خاتمہ کر دیں!“  
”چلو....!“ عمران اٹھتا ہوا  
”تم پا گل تو نہیں ہو گئے۔“

”هم کہتے ہیں چلو.... ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ جسم چھلنی کر دینے والی گولیاں کیسی ہوتی ہیں۔“  
”ٹھیک اُسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی۔  
”کون ہے؟“ عمران نے غصیل آواز میں پوچھا۔  
”سیکریٹری.... یورہائی نس....!“  
”آ جاؤ....!“

خاور دروازہ کھوکھ کر اندر داخل ہوا، اس کے ہاتھ میں ایک لفاف تھا۔

”یہ آپ کے لئے ہے....!“ خاور نے بلینا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”ابھی ایک آدمی دے گیا ہے۔“

”تمہیں یقین ہے کہ وہ آدمی ہی تھا۔“ عمران نے غصیلے لبجھ میں پوچھا۔  
”نہ.... نہیں.... بب.... بات یہ ہے!“ خاور ہکلایا۔

”سیکریٹری....!“  
”لیں یورہائی نس....!“

”هم نے تمہیں ہزار بار سمجھا دیا کہ کوئی بات یقین کے ساتھ نہ کہا کرو۔“  
”اوہ غلطی ہوئی جتنا! آندہ ایسا نہیں ہو گا۔“

”چلو خیر.... ہا!“ عمران نے بلینا کی طرف دیکھا جو لفاف چاک کر رہی تھی اور اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ لفاف سے اس نے ایک چھوٹا سا کارڈ نکالا جس پر سوالیہ نشان بنا ہوا تھا۔ عمران اس سے پہلے بھی ایک بار اس قسم کا سوالیہ نشان دیکھ چکا تھا.... لیکن اس وقت جو نشان بلینا کے ہاتھ میں تھا اس کی رنگت سرخ تھی۔

دفتار اس نے محسوس کیا کہ بلینا کے چہرے کی رنگت خیرت انگیز طور پر بدلتی ہے....  
ذرانی کی دیر میں اس کی آنکھیں بے نور معلوم ہونے لگی تھیں! وہ کرسی کی پشت سے نکل گئی اور

”آنکھیں بند کر لیں۔ عمران نے خاور کو جانے کا اشارہ کیا۔  
”کیا بات ہے....!“ عمران اسکے قریب جا کر بولا۔ ”کیا تم تمہارے لئے کوئی چیز طلب کریں۔“  
”براثتی....!“ اس نے خنک ہونوں پر زبان پھیر کر کہا۔ ”میری طبیعت دفعتاً خراب ہو گئی ہے۔“  
عمران نے فون پر براثتی کے لئے کہا۔  
”آخر بات کیا ہے؟“ اس نے مزکر بلینا سے پوچھا۔  
”کچھ بھی نہیں.... بس طبیعت یک بیک بگزگی۔“  
عمران چند لمحے اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہا پھر بولا۔ ”تم خائف ہو۔ ہم تم سے کہتے تو ہیں کہ ہمارے ساتھ باہر چلو! اس طرح تم اس سے بھی بُری نہیں بنو گی اور ہم اسی وقت اس سے پشت لیں گے۔“  
”اوہ.... ٹھفرل! کچھ در خاموش رہو۔ مجھے کچھ سوچنے دو۔“  
”اچھی بات ہے! ہم دس منٹ تک بالکل خاموش رہیں گے۔“  
کسی نے دروازے پر دستک دی۔  
”آ جاؤ....!“ عمران نے کہا اور ویژہ دروازہ کھوکھ کر اندر داخل ہوا۔ وہ براثتی لایا تھا۔  
اُس کے واپس چلے جانے کے بعد عمران نے گلاس میں سائیکن سے سوڈے کی بوچھاڑا اور گلاس بلینا کی طرف بڑھا دیا۔  
”تم.... تم نہیں لو گے....!“ بلینا نے کہا۔  
”ہماری اسٹیٹ میں شراب پینے والے الٹے لکا دیے جاتے ہیں!“  
”تمہاری اسٹیٹ تو میرے اعصاب کیلئے ہمتوڑا بن گئی ہے۔“ بلینا نے بُر اسامنہ بنا کر کہا۔  
”ہمیں اس جملے کا مطلب ضرور سمجھا جاؤ....!“  
بلینا کچھ نہ بولی۔ عمران نے بھی مزید استفسار نہیں کیا۔ وہ خاموشی سے اس کا چہہ دیکھ رہا تھا جس پر کسی عد تک بھالی نظر آنے لگی تھی۔ غالباً براثتی کا اثر فوری طور پر ہوا تھا۔  
عمران خاموشی سے چیو ٹائم کلکٹر ہا....!  
بلینا بڑا ہی تھی۔ ”یہ بہت بُرا ہوا.... بہت بُرا.... رو جو تم پچھتا گے.... تم ابھی نہیں جانتے کہ میں کیا ہوں اور کیا کچھ نہیں کر سکتی....!“  
”تم....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ہمیں یو قوف نہ سمجھو گی۔ مگر نہ جانے کیوں ہمیں ایسا

اُس نے پھر کرسی کی پشت سے ملک کراپنی آنکھیں بند کر لیں۔ عمران خاموش بیٹھا رہا۔ اب اُس کی آنکھوں میں بھی الجھن کے آثار نظر آئے گے تھے۔ تھوڑی دیر بعد بیٹھا نے آنکھیں کھولیں اور آہستہ سے بولی۔ ”تم یقینی طور پر مقای پولیس کو ان حالات سے مطلع کرو گے۔“

”تم ہمیں مشورہ دو کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔“ عمران نے بڑے بھولے پن سے کہا۔ ”حقیقتاً مشورہ تو پہلی دینا چاہئے۔ لیکن یہ مشورہ دینا اپنی جان سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہو گا۔“ کیوں؟“ ”وہ لوگ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔!“ بیٹھا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”وہ یہی سوچیں گے کہ میں نے ہی تمہیں ہو شیار کیا ہے۔“

”ہاں ہمارا خیال ہے کہ وہ یہی سوچیں گے.... تو پھر ہم پولیس کو اس پچوٹش سے اگاہ نہ کریں!“ ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا مشورہ دوں! اگر تم پولیس کو اطلاع نہیں دیتے تو تمہارا مر جانا یقین ہے اور اطلاع دیتے ہو تو پھر میں تمہارا انجام دیکھنے کیلئے اس دنیا میں نہیں ہوں گی۔“ ”یہ تو بہت بُری بات ہے۔ ہماری خواہش تھی کہ تم ہماری لاش پر بیٹھ کر گیتار بجاتیں۔“ عمران نے نہیں کر کہا۔ ”ٹھہرول...!“ اُس نے حیرت سے کہا۔ ”میا تم اسے مذاق سمجھے ہو جو کچھ میں نے ابھی کہا ہے۔“ ”نہیں! ہم اسے حقیقت سمجھے ہیں اور اب بہت سنجیدگی سے اس مسئلے پر غور کر رہے ہیں! اچھی بات ہے، ہم ہوٹل سے باہر نہیں نکلیں گے۔“ ” وعدہ کرتے ہو۔“ وہ خوش ہو کر بولی۔

”ہاں ہم وعدہ کرتے ہیں۔ مگر تمہارے اس گاؤخ پر برابر جوتے پڑتے رہیں گے۔“ ”ٹھہرول....!“ ”ہم آج کل سو فیصدی ٹھہرول بن کر رہے ہیں۔ اس لئے مجبوری ہے۔ ہماری عادت ہے ہم ایسے آدمیوں کو بے حد زیج کرتے ہیں جنہیں خود کو خطرناک ظاہر کرنے کا خط ہو۔“

”اچھا خیر! مگر تم ہوٹل سے باہر نہیں نکلو گے۔“ ”نہیں نکلیں گے! جتنا ہم سے ہو سکتا ہے ضرور کریں گے۔“ ”اچھا اب میں جا رہی ہوں۔ کوشش کروں گی کہ تمہیں وقار فوتا حالات سے اگاہ کرتی رہوں۔ کیونکہ تم میری ہی وجہ سے اس زحمت میں پڑے ہو۔“

محسوس ہوتا ہے کہ تم کہیں کی شہزادی ہو!.... ہم نے یورپ میں بھی بیتیری ایسی شہزادیاں دیکھی ہیں جو ایکیے گھومنے پھرنے کی شائق ہوتی ہیں۔ پچھلے سال ہمیں لاس ویگاں میں ایسی ہی ایک شہزادی ملی تھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ یورپ کے ایک ملک کی شہزادی ہے۔ وہ جوئے میں بہت زیادہ ہماری گی.... اتنا زیادہ کہ اس کے پاس واپسی کے لئے کرایہ بھی نہیں بچا تھا.... ہمیں اس کا علم ہو گیا تھا، ہم نے اس کی مدد کی اور وہ اپنے ملک واپس چل گئی۔“ ”کس ملک کی شہزادی تھی؟“

”ہمیں افسوس ہے کہ ہم یہ نہ بتا سکیں گے۔ کیونکہ ہماری ہی طرح وہ بھی معزز تھی۔ ہماری طرح اپنی رگوں میں شاہی خون رکھتی تھی۔ خیر اس قصے کو ختم کرو۔ ہم تمہاری پریشانی کی وجہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے ہم تمہارے کام بھی آسکیں۔“

”نہیں تو... میں پریشان کہاں ہوں۔“ وہ نہ پڑی۔ لیکن انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ زبردستی بھی تھی۔

”خیر....!“ عمران نے لاپرواٹی ظاہر کرنے کے لئے اپنا شانوں کو جنمیں دی۔ ”نہیں بتانا چاہتیں تو ہم مجبور بھی نہیں کریں گے۔“

”کوئی بات نہیں ہے! ٹھہرول جو وقت بھی تمہارے ساتھ گذر ابھت خونگوار گزر۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ میری ہی وجہ سے تمہاری زندگی خطرے میں پڑ گئی۔ مگر بتاؤ میں کیا کر سکتی ہوں۔ میں نے تو تمہیں منع بھی کیا تھا کہ روز جر سے مت ابھو۔ مگر تم نہیں مانے۔ کاش تمہیں علم ہوتا کہ وہ کتنا خطرناک آدی ہے۔“

”آس کا تذکرہ اب مت کرو۔ کیونکہ ہمارا غصہ تیز ہوتا ہے اور جب ہمارا غصہ بہت تیز ہو جاتا ہے تو بعض اوقات ہم اپنی ہی بوٹیاں نوچنے لگتے ہیں!“

”دوسری بات یہ کہ شانداب میں تم سے نہ مل سکو۔ ورنہ وہ میرا بھی دشمن ہو جائے گا۔ ابھی تو میں جا کر اُس سے کہہ دوں گی کہ تم آرام کر رہے تھے مگر ٹھہر وہ میرا خیال ہے کہ مجھے وہ اس پر مجبور کیا جائے گا۔“

”کس پر....!“ ”ایسی پر کہ میں تمہیں ہوٹل سے باہر نکال کر تمہارا جسم چھلنی کر دوں!“ ”جب بھی کوئی ایسی افادہ پڑے بے دریغ چل آتا۔ ہم یقیناً اس سلسلے میں تمہارا ہاتھ بٹائیں گے۔“ ”ٹھہر و ٹھہرول مجھے سوچنے دو!“

”ہاں! اس میں تو کوئی شبہ نہیں ہے۔ نہ ہم تم سے ملے کے لئے روئیک میں جاتے اور نہ اس منحوس آدمی سے ہمارا جھگڑا ہوتا۔... بہر حال اگر ہمارا جسم چھلنی ہو۔ کا تو ہم تمہیں یاد ہی کرتے ہوئے دم توڑ دیں گے۔ مگر اس سے پہلے ہمیں ضرور بتا دیا کہ تم کس ملک کی شہزادی ہو۔“

”ٹھفول! امیری زندگی میں یہ ناممکن ہے کہ تمہارا جسم چھلنی ہو جائے۔ لیکن تمہیں میرے کہنے کے مطابق عمل کرنا ہو گا۔ میں ایک کم حیثیت لاکی ہوں۔ شہزادی نہیں۔“

”تم کوئی بھی ہوا! لیکن ہم تمہیں شہزادی ہی سمجھتے ہیں کیونکہ تم ایک عالی ظرف لڑکی ہو۔ ہمارے لئے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال رہی ہو۔“

”میں بہت بُری ہوں ٹھفول...!“ اُس کی ہنسی زہریلی تھی۔ ”مگر غیر بھی رکھتی ہوں۔ میری ہی وجہ سے تم ان حالات میں پڑے ہو! اور بلاوجہ...! اس لئے میں مجبور ہوں کہ تمہیں حالات سے باخبر رکھوں.... ورنہ...!“

”ورنہ کیا؟...?“

”ورنہ کیا یہ مناسب ہے کہ میں تمہیں اپنے ہم وطن پر ترجیح دوں!“

”قطعاً غیر مناسب ہے۔“ عمران سر ہلاکر بولا۔

”پھر...!“

”پھر کچھ بھی نہیں! تم اپنی راہ لو۔ ہم اپنے معاملات خود ہی ٹھیک کر لینے کی قوت رکھتے ہیں۔“

”دیکھو تم ابھی وعدہ کر چکے ہو نکہ باہر نہیں نکلو گے۔“

”ہاں ہم نے وندہ کیا ہے... مگر کب تک۔“

”جب تک میں تمہیں اطلاع نہ دوں۔“

”اچھی بات ہے... لیکن اس کی مدت کتنی ہو گی۔“

”یہ کل منج تک بتاسکوں گی۔“

عمران کچھ نہ بولا۔ بلدنما اٹھی اور ایک بار پھر اسے ہوٹل ہی تک محدود رہنے کی تاکید کرتی ہوئی باہر نکل گئی۔

عمران نے بلند آواز سے ایک بجاہی لی اور برانٹی کی بوتل اٹھا کر تھوڑی سی برانٹی چلو میں اندھیلی اور اسے تیل کی طرح اپنے سر پر ٹھوکنے لگا۔

پھر خاور کا قہقهہ سن کر مڑا وہ بائیں بازو و اسے میں کھڑا اپس رہا تھا۔ ”بلدنادیوی ہے۔ من کی دیویوں کی دیوی۔“

”اور کیا....!“ عمران ہاتھ روک کر بولا۔ ”عورتوں سے تھوڑی دری گفتگو کر لینے کے بعد اگر کھوپڑی کی دوبار مرمت نہ کی جائے تو وہ اوندھی ہو جاتی ہے۔“

”آخر آپ نے یہ سب کیا کھڑا کچھ لایا ہے۔“

”بس دیکھتے جاؤ۔ شہد کی کھیوں کوچھ سے نکلنے کیلئے کوڑا کبڑا اکٹھا کر کے دھواں کرنا پڑتا ہے۔“

”میاں یہ سب کچھ کسی خاص اسکیم کے تحت ہو رہا ہے۔“

”قطعاً خاص ہے....!“

”ایکس ٹوکی تیار کروہ اسکیم ہے....!“

”سو فیصدی....!“

”رو جو کے جو ٹکسٹ کس نے لگائے تھے۔“

”ایکس ٹو نے....!“

”نہیں....!“ خاور کے لبھے میں حیرت تھی۔

”تھوڑی سی تم بھی ٹرائی کرو۔“ عمران نے بائیں ہاتھ سے سر سہلاتے ہوئے ہوٹل اس کی

طرف بڑھائی اور بولا۔ ”مجھے تو بڑا سکون مل رہا ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ وہ لڑکی آپ کو خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔“

”مجھے باہر لے چلو۔“ تصدیق ہو جائے گی۔ عمران نے سر ہلاکر کہا۔

”اگر یہ درست ہے.... تو پھر آپ ہمیں کیا کرتا ہو گا؟“

”برانٹی کی ماٹش کے بغیر یہ چیز سمجھ نہیں آئے گی۔“

”آخر برانٹی پر کیوں تاؤ کھار ہے ہیں آپ....!“ خاور مسکرا کر بولا۔

”سنوا! میاں زندگی میں پہلی بار کسی کے لئے شراب خریدی تھی۔ اب یہ جو اس میں باقی پچی

ہے کیا اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں گا.... ارے.... ہاں بیٹھو... ایک ضروری بات! مگر نہیں!“

اُس نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”پہلے دیکھ لو۔!“

خاور نے دروازہ کھوٹ کر کاریڈور میں دونوں جانب دیکھا اور پھر دروازہ کھلا ہی چھوڑ کر واپس آگیا۔

”سمجھنا ک آدمی ہو....!“ عمران سر ہلاکر بولا۔

”کوئی خاص بات ہے۔“

”خاص لخاص! تم بھی تو شائد ملٹری ہی کی سیکرٹ سروس سے ایکس ٹو کے مجھے میں آئے تھے۔“

خاور نے عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سر ہلاکر دیا۔



دوسری صبح بیان پھر آئی۔ اُس کی آنکھوں سے صاف ظاہر ہور باتھا جیسے وہ رات بھر جائی رہی ہو۔ عمران نے لبک کر اُس کا استقبال کیا مگر اس کے چہرے پر جلاہت کے آثار نظر آتے رہے۔

”میں اب تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتی۔“ اُس نے غصیل آواز میں کہا۔  
”ہم نہیں سمجھے تم کیا کہنا چاہتی ہو۔“

”میں نے تم سے کہا تھا کہ اب رو جر کونہ پھیٹنا...!“

”ہم کل سے اسی کرنے میں بند ہیں!“ میں اپنا دعہ آج بھی یاد ہے۔  
”رات رو جر پر گندے انڈے پھیکنے کے تھے۔“

”رو جر پر گندے انڈے؟“ عمران نے غصیل آواز میں دہرایا۔  
”ہاں...!“

”ہمارے آدمی سخت نالائق ہوتے جا رہے ہیں۔ گندے انڈے تو ایک دوسرے آدمی پر چینکنے چاہئے تھے رو جر کے لئے ہم نے ہدایت دی تھی کہ اس پر گندی نالبوں کا کچھ پھینکا جائے۔ ہمیں افسوس ہے مس بلینا خیر اب سکی۔“

”میں کہتی ہوں کیوں اپنے پیچھے پڑے ہو۔ وہ یہیں گھس کر تمہیں قتل کر دیں گے۔“  
”ہمیں اُس دن کا شدت سے انتظار ہے۔“

”چلو آج ہی وہ انتظار بھی ختم ہو جائے گا۔ مجھے اب تم سے ذرہ برابر بھی ہمدردی نہیں رہ گئی۔ کیونکہ تمہاری وجہ سے خود میری زندگی بھی خطرے میں پڑ گئی ہے۔ اگر اس پر چھپل رات کو گندے انڈے نہ چینکنے گئے ہوتے تو شائد آج معاملہ رفع فتح ہو چکا ہوتا۔“

”اگر نہیں ہو تو ہمارا کیا بگزے گا۔“

”ممکن ہے تمہارا کچھ نہ بگزے لیکن میں تو مار ہی ذاتی جاؤں گی۔“

”تمہارا معاملہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ آخر تم اپنے ساتھیوں سے اتنا ذرا تی کیوں ہو۔ وہ کیسے لوگ ہیں اور ان سے تمہارا کیا تعلق ہے.... اگر ہمارا کوئی دوست ہمارے لئے کسی کام کے کرنے سے انکار کر دے تو ہم اُس کا کیا بگاڑ لیں گے۔ مگر تم کہتی ہو کہ اگر تم نے ہمیں بیان سے باہر نہ کالا تو وہ تمہیں مار ڈالیں گے۔“

”یہ تمہیں کوئی ایسا آدمی یاد ہے“ عمران کی آواز بہت دھمکی ہو گئی۔ ”جس کے دامنے ہاتھ میں چھ انگلیاں رہی ہوں!“

”ہاں... آں!“ خاور سید ہما ہو کر بیٹھ گیا۔ ”مگر کیوں؟“

”ہو سکتا ہے کہ ہمارا شکار وہی ہو۔“

”یہ کیسے کہا جاسکتا ہے...!“

”پرواہ نہ کرو، دو چار دن بعد تم بھی بھی کہو گے۔“

”اگر یہ حقیقت ہے تو آپ کو بہت محاط رہنا چاہئے کیونکہ وہ تازیوں کا پروردہ ہے۔“

”نازی اب کہاں ہیں کہ وہ بھی ہمیشہ زندہ رہ سکے گا۔“

”پھر بھی...!“ آپ کو بہت احتیاط سے قدم اٹھانا چاہئے۔ لیکن آخر وہ ایکس ٹو کو کیوں بے

نقاب کرنا چاہتا ہے۔“

”وہ جانتا ہے کہ ایکس ٹو پر ہاتھ ڈالے بغیر یہاں قدم نہ جما سکے گا کیونکہ اُس سے پہلے بھی نہ

جانے کتنے بیہاں آئے اور بیہیں دفن ہو گئے۔“

خاور کچھ نہ بولا۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد اُس نے پوچھا۔ ”کیوں

یہ ایکس ٹو کا خیال ہے کہ وہ آدمی وہی چھ انگلیوں والا ہے۔“

”ہاں ایکس ٹو کا خیال ہے لیکن وہ بھی اس کی صحیح رہائش گاہ سے واقف نہیں ہو سکا۔“

”تب تو عمران صاحب! آپ غلطیوں پر غلطیاں کر رہے ہیں۔ میں پھر عرض کروں گا کہ سوچ جو وجہ سے کام لیجئے۔ چھ انگلیوں والا بہت شااطر اور کسی ہمیشے کی طرح مضبوط ہے۔ چھپل جنگ عظیم کے دوران سنگاپور میں اُس سے سابقہ ڈاٹھا... اُن دونوں وہ جیلان کے لئے کام کر رہا تھا۔ اتفاق سے ہم اُس سے ٹکرائے گئے.... ایک موقع پر ہم چھ آدمیوں نے اُسے گھیرا... یقین

یقین! ہم اُس سے صرف دو آدمی زندہ بچے تھے۔ ایک میں اور دوسرے ایک اینگلوبر میز تھا... وہ تھا

ہم اُس سے چار کو ختم کر کے نکل گیا۔“

”ہاں... تو کیا بہت تمہیں پہچان سکے گا۔“

”مشکل ہے کیونکہ ہم سب میک اپ میں تھے۔“

”عمران کچھ نہ بولا۔ وہ کسی سوچ میں پڑ گیا۔“

"میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتی۔"

"ہاں تفصیل میں گئے بغیر ہی اگر آسانی سے جان نکل سکے تو تفصیل میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔" عمران نے سر پلا کر لے۔

وہ اسے غصیل نظر دوں سے گھورتی رہی پھر بولی۔ "بے ہمت اچلو گے میرے ساتھ۔"

"ہم ہر وقت تیار ہیں۔"

"لیکن تم میں ان لوگوں کا مقابلہ کرنے کی سکتے ہے۔"

"یقیناً ہے! اور نہاب تک ہم نے پولیس طلب کر لی ہوتی۔ ارے تم پر نس آف ڈھمپ کو کیا بھجھی ہو۔ ہم ہائی نس کی بجائے ہیوی نس کھلاتے ہیں۔"

"ہیوی نس....!"

"ہاں.... ہم پہاڑی علاقے کے نواب ہیں تا۔"

"ارے ختم کرو۔" وہ جلا کر بولی۔ "تم مجھے جنم ہی کے نواب معلوم ہوتے ہو۔ تم پر کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ کیا تمہارے جسم میں کوئی خبیث روح طول کر گئی ہے۔"

"جب ہمیں کسی عورت پر غصہ آتا ہے تو ہم بالکل خاموش ہو جاتے ہیں۔ ہپ! عمران نے مضبوطی سے اپنے ہونٹ بند کر لئے۔"

"سنوا! اسکیم یہ ہے کہ میں آج تمہیں دن بھر شہر کے مختلف مقامات کی سیر کراتی رہوں اور اس کے بعد ایک مخصوص جگہ پر لے جاؤں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ تم نے تو کہا تھا کہ وہ کسی سڑک ہی پر میرا جسم چھلی کر دیں گے۔"

"مگر اب وہ ایسا نہیں کرنا چاہتے۔ اس طرح وہ خواہ مخواہ ہزاروں آدمیوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیں گے۔"

"ارے جب مرنا ہی ہے تو تھک کر مرنے سے کیا فائدہ... خواہ مخواہ ادھر ادھر مارے مارے پھریں اور اس کے بعد کسی جگہ مٹھانے لگاویے جائیں۔ بھی تم ہمیں براہ راست وہیں لے چلو جہاں ہمیں مرتا ہے۔"

یہ "رو جو تم سے زیادہ عقل مند ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اب تم جب بھی باہر نکلو گے تمہارے آس پاس تمہارے آدھی بھی موجود ہوں گے۔ لہذا اس طرح وہ تمہارے آدمیوں سے مختلف اندازہ لگانا چاہتا ہے۔"

"اوہ.... ہم سمجھے! اس طرح وہ ہمارے آدمیوں کو بھی نجحاتے اکانا چاہتا ہے۔"

"بہت دیر میں سمجھے۔ اب مجھے دیکھنا ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔"

"یہ رو جو تو ہمیں بالکل گدھا معلوم ہوتا ہے۔ بھلا اس کی عقل میں یہ اسکیم کیسے آتی۔"

"تم آخر خود کو کیا سمجھتے ہو۔ دوسروں کو حقیر سمجھنا بہت بڑی نادانی ہے۔ رو جو اپنے آگے کو کچھ نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن اس نے جو تے کھائے اور اس پر گندے انڈوں کی بارش ہوئی۔ روکا سر نیچا ہوتا ہے۔"

"اچھا ایک بات سنو....!" عمران نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"ہمارا الرادہ ہے کہ ہم اس معاملے پر بہت زیادہ عقائدی کا ثبوت پیش کریں۔"

"وہ کیا؟"

"تم اب واپس ہی نہ جاؤ۔"

"کیوں؟"

"ظاہر ہے کہ ہم بالکل ہی گدھے نہیں ہیں کہ خواہ مخواہ اپنا جسم چھلنے کر ادا لیں مگر ہم یہ بھی بن چاہتے کہ ہمارے عوض تم مارڈاں جاؤ۔"

"آہا تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں اب اپنے آدمیوں میں واپس نہ جاؤں۔"

"ہاں ہم یہی سوچ رہے تھے۔"

"وہ تھت الشری میں بھی مجھے زندہ نہیں چھوڑ دیں گے۔"

"اف فوہ! تو کیا یہ ڈاکوؤں کا کوئی گروہ ہے۔"

"یہی سمجھو لو۔"

"مگر... تم نے تو کچھ اور بتایا تھا۔"

"ڈاکو اپنے گلے میں سائن بورڈ لکا کر نہیں چلتے!"

"آب تو ہمیں خوف محروس ہو رہا ہے!"

"ہاہ؟ بلینا نے ایک ہندیانی سا قہقہہ لگایا۔ پھر بولی۔ "مگر میں ابھی زندہ رہنا چاہتی ہوں۔"

"یہ ناممکن ہے۔ ہم میں سے ایک کو یقینی طور پر مرتا ہو گا۔..." عمران نے کہا۔

"تم ابھی تک اسے مذاق ہی سمجھ رہے ہو۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔" وہ جلا گئی۔

"ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کس طرح یقین آئے گا۔" عمران نے کچھ سوچتے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ یہ رو جو ہی اس گروہ کا سر غنہ ہے۔"

"تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو۔"

"تاکہ اُس کے مغلق پکھے اندازہ کر سکیں۔ ہمارے والد صاحب اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ ڈاکوں کے سراغنے عموماً بہت چالاک ہوتے ہیں لہذا بہت مشکل سے قابو میں آتے ہیں۔" "روج اس گروہ کا ایک معنوی سامنہ ہے۔ گروہ کے سراغنے کی چالاکی کا تصور کرنا بھی تمہارے لئے محال ہوگا۔"

"کیوں؟"

"ہم اسے جانتے ہیں! لیکن پھر بھی نہیں جانتے۔"

"کیوں؟"

"اُس نے بھی ہمیں اپنی شکل نہیں دکھائی۔ ہمیشہ چہرے پر نقاب رہتی ہے۔"

"اوہ.... ارے باپ رہے۔" عمران خوفزدہ آواز میں بولا۔

"کیوں کیا ہوا....؟"

"پردہ نشین عورتوں سے تو ہمیں اور بھی ہوں آتا ہے۔"

بلیناں پڑی۔ کچھ دیر ہنسی رہی اور پھر بولی۔ "وہ کوئی عورت نہیں ہے بلکہ ایک خونخوار مرد ہے۔"

"سب تو کوئی پرواد نہیں، ہم گھوٹکھٹ میں ہاتھ ڈال کر اسکی ڈاڑھی پکڑ لیں گے، بنے فکر رہو۔"

"تم باشیں ہی بناتے رہو گے یا کچھ کرو گے بھی۔"

"آہا.... ہاں تو وہ مخصوص جگہ کون ہی ہے۔"

"یہ ابھی نہیں بتایا گیا۔ کہیں راستے ہی میں معلوم ہو گا۔ مطلب یہ کہ جب ہم سیر کے لئے نکلیں گے یہاں کی تاریخی عمارتیں دیکھتے ہوں گے اسی وقت کسی نہ کسی طرح مجھے اطلاع دے دی جائے گی کہ تمہیں فلاں جگہ لے جاؤ۔ اسی سے مجھے شہر ہوتا ہے کہ سراغنے کو اب مجھ پر بھی اعتناد نہیں رہا۔"

"ہاں یہ ممکن ہے۔"

"اس طرح اگر میں تمہیں حالات سے باخبر بھی کر دوں تو تم کچھ نہیں کر سکتے۔ اپنے آدمیوں کو آگاہ کر کے اگر اپنی تنقاضت کا انتظام کرو تو وہ بھی بیکار ہی ہو گا۔ تمہارے سارے آدمی اُن کی نظرؤں میں آجائیں گے۔"

عمران کچھ سوچنے لگا بلینا بھی خاموش ہو گئی۔ لیکن وہ اُسے نوٹ لے ولی نظرؤں سے دیکھ رہی تھی۔

"تم یہیں ٹھہر و...!" عمران نے کہا۔ "میں ذرا اس مسئلے پر اپنے سکریٹری سے بھی گفتگو کراؤں۔"

"ایک گھنٹے بعد ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہئے۔" بلینا بولی۔

"پرواہ مت کرو۔ بھی ہو گا۔" عمران نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔



نیکی سڑکوں پر فرائٹے بھر رہی تھی اور عمران اتنے مزے میں چک رہا تھا جیسے حقیقتاً نہیں۔ میں پہلی بار شہر کی تاریخی عمارتیں دیکھنے جا رہا ہو۔ بلینا بار بار مڑ کر پیچھے دیکھنے لگتی تھی۔ آخر اُس نے کہا۔ "ٹھہر ل! کیا واقعی تم خود کشی ہی کے ارادے سے نکلے ہو۔"

"ہم فضول ہاتوں کا جواب نہیں دیا کرتے۔"

"ویکھو! اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرو۔ میں سمجھتی ہوں کہ تم پر قابو پانے کے بعد بھی وہ مجھے نہیں چھوڑیں گے۔"

"اسی لئے تو ہمیں اطمینان ہے کہ ہم اپنی قبر میں تھاں نہیں ہوں گے! بھلا دا الگ الگ گڑھے کھو دنے کی زحمت کیوں گوارا کرنے لگے ایک ہی میں دونوں کو دفن کر دیں گے۔"

"خدا تمہیں غارت کرے۔ تم نے مجھے بری مصیبت میں پھنسادیا۔"

"ہم دونوں ہی غارت ہو جائیں گے۔ مگر سنو ہمیں اطلاع ملی ہے کہ دوسری دنیا میں بھی کھانے پینے اور عیش کرنے کا معمول انتظام رہتا ہے اس لئے تمہیں اس کی بھی فکر نہ ہوئی چاہئے۔"

"میں اب کچھ نہیں بولوں گی.... اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم پاگل ہو۔"

"آہا.... تو تم یہ بھی جانتی ہو! مگر ہمیں حرمت ہے کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا کونکہ ہماری دوستی میں ہمارے والد صاحب کے علاوہ اور کسی کو اس کا علم نہیں تھا۔ ہاں وہ اکثر کہتے ہیں کہ ہم پاگل ہیں۔ پیکن میں عموماً شہوت کے درخت ہی پر سویا کرتے تھے اور کہتے تھے....!"

"خاموش رہو۔ مجھے سوچنے دو۔"

"سوچو.....!"

"مجھے یقین ہے کہ تمہارے کسی آدمی نے ابھی تک ہمارا تعاقب نہیں کیا۔ دور تک سڑک سننا پڑی ہے۔"

" مجال ہے اُن کی کہ ہمارا تعاقب کر سکیں۔ ایک ایک کی کھال کھینچوالیں ہم!"

"تم موت کے منہ میں جا رہے ہو کتنی بار بیٹاؤ۔ خدا کے لئے سنجیدگی اختیار کرو۔ تم میں وہ

خطرناک آدمی بھی دلچسپی لے رہا ہے جس کی شکل ہم نے کبھی نہیں دیکھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی وہاں موجود ہو گا۔

”اس سرخ رنگ کے سوالی نشان کا کیا مطلب تھا جو تمہیں کل ملا تھا۔“

”وارنگ! مجے یہ نشان سرخ رنگ میں ملتا ہے وہ خود کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ پہ اس خطرناک آدمی کے عتاب کی علامت ہے۔“

”لیکن تمہیں کس سلسلے میں وارنگ ملی ہے۔“

”اسی سلسلے میں کہ میں نے تم سے ربط و ضبط کیوں بڑھایا۔... جب بھی کسی کو یہ نشان ملتا ہے اسے ہر حال میں اس آدمی تک پہنچانا ہوتا ہے۔“

”آہا... ایک دن تم نے روئیک میں ایسا ہی ایک نشان رو جر کو بھی دیا تھا...۔۔۔ ہمیں یاد ہے۔ غالباً اسی دن جب وہ ہم پر دھونس جمانے کی کوشش کر رہا تھا...۔۔۔ مگر ہمارا خیال ہے کہ اس کی رنگت سرخ نہیں تھی۔“

”وہ معمولی پیغام تھا۔ بس اتنا ہی کہ نقاب پوش کے سامنے رو جر کی طبی ہے! یہ کارڈ ہم میں سے ہر ایک کے پاس ہوتے ہیں۔ وہ اس وقت رو جر کو طلب کرنا چاہتا تھا لیکن براور است نہیں طلب کر سکتا تھا کیونکہ رو جر کسی ایسی جگہ نہیں تھا جہاں اسے فون پر براور است اس کا پیغام مل سکتا۔ اس نے اسے فون ہی پر مخاطب کرنے کی کوشش کی ہو گی لیکن ظاہر ہے کہ وہ اپنے ہوٹل میں نہیں تھا اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو مطلع کیا گیا کہ اس تک پیغام پہنچا دیا جائے۔ ہم میں سے ہر ایک رو جر کی تلاش میں نکل پڑا ہو گا۔ میں بھی اسی غرض سے اپنے کمرے سے نکل تھی وہ مجھے اپنے ہی ہوٹل کے ڈائیننگ ہال میں مل گیا۔ میں نے اسے نشان دکھایا اور وہ فوراً آٹھ گیا۔“

”ارے تو یہ پیغام زبانی بھی دیا جا سکتا تھا کہ وہ اس سے ملتا چاہتا تھا۔“

”نہیں...! جب ہمارا کوئی آدمی کسی اجنبی کے ساتھ ہوتا ہے تو ہم کسی نہ کسی طرح اسے وہ نشان دکھا کر اشادروں سے پیغام پہنچاتے ہیں۔“

”لیکن دوسرا اجنبی اس نشان پر نظر پڑتے ہی اجنبی میں ضرور بتلا ہو جاتا ہو گا کہ وہ کیا بلا تھی ہمارے خیال سے تو یہ طریقہ ناقص ہے۔“

”اب میں کیا بتاؤ۔ میں تمہیں بالکل بدھو سمجھتی تھی اسی لئے تمہاری نظر اس نشان پر پڑ گئی تھی ورنہ تمہارے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوتا کہ میں نے اسے وہ نشان کب دکھایا۔“

”سرخ نشان پر تمہارا کیا حشر ہوا تھا۔“

”حاضری تو ہر حال دینی پڑتی ہے۔ لیکن معاملات کی نویعت کا علم کسی حد تک پہلے ہی سے ہو جاتا ہے۔ سرخ نشان ملتے ہیں میں خطرے سے دوچار ہونے کے لئے تیار ہنا چاہئے کیونکہ اس کا مطلب عتاب بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں کسی خطرناک مہم میں جھوک دے گا۔“

”تو کل تم یہ نشان ملنے کے بعد اس کے پاس گئی تھیں۔“

”ہاں! میں اس کے پاس گئی تھی۔ لیکن وہ خلاف توقع بہت زیاد آیا اور اس نے بتایا کہ سرخ نشان غلطی سے میرے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔ حقیقتاً معمولی نشان پہنچنا چاہئے تھا جس کا مطلب حاضری کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔۔۔ میں نے سوچا ممکن ہے روجرنے عتاب والا سرخ نشان بھجوادیا کیونکہ ان دونوں وہ مجھ سے بہت زیادہ خفا ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ بھر حال ہمارے سراغنے نے بھی کہا تھا کہ میں اب بڑی الجھن میں ہوں کہ یہ صرف روجر کا بھی معاملہ تھا۔ آخر سراغنے کو بھی اس سے کیوں دلچسپی ہو گئی ہے۔“

”ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے دیدار سے اپنے دل کو سرور اور آنکھوں کو نور بخنتا چاہتا ہو۔۔۔ کیونکہ ہمیں دیکھنے کے لئے بہت دور دور سے لوگ آتے ہیں۔“

”اچھا اب تم اپنی کواس بند کرو۔ میں اپنے ضمیر کا بار بہا کر چکلی ہوں۔ یعنی تمہیں پہلے ہی خطرات سے آگاہ کر دیا تھا۔ تم نے وھیاں نہیں دیا۔ یہ تمہارا فعل ہے۔“

”اچھا اب خاموش رہو۔ ہم بھی کچھ دیر خاموش رہ کر سوچنا چاہتے ہیں۔“

ہلنا کچھ نہ ہوئی۔ البتہ اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ دل ہی دل میں کسی بات پر پچھترائی ہو۔

سورج غروب ہو چکا تھا اور اب آہستہ آہستہ افون کے رنگیں لہریوں پر تاریکی کا غبار مسلط ہو چکا تھا۔ نیکی ایک دیر خاموش رہ کر سوچنا چاہتے ہیں۔

اوہ یہاں اس جگہ صرف یہی ایک عمارت تھی۔ لیکن عمارت دیر خاموش ہوئی تھی کیونکہ اس کی متعدد کھڑکیاں روشن نظر آرہی تھیں۔ آرکسٹرا کی موسيقی باہر سے بھی سن جا سکتی تھی۔

”یہ نوجوانوں کا کلب ہے۔۔۔ ہلنا نے کہا۔

”شام کہم ابھی حال ہی میں جوان ہوئے ہیں۔“ عمران نے خوش ہو کر کہا۔

”چلو باتیں مت بناو! اُتزو... یہ بڑی پر تفریح بگد ہے تمہاری طبیعت خوش ہو جائے گی۔“  
”پہلے ہی سے ہم باغ باغ ہوئے جا رہے ہیں۔“ عمران بھی لیکسی سے اُتر آیا اور بھروسے دن بھر کا کرایہ ادا کیا۔ وہ دونوں عمارت کے برآمدے میں آئے! موسمیقی کی آواز کافی تیز تھی۔

”آہا... جاز نج رہا ہے۔“ عمران نے خوش ہو کر کہا۔ ”کیوں نہ ہم جاذنا پتھے ہوئے اندر چلیں۔“  
”اب جاز صرف سننے کے لئے ہے۔ اس پر قص کرنا دہقانیت ہے۔“

”ارے چھوڑو... بھی آؤ...!“

عمران نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھائے۔

”مجھے نہیں آتا...!“

”میں سکھادوں گا۔“ عمران نے اُسے زبردستی اپنی طرف کھینچ لیا اور دونوں ناپتھے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔

یہ ایک بڑا کمرہ تھا اور شاندہل ہی کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا تھا۔... عمران داخل تو ہوا تھا بڑے کھلنڈرے مود میں لیکن پھر یک بیک اُسے چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گیا کیونکہ سب سے پہلے اس کی نظر روجر ہی پر پڑی تھی اور اس کرے میں سات آدمیوں سے زیادہ نہیں تھے۔ ان میں سے ایک نقاب پوش تھا۔

روجر کے ہونٹوں پر ایک سفاک سی مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

”تم نے مجھے دھوکا دیا...“ دفتار عمران بلینا کو گھونسہ دکھا کر حلق کے بل چینا اور بلینا اس انداز میں فنس پڑی جیسے وہ بچ جائے دھوکہ دے کر بیہان لائی ہو۔

”اب تمہاری شہزادگی کا کیا بنے گا۔“ روجر غریا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ اُس کے چہرے پر خوف کے آثار صاف دیکھے جاسکتے تھے۔  
بلینا نے جانے کیوں اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا تھا۔

”روجر... ایک منٹ“ نقاب پوش ہاتھ اٹھا کر بولا اور عمران اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹے قد کا آدمی تھا اور اس کے ہاتھوں میں سفید ستانے تھے۔

”تم کون ہو...!“ اُس نے عمران سے پوچھا۔

”ہائیں... یہ کون بد تیز ہے جو ہم سے اس طرح ہم کلام ہونے کی کوشش کر رہا ہے جیسے ہم اس کے برابر کے ہوں۔“ عمران نے بلینا کو مخاطب کر کے کہا۔

”بیکار... باتیں نہ چھیڑو دوست...!“ نقاب پوش نے سرد لبجے میں کہا۔ ”میں جانتا ہوں

”تم کون ہو!“

”اس کے باوجود بھی بد تیزی سے پیش آ رہے ہو۔ ہمارے غصب سے ڈرو۔ ہم بکرے کو مر غایبداریتے ہیں۔“

”علی عمران تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ میں جانتا ہوں کہ تم اکثر پولیس کے لئے بھی کام کرتے رہتے ہو۔“

”اچھی طرح... لیکن تم نے اس لڑکی کو اپنی طرف کیوں متوجہ کیا تھا۔“

”یہ خود ہی متوجہ ہو جاتی ہیں۔ میں تو لڑکوں سے اُسی طرح دور بھاگتا ہوں جیسے شیر بکری سے روختا۔... ڈرو آدمی اور ہال میں داخل ہوئے۔

”کیسا رہا...!“ روجر نے آن سے پوچھا۔

”تعاقب کیا ہی نہیں گیا۔“ ایک نے رومن سے اپنی پیشانی رکھتے ہوئے کہا۔ ”دور دور تک بناتا ہے۔ لیکسی واپس جا چکی ہے۔“

”تمہیں یقین ہے کہ تعاقب نہیں کیا گیا۔“ نقاب پوش نے پوچھا۔

”ہم اچھی طرح یقین کر چکے ہیں جتاب عالی...!“

”پھر اسے کیا سمجھا جائے...!“ نقاب پوش نے روجر سے پوچھا۔

”ہو سکتا ہے وہ بات نہ ہو جو آپ نے سوچی تھی بلکہ یہ لڑکوں پر ڈورے ڈالنے ہی کا ہتھ دندا ہو۔ لیکن میں اس آدمی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

”کیوں؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔“ عمران خوف زدہ سی آواز میں بولا۔

”تم نے...!“ وہ دانت پیس کر بولا۔ ”پہلے میں تمہیں جوتے سے پیوں گا اور پھر قتل کر دوں گا۔“

”نہیں پہلے قتل کر دو! پھر جوتے سے پیٹا درمنہ ہو سکتا ہے تمہارا ہاتھ تمہارے ہی سر پر پڑے۔ اگر میں واقعی علی عمران ہوں تو اس کے علاوہ اور کچھ نہ ہو گا۔... آزمائش شرط ہے! آؤ۔“

”جو تالاک...!“ روجر ایک کی طرف دیکھ کر دہرا دا۔

وہ آدمی ایک دروازے میں داخل ہو کر غائب ہو گیا۔ پھر فوراً ہی پلٹ بھی آیا اس کے ہاتھ میں ایک پھٹا پرانا جو تھا۔... روجر نے اس کے ہاتھ سے جو تالے لیا اور عمران پر چھلانگ لگائی۔

لیکن جو تاخوڑا اس کے منہ پر پڑا اور وہ دوسری طرف الٹ گیا۔ بلینا کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکلی۔ یہ خوشی کے اظہار کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ لیکن یہ بے سانگکی ہی تھی۔ شاندیدہ دانستہ وہ

ایسا نہ کر سکتے۔

روجر نے ریوالر نکال کر فائر جھوک مارا۔ عمران جانتا تھا کہ یہ شکست ایسے ہی رو عمل کی حامل ہوگی۔ اس لئے وہ غافل نہیں تھا۔ لیکن ریوالر سے نکلی ہوئی تو کسی نہ کسی کے مقدمے میں لکھی ہی ہوگی۔ روجر کا ایک ساتھی چیخ کر ڈھیر ہو گیا۔ اور روجر بوكھلاہٹ میں ریوالر پیش کر کھڑا ہو گیا۔

”یہ کیا کیا تم نے گدھے؟“ نقاب پوش دھاڑا۔

روجر صرف ہونٹ ہلا کر رہا گیا۔ ادھر اتنی دیر میں عمران کا ریوالر نکل آیا تھا۔ ”اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ...!“

”تم ریوالر... زمین پر ڈال دو۔ ورنہ چھلنی کر دیجئے جاؤ گے۔“ نقاب پوش بولا۔ ”میں تم سے کہہ رہا ہوں ہاتھ اٹھا دو...!“ عمران نے کہا لیکن اچانک اس کی نظر سامنے والی دیوار سے لگے ہوئے ایک آئینے پر پڑی جس میں ایک آدمی کا عکس دکھائی دنے رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں نای گن تھی اور وہ اس کی پشت والی کھڑکی میں تھا۔ یہ کھڑکی فرش سے تقریباً آٹھ فٹ کی بلندی پر ضرور رہی ہوگی۔

یک بیک اس کا ریوالر والا ہاتھ پیچھے گیا۔ ایک شعلہ نکلا اور وہ آدمی نای گن سمیت نیچے چلا آیا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا تھا کہ کسی کو کچھ سوچنے سمجھنے کا موقعہ ہی نہ مل سکا۔ عمران نے ان کی حیرت سے فائدہ اٹھایا۔... جب تک وہ دوبارہ سنجھتے نای گن اس کے قبضے میں آچکی تھی۔ اس نے آئینے ہی میں دیکھ کر اندازے سے اس آدمی کا نشان لیا تھا۔

”روجر...!“ نقاب پوش غصیلی آواز میں غریل۔ ”اب کھڑا منہ کیا دیکھ رہا ہے یہ سب کچھ تیری ہی وجہ سے ہوا ہے... دو بھترین آدمی مفت میں خانع ہوئے۔“

”جی ہاں...!“ بلیناہنیائی انداز میں چھینی۔ یہ اس کی وجہ سے ہوا ہے۔ مجھے کسی دوسرے سے ملتے دیکھ کر پاگل ہو جاتا ہے۔ اس سے پوچھئے کیا میں اس کی بیوی ہوں... یا اس نے مجھے خریدا ہے...“

نقاب پوش کچھ نہ بولا۔ وہ روجر کو گھور رہا تھا۔

”ادھر دیکھو...!“ عمران نے اُسے مخاطب کیا۔ ”یہاں تم اپنے ہاتھ کا دستانہ اتار سکو گے۔ میں تمہاری انگلیاں گناہ پاہتا ہوں۔“

یک بیک نقاب پوش اپنی گلہ پر اچھل پڑا اور اب اس نے بھی اپنے دلوں ہاتھ اٹھادیئے۔

”تمہیں ایکس ٹوکی ملاش تھی۔“ عمران بولا۔ ”میں تمہیں اس سے ضرور ملاوں گا۔ تم خود کہ بہت ذہین سمجھتے ہو۔ لیکن اپنے جال میں خود ہی پھنس کر رہے گے۔“

”تم پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہو میں قطعی نہیں سمجھا۔“ نقاب پوش بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں تمہیں ضرور سمجھا دیں گا.... ایکس ٹوایسا آدمی نہیں ہے جسے تم جیسے مینڈک پوچھ تو ف بتا سکتے۔ تم نے بڑی احتیاط سے جال بچھایا تھا لیکن ایکس ٹوکی نظرؤں میں اس کی کیا وقعت ہو سکتی ہے... تو یور اور صدر بلاشبہ تمہاری نظرؤں میں آگئے ہیں... جولیانا آج تک نہیں آئی۔“

ایک غیر متعلق عورت تھی جو تمہارے آدمیوں کو میوپل نادر کے نیچے گلدستہ لئے ہوئے ملی تھی... تمہارا آدمی اس کا تعاقب کر رہا تھا اور میں تمہارے آدمی کے پیچے تھا! اس نے رپورٹ بلینا کو دی اور دوسرے ہی لمحے میں بلینا خود ہی میرے گرد چکر لگا رہی تھی... ایکس ٹو بہت بڑی چیز ہے دوست! وہ ایسے معمولی قسم کے کام مجھے جیسے گدھوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ اگر خود ہی تمہارے مقابلے پر اتر آیا ہوتا تو اب تک تمہاری بڑیوں کا پتہ نہ چلا۔... اور میں نے بھی بس یونہی چکلی بجا تے کام نکال لیا۔ بس جو پھر تم نے ایکس ٹو پر پھیکا تھا وہی تم پر لو نادیا گیا۔... روجر پر جو توں اور انڈوں کی بارش کے ساتھ ہی ساتھ تم لوگوں پر دیوائی کے دورے بھی پڑنے لگے اور تمہارا پورا اگر وہ ایکس ٹو کے ماتحتوں کی نظرؤں میں آگیا۔... اور آج جب اس لڑکی نے یہاں کی پرانی عمارت دیکھنے کا پروگرام بنایا تو میں سمجھ گیا کہ اسے کسی ایکس کے تحت میرے پاس بھیجا گیا ہے.... اس لئے میں نے اس سے یہ معلوم کر لیا کہ وہ سب سے پہلے کہاں جائے گی! امیں نے ایکس ٹو کو فون پر اطلاع دی اس نے فوراً ہی وہاں چار ایکس ٹیکسیاں بھجوادیں جنمیں اسی کے آدمی ڈرائیور کر رہے تھے.... جب ہم دونوں باہر نکلے تو ان چاروں ٹیکسیوں کے علاوہ کوئی پانچوں وہاں بھی ہی نہیں۔ مجھے یہ ہوا کہ اپنا ہی ایک آدمی مستقل طور پر شروع سے آخر تک ہمارے ساتھ رہا۔... مگر تمہارے آدمی خر لاتے ہیں کہ وہ تمہاری پہنچانہ چالوں کو نہ سمجھ سکے گا۔ ارے اس آج کی تفریح کا مقصد اسکے علاوہ اور کیا تھا کہ ایکس ٹو کے پکھ اور آدمی بھی تمہاری راہ پر لگ گیا ہے۔“ اور یہ تم نے جو توں اور انڈوں کی بارش ہی سے سمجھ لیا تھا کہ ایکس ٹو ہی تمہاری نظرؤں میں آجائیں۔ ”یہ سب کچھ اس عورت کی بدولت ہوا ہے۔“ روجر دہزاد۔

”میرا دعویٰ ہے کہ اس نے اسے سب کچھ بتا دیا تھا۔“

”تم کہیں ہو.... جھوٹے ہو! خاموش رہو۔ بلینا چھنی.... لیکن پھر اس کی یہ چیخ بہت طویل

ہو گئی کیونکہ روبرو نے عمران کو غافل دیکھ کر بلمینا پر فائر کر دیا تھا وہ بے دم ہو کر گرفتار ہوئی۔ اس کا دوسرا اشکار غالبہ عمران ہی تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میں عمران کے ہاتھ میں دبی ہوئی تائی گن پیچنے لگی چار آدمی بیک وقت گرے اُن میں روبرو بھی تھا۔

اس افراتقری میں کئی ریوالور اور نکل آئے۔ اس بار نقاب پوش نے بھی عمران پر فائر کیا تھا لیکن وہ بال بال بچا۔ ویسے تائی گن کی گولیاں بھی اُس پر نہ پڑ سکیں وہ دروازے کی طرف بھاگا تھا۔ عمران کی تائی گن پیچے کچھ آدمیوں کو بھی چاٹ گئی۔ چوپیش ہی ایسی تھی۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو تقریباً چار ریوالوروں کی گولیاں اس پر ایک ساتھ پڑتیں! دس لاٹیں..... اور گھر اسناٹا۔۔۔

دفعتم عمران چوک پڑا۔۔۔ نقاب پوش وہاں نہیں تھا۔ وہ اُسی دروازے کی طرف جھپٹا جدھر اُس نے اُسے جاتے دیکھا تھا۔۔۔ اُسے توقع تھی کہ بلیک زیر و اور نعمانی نے اُسے سنبھال لیا ہو گا۔ اپنک اُس نے پے درپے کئی فائزوں کی آوازیں سئیں اور آواز کی سمت دوڑتا چلا گیا۔ اور پھر وہ اُس کمرے میں آپنچا جہاں دروازے کی آڑ سے نقاب پوش کسی پر گولیاں بر سارہا تھا اُس کی پشت عمران کی طرف تھی۔

”ریوالور میں پرڈال دو۔“ عمران نے آہستہ سے کہا۔ لیکن اُس نے پلٹ کر عمران پر بھی فائر جھوک دیا۔۔۔ گولی اُس کے بائیں شانے پر سے نکل گئی عمران بس تھوڑا ساتھ چھاہو گیا تھا۔

پھر دوسرے ہی لمحے میں تائی گن عمران کے ہاتھ سے نکل کر اُس کے چہرے پر پڑی اور وہ کراہ کر دیوار سے نکل گیا۔۔۔ بس اتنا ہی موقعہ بہت تھا۔ عمران نے اس پر چھلانگ لگائی اور دونوں ہی فرش پر چلے آئے۔ ریوالور اُس کے ہاتھوں سے پہلے ہی نکل چکا تھا۔

”اے کون ہے؟“ عمران چیخا۔ ”اب فائر مت کرنا۔ یہ میری گرفت میں ہے۔“ دوسرے ہی لمحے میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز آئی اور سار جنٹ نعمانی کمرے میں داخل ہوا۔ اتنی دیر میں عمران کے گھونے نقاب پوش کو پست کر چکے تھے۔

”ایکس ٹو...!“ نعمانی ہائیتا ہوا بولا۔ ”وہ بیہاں تھا۔۔۔ میں نے اُسے دیکھا ہے۔ وہ فائر فائیٹر کے لباس میں تھا اور اُس کے چہرے پر گیس ماسک چڑھا ہوا تھا۔“ ”اوہ نہ... میں اُس کا کتوارا باپ ہوں... میں کس سے کم ہوں۔“ عمران نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

دوسری صبح اُس کے اخبارات اس سننی خیز خبر کی وجہ سے دھڑادھڑ فروخت ہو رہے تھے کہ نازی جرمی کا ایک شاطر جاؤں شیلنگ ایسے موقع پر گرفتار کیا گیا ہے جب کہ بیہاں چند دوستِ ممالک کی ایک خفیہ کافرنیس ہونے والی تھی۔ یہ وہی شیلنگ تھا جو جرمی کی ٹکست کے بعد جاپان کے لئے کام کرنے لگا تھا۔۔۔ اور جس کی وجہ سے مشرق عجید کے بیتکے ممالک کو بڑے خسارے کا سامنا کرنا پڑا تھا۔۔۔

شیلنگ کی بہت لمبی ہسترنی تھی اور وہ ایک بہت ہی خطرناک آدمی سمجھا جاتا تھا۔ دنیا کی متعدد حکومتوں کو اس کی تلاش تھی۔۔۔ اور اس کی پیچاں صرف یہ تھی کہ اُس کے داشتے ہاتھ میں چھ انگلیاں تھیں لیکن یہ کسی کو نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کیسے پکڑا گیا تھا اور پکڑنے والا کون تھا۔۔۔

اب عمران صدر کو پاگل خانے سے نکلنے کی فکر میں پڑ گیا تھا۔ اس میں دو دن لگ گئے اور جب اُسے حقیقت معلوم ہوئی تو اُس نے عمران ہی کے سے انداز میں سر پیٹنا شروع کر دیا۔

دوسری طرف ساز جنٹ نعمانی اپنے ساتھیوں میں سے ایک ایک کو بتاتا پھر رہا تھا کہ ایکس ٹو بذات خود بھی وہاں موجود تھا لیکن اُس نے دور ہی سے تماشاد کیا تھا۔ پھر بھی وہ کتنا باخبر آدمی ہے۔ اب اگر ہم میں سے کوئی کسی مصیبت میں پڑ ہی جاتا تو کیا اُس وقت بھی اُس کی حیثیت کی تماشائی کی سی ہوتی۔ لیکن عمران نے حقیقت صرف روشنی کو بتاتی۔

”وہ بلیک زیر و تھا۔“ اس نے کہا۔ ”اف... فوہ! وہ لڑکی مجھے پھر یاد آگئی۔ روشنی۔۔۔ میں اُس کے لئے بہت مغموم ہوں وہ بے ضمیر تھیں تھی۔ بہت اچھی لڑکی تھی۔ اس کی وجہ سے مجھے بڑی مدد ملی۔ ورنہ ایکشو کی مٹی پلید ہو گئی ہوتی۔۔۔ اس بچاری نے اسکیم سے مجھے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔ اسی بناء پر میں اپنے انتظامات کرنے کے قابل ہو سکتا تھا۔۔۔ اس نے مجھے اُس مقام کا نام بتادیا تھا جہاں ہمیں سب سے پہلے جاتا تھا۔ لہذا میں نے بلیک زیر و کو اُس سے آگاہ کر کے بدایت کر دی تھی کہ وہ نیکسی میں چھپتے کی کوشش کرے۔ ظاہر ہے کہ وہ کے علاوہ اور کہاں چھپتا۔۔۔ مگر تصور تو کرو کہ دن بھر وہ کے میں بند پڑے رہنا کتنا مشکل کام ہے دم گھٹ کر رہ جائے اسی لئے وہ

اپنے ساتھ فائر فائیروں کا سالباس لے گیا تھا جس میں گیس ماسک بھی موجود تھا اور آئینہ کی تھیلیاں بھی۔ اگر ایمانہ کرتا تو شائد ایک ہی گھنٹے بعد اس کا دم گھٹ جاتا۔ نعمانی ڈرائیور کر رہا تھا، پر وہ گرام کے مطابق سب سے پہلے ایک قدیم مقبرہ دیکھنے گئے وہاں نعمانی نے ٹیکسی جہازیوں میں کھڑی کی تھی اس لئے بلیک زیر کوڈ کے میں چھنپنے کا موقع مل گیا اور کوئی افسوس دیکھ بھی نہ سکا۔

”مگر وہ لڑکی کیسے آئکرائی تھی۔“ روشنی نے پوچھا۔

عمران نے بندروں والا واقعہ دہلی اور روشنی نے اسامنہ بن کر بولی۔ ”اسی طرح تم نے میری زندگی بھی بر باد کی تھی۔“

”ہام.... یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی کی عورتیں احمدتوں میں اتنی دلچسپی کیوں لیتی ہیں اور یہ میں نے یہ بھی سنائے کہ اگر شوہر احمد تو کل جائے تو وہ یہ سمجھتی ہیں.... کہ ان کی وہ.... تقدیر پھوٹ گئی۔ واللہ اعلم بالشواب۔“

”تمہیں صرف اپنے کام سے کام رہتا ہے۔ اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ کس پر کیا گذری۔ کاش تم میں تھوڑی سی انسانیت بھی ہوتی۔“

اُسی شام کو رحمان صاحب کا فون آیا۔ انہوں نے اُسے گھر پر بلا یا تھا۔ ظاہر ہے انہیں یقین طور پر علم ہوا ہو گا کہ شیلنگ کیسے پکڑا گیا تھا۔

عمران گھر تو جانا ہی چاہتا تھا اپنی بہانہ سکی۔ رحمان صاحب حسب معمول کڑے تیوروں سے پیش آئے۔

”میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم سیکرٹ سروس والوں کے معاملات میں بیش پیش نہ رہا کرو۔“ انہوں نے کہا۔

”پھر چبا کر پیٹ بھر سکتا تو نہ جانے کب کا جنگل کی راہ لے چکا ہوتا۔“

”کیا بس یہی ایک ذریعہ معاش رہ گیا ہے۔“

”جی ہاں اور بھی ہیں۔“ عمران آہستہ نے بولا۔ ”مگر میں ایکس ٹو کے چکر میں بہت بڑی طرح پھنس گیا ہوں۔ آپ خود سوچنے اُسے آج تک کسی نے دیکھا نہیں۔ مگر وہ ہر وقت مجھے ایکس کا پہاڑہ میاں کر اسکتا ہے۔“

”تم ڈرتے ہو اُس سے۔“

”یقیناً ڈرتا ہوں جناب اچب اسکا دل چاہتا ہے اپنے ساتھیوں کو پیچ سڑک پر مرنا باندیتا ہے۔“

”دفع ہو جاؤ۔“ رحمان صاحب ہاتھ ہلا کر بولے۔ ”مگر نہ ہو۔ تم نے دس کیارہ آدمیوں کو

کس قانون کے تحت مار ڈالا۔“

”اُرے یہ آپ کیا فرمائے ہیں.... مم.... میں نے دس کیارہ آدمیوں کو مار ڈالا... کسی نے غپ اڑائی ہو گی جتاب امار پیٹ سے میں ہمیشہ دور رہا گا ہوں۔“

اگر تقریبوں سے کام نہ چلا تو پھر سیدھے گھر پلے آئے۔ جی ہاں.... مار اور اُسی ایکس کو نے ہو گا۔ اہ ہو... جملے کی ترتیب شلط ہو گئی پہلے فاعل... پھر فعل... پھر مفعول۔ جی ہاں یوں کھجھے کر اُسی ایکس ٹونے...!“

”کوئاں بند کرو میں اس سلسلے میں تمہیں عدالت میں طلب کراؤں گا۔“

”ڈیڑی....!“ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں بہت جلد اس شہر سے کہیں اور چلا جاؤں گا.... بہت دور.... اور مجھے وہ تھوڑا... کیا کہتے ہیں اُسے تھوڑا... بہر حال.... اور جی ہاں.... میں کسی کے تصور میں بھی نہیں آسکوں گا ڈیڑی.... بس چلتا جاؤں گا.... چلتا جاؤں گا۔ میرے بیرون کے نیچے ریگستان.... نہیں قاز قستان۔“

”میں کہتا ہوں! اب آ جاؤ.... جب خدا تمہیں عقل سليم دے تب....!“

”عقل سليم مشکل ہے ڈیڑی.... کیونکہ سیم اکبر کا بیٹا تھا اور اکبر کا استاد تھا بہرام خان۔“

”بہرام خان!“ رحمان صاحب جھلا کر بولے....!

”چلے وہی سکی۔ مگر اکبر اور چندر گپت موریہ کو فون سپہ گری اُسی نے سکھائے تھے۔ یہ چندر گپت موریہ بھی عجیب نام ہے ڈیڑی پتہ نہیں کیوں یہ نام سن کر ایسا محبوس ہوتا ہے جیسے کوئی کسی کو چپت مار کر بھاگ گیا ہو۔“

”عمران....!“

”جی....!“

”لکھویہاں سے.... ورنہ....!“

”نہیں نو کر کوئہ بلائے.... میں خود ہی یہ خدمت بھی انجمان دے لوں گا۔“

اماں بی شائد کسی مذہبی تقریب میں شرکت کے لئے کہیں گئی ہوئی تھیں۔ اس لئے عمران نے رحمان صاحب کے کمرے سے نکل کر چھانک کی راہی۔ مگر پھر فوراً ہی اُسے رک جانا پڑا کیونکہ وہ دوڑتے ہوئے قدموں کے ساتھ ہی ساتھ اپنی پچاڑ بہنوں کی آوازیں بھی سن رہا تھا وہ اُسے پکارتی ہوئی دوڑی آرہی تھیں۔

”ہام... ہاں ہاں.... جیتی رہو... جیتی رہو۔“ عمران نے سر بلکر ان کے سلام کا جواب دیا۔

”واہ بھائی جان چپکے چپکے چلے جا رہے تھے۔“ ایک نے کہا اور ساتھ ہی عمران کی نائی کی گرد  
بھی درست کی۔

”ارے دیکھو تو....!“ دوسری بولی۔ ”جب اس طرح ذیل کرنا ہوتا ہے تو چچا جان بلاستے  
ہی کیوں ہیں۔“

”اب تم ہی دیکھو....!“ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”نہیں واقعی چچا جان کو ایسا نہ کرنا چاہئے۔“

”تم لوگ جب ہمدردی سے پیش آتی ہو تو ہمارا دل بھر آتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ دس پانچ کو  
قتل کر کے سو بیٹر لینڈ چلے جائیں۔ اچھا بھم چلے پرسوں پھر آئیں گے۔“

”ارے ہاں! پرسوں وہ سیام کا سفید ہاتھی یہاں آنے والا ہے۔ تمہیں دکھانے لے چلیں گے نااا!“

”ارے سنتے تو بھائی جان....!“

”نہیں.... بس اب شوکا وقت قریب آ رہا ہے۔“

”کیسا شو....!“

”اچھا! تمہیں شائد معلوم نہیں کہ ہم نے دولت مندی سے اکتا کر بلبل نائیز میں گیٹ  
کپڑی کر لی ہے۔“

”نہیں....!“

”ہاں.... جب بھی ساڑھے بارہ آنے والے کلاس میں فلم دیکھنے کا رادہ ہو تو چلی آنا بھا  
دیں گے.... نانا....!“

عمران نے دو تین لمبی لمبی چھلانگیں لگائیں اور پھانک کے باہر تھا۔

﴿تمام شد﴾